نیو ایرا میگزین
New Era Magazine
از ام عباس
تو کوئی عطا جیسے
(نیو ایرا اسپیشل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ویب اسپیشل ناول)

توعطاہے کوئی جیسے

از قلم ام عبّاس

(پارٹ ٹو)

ام عبّاس نے یہ ناول(توعطاہے کوئی جیسے)صرف اور صرف نیوایرامیگزین(New Era Magazine)
کیلئے لکھاہے۔اس ناول(توعطاہے کوئی جیسے)کے تمام جملہ وحقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیوایرا
میگزین(New Era Magazine)کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے،ڈائجسٹ،
سوشل میڈیا،ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی
سخت ممانعت ہے۔عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ:نیوایرامیگزین

****

Copyright by New Era Magazine

وہ ایک بہت بڑا سا گھر تھا جیسے بنگلہ نما۔ جس کو سبز بیلوں نے پوری طرح نہیں تو کافی حد تک ڈھکا ہوا تھا۔ اس گھر کی شان و شوکت اور باہر چھائے سکوت سے قطعی نظر اگر اندر جایا جائے تو وہاں کے ایک کمرے کے دروازے کی ادھ کھلی درز میں سے زور زور سے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کچن میں کام کرتی دو خواتین ملازمین بھی دم سادھے جیسے سب حرف حرف سن رہی تھیں جن کے بارے میں بعد میں انھوں نے تفصیل سے چائے کی چسکیوں کے ساتھ گفتگو کرنی تھی۔ یہ سب اس گھر کے در و دیوار کے لئے انوکھا نہیں تھا۔ ہر کچھ ماہ بعد ایسا ہوتا تھا

۔

ایسے میں اس دروازے کے باہر دیوار کے ساتھ چپک کر سانس روکے اور سہمی ہوئی آنکھوں والا وہ آٹھ سالہ بچہ بھی کھڑا تھا۔ جس کا باپ آج دو ماہ بعد گھر آیا تھا اور اسکی ماں اس پر چیخ رہی تھی۔ وہ بار بار کسی لڑکی کا بھی ذکر کر رہی تھی جو غالباً اسکے باپ کی کوئی دوست تھی اور اس کے ساتھ ہی کینڈا کے ٹرپ پر گئی ہوئی تھی۔

"آج تمہیں جواب دینا ہو گا۔ آخر کب تک میں یہ سب برداشت کروں؟۔ نو سال سے یہ سب ہوتے دیکھ رہی ہوں میں۔ مگر اب اور نہیں۔ میرا بیٹا بڑا ہو رہا ہے۔ اس پر اس سب کا غلط اثر پڑ رہا ہے۔ اسکا باپ کبھی کسی عورت کی باہوں میں جھول رہا ہوتا ہے تو کبھی کسی اور کے ساتھ بزنس ٹور کی آڑ میں عیاشیاں کرتا پھر رہا ہے۔ اگر یہی سب کرنا تھا تو مجھ سے محبت کا

Copyright by New Era Magazine

ڈھونگ رچا کر شادی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔تب تو میں ہی تمہاری کل کائنات تھی پھر اب کیا ہو گیا ہے۔اب کیوں اتنا بدل گئے ہو تم۔"

اٹھائیس سالہ وہ خوبصورت عورت روتے ہوئے چلا رہی تھی۔سامنے کھڑا وہ خوبرو مرد چہرے پر گھبراہٹ لئے کھڑا تھا۔

"دیکھو تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔وہ صرف میری سیکرٹری ہے۔یہ سب تصویریں فیک ہیں میرے کسی بزنس حریف کی سازش۔"وہ نرم لہجے میں ہاتھ اٹھائے ہوئے اسے سمجھا رہا تھا اور اس عورت کی آنکھوں میں آئی بے یقینی میں کچھ اور بھی اضافہ ہوا تھا۔

"غلط فہمی؟آخر ہر کچھ ماہ بعد ایک نئی غلط فہمی آ کہاں سے جاتی ہے۔بہت بنا لیا تم نے مجھے بیوقوف۔مگر اب میں اور تمہارے جھانسے میں نہیں آنے والی۔تمہیں فیصلہ کرنا ہو گا۔یا تو یہ سب چھوڑنا ہو گا یا پھر مجھے چھوڑنا ہو گا۔"بہتی آنکھوں کے ساتھ اٹل لہجے میں کہتی وہ سامنے کھڑے مرد کی پیشانی ٹھٹکا گئی تھی۔وہ ابرو اچکا کر بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔اسکے چہرے پر پھیلی سختی نے اسے متاثر تو کیا تھا مگر وہ جلد ہی اپنی ازلی بے نیازی والی ٹون میں واپس آ چکا تھا۔

"تم ہوتی کون ہو مجھ سے یہ سب کہنے والی ہاں؟۔اوقات کیا ہے تمہاری۔تھی کیا تم؟۔یہ میں تھا جس نے تمہیں اس گنجان آباد علاقے کے بوسیدہ سے گھر سے نکال کر اس محل کی رانی بنا دیا۔اور تم ہی اب مجھے آنکھیں دکھا رہی ہو۔میری ایک بات کان کھول کر سن لو۔میں ایسا ہی ہوں اور ہمیشہ ایسا ہی رہوں گا۔میں باہر کیا کرتا ہوں۔کس کے ساتھ گھومتا ہوں۔کیا کرتا ہوں۔یہ تمہارا سروکار نہیں ہے۔تم اس گھر میں ہو۔میری بیوی کی حیثیت سے ہو۔تو آرام

Copyright by New Era Magazine

سے سکون سے بیٹھی رہو۔مجھے کوئی انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور مت کرو۔"اسکی کہنی کے اوپر سے بازو پکڑے وہ دھیمی آواز میں پھنکار رہا تھا۔اس عورت کی آنکھوں میں سے جاری جھڑی نے کچھ اور بھی شدت اختیار کر لی تھی۔دروازے کی آدھ کھلی درز سے وہ بے آواز روتا ہوا اندر جھانک رہا تھا۔

اس کا باپ پہلے تو اسکی ماں کی نفی کرتا رہا مگر پھر وہ بھی چینختے چلاتے ہوئے اسکی ماں کا عائد کردہ ہر الزام ڈھٹائی سے قبول کر گیا۔اسکی ماں اب اسکے باپ کا گریبان پکڑے ہذیانی ہو رہی تھی ۔

"تم دھوکے باز انسان تم نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔پہلے مجھے اپنی محبت کا سبز باغ دکھا کر مجھے یوں اندھا کیا کہ تمہارے سوا مجھے کچھ دکھائی ہی نہیں دیا۔میں اپنے ماں باپ ،بہن بھائی ،انکی عزت ،محبت سب تمہاری محبت پر وار آئی اور اب جب دل بھر گیا ہے تو مجھے ہی میری اوقات یاد دلا رہے ہو تم۔ "

اس کے باپ نے پہلے تو بہت کوشش کی اس کے ہاتھ سے اپنا گریبان چھوڑانے کی مگر پھر طیش میں آکر ایک زوردار تھپڑ اس کے گال پر رسید کیا تھا۔اسکی ماں اوندھے منہ زمین پر گری تھی ۔اور وہ بچہ تیر کی تیزی سے لپک کر اندر داخل ہوتا اپنی ماں پر جھکا تھا۔

"مما۔۔۔؟مما۔۔۔"وہ رو رہا تھا اور گھٹنوں کے بل بیٹھا اوندھے منہ زمین پر گری بکھرے چہرے کو ڈھانپے بالوں اور اجڑی حالت لئے بلکتی ماں کو شانوں سے تھام کر اپنی کمزور بازوؤں میں سمائے اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟۔ جاؤ اپنے کمرے میں۔" اسکا باپ جو پہلے اسے دیکھ کر کچھ گڑ بڑا یا تھا اب سنبھل کر اسکو ڈانٹتا ہوا کہہ رہا تھا۔

بدلے میں اس آٹھ سالہ بچے کی نمکین پانیوں سے بھری آنکھوں میں جو غصے کی لپک اور نفرت کا سر د پن تھا اس نے اس جوان جہان مرد کو بھی ایک پل کے لئے ساکت کر دیا تھا۔

"میں نہیں جاؤں گا۔ آپ چلے جائیں یہاں سے۔ آپ گندے ہیں۔ آئی ہیٹ یو۔" بہتی آنکھوں کے باوجود اسکی آواز میں نمی کی ذرا برابر آمیزش نہیں تھی۔ ہموار آواز میں وہ زندگی میں پہلی بار اپنے باپ پر چلایا تھا۔ اور اسکا باپ پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ یہ سچ تھا وہ کوئی بہت پیار کرنے والا باپ نہیں تھا۔ وہ زیادہ تر گھر سے باہر ہونے کے باعث اسے دیکھتا بھی مہینوں بعد تھا۔ مگر پھر بھی اپنے بیٹے کے منہ سے یہ الفاظ سن کر وہ ششدر رہ گیا تھا۔

"تم نے میرے بیٹے کو بھی میرے خلاف کھڑا کر دیا ہے۔ اس کا حساب تمہیں دینا ہوگا۔" ایک قہر آلود نگاہ اپنی بیوی پر ڈالتا وہ تن فن کرتا کمرے سے نکل گیا تھا۔ اسکی ماں چہرے پر آئے بال پیچھے کرتی سیدھی ہو رہی تھی۔ اسکے ہونٹوں کے کونے سے خون رس رہا تھا۔ سرخ چہرہ پوری طرح بھیگ چکا تھا اور آنکھوں کی سوجن بھی بڑھ چکی تھی۔ وہ آٹھ سالہ بچہ روتا ہوا اپنی ماں کا گیلا چہرہ صاف کر رہا تھا۔ وہ عورت سیدھی ہوتی وہیں اس دبیز بیش قیمت نرم و ملائم قالین پر بیٹھتی اسے اپنی باہوں میں چھپائے دھاڑیں مار مار کر اپنے خساروں پر ماتم زدہ ہوئی تھی۔

....

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews
Copyright by New Era Magazine

مقامی ریسٹورینٹ کے بالکل ایک کونے میں موجود ٹیبل پر وہ دونوں بیٹھی ہوئی تھیں۔پنک حجاب کے ہالے میں اسکا چہرہ شدت ضبط سے سرخ پڑ رہا تھا۔بھیگی دراز پلکوں پر ابھی بھی کچھ موتی اٹکے ہوئے تھے۔جنھیں وہ کسی صورت گالوں پر بہنے کی اجازت نہ دیتے ہوئے بار بار ٹشو پیپر پر چن رہی تھی۔اس کے سامنے بیٹھی ثنا اسے تسلی تو دے رہی تھی مگر تشویش اسکے چہرے سے بھی عیاں تھی۔شام ہونے کو تھی لنچ آورز ختم ہونے کے باعث رش نہ ہونے کے برابر تھا۔انکے آگے پیچھے کے سارے ٹیبلز سنسان پڑے تھے۔

"ثنا!اب تم ہی بتاؤ؟ان حالات میں میں کیا کروں؟۔میں تو بری طرح پھنسی ہوں"۔نمی لیے آواز میں وہ سامنے بیٹھی ثنا سے مخاطب تھی۔جو خود اسکی حالت زار پر پریشان لگتی تھی۔

"تم اس طرح سے ہمت تو مت ہارو۔آئی ایم شیور۔انشااللہ کوئی نہ کوئی راستہ نکل آئے گا"۔

"مجھے تو لگتا ہے میرے لیے سارے راستے ہی بند ہو گئے ہیں جیسے۔یقین نہیں آتا یہ میرے وہی زریاب بھائی ہیں جو بچپن میں میری ھر چھوٹی سے چھوٹی خواہش پورا کرنا بھی اپنا فرض سمجھتے تھے۔اور اب۔۔۔اب تو انھیں جیسے میری کوئی پرواہ ہی نہیں رہی۔یوں لگتا ہے جیسے میں انکے لیے کوئی ان چاہا بوجھ ہوں جسے وہ جلد از جلد اپنے کندھوں سے اتار پھینک دینا چاہتے ہوں"۔کہتے ہوئے اس نے ایک نم زکام زدہ سی سانس کھینچی تھی۔

اسکا چہرہ دیوار کی جانب تھا اس لیے کسی کی اسکی طرف خاص توجہ نہیں تھی۔

"پہلے تو یہ رونا دھونا بند کرو۔بی سٹر ونگ یار۔ارے تم تو اتنی بہادر تھی جو ہمیں حالات سے مقابلہ کرنا سیکھاتی تھی۔اب خود یوں ہار مان رہی ہو"۔

Copyright by New Era Magazine

ثنا کو اب اسکے رونے سے گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔وہ اسکی سب سے خاص اور پیاری اکلوتی دوست تھی جسے یوں غمزدہ دیکھنا اسکے لیے بھی تکلیف دہ تھا۔مقدس اداسی سے مسکرائی۔

"نہیں ثنا!میری ساری بہادری تو میرے بابا کی دین تھی۔جو وہ جاتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئے ہیں"۔باوجود ضبط کے بھی اسکے لبوں سے ہلکی سی سسکی برآمد ہوئی تھی۔

"تم کہو تو میں ابو سے کہوں ایک بار وہ زریاب بھائی سے بات کریں۔شاید وہ سمجھ جائیں "۔اسنے ایک رائے دی تھی۔ثنا اور وہ اسکول سے دوست تھیں اس لیے ایک دوسرے کی فیملی سے بھی اچھی واقفیت تھا۔

"نہیں ایسا سوچنا بھی مت۔بھائی کو اگر پتہ چلا کہ میں نے یہ سب تم سے شئیر کیا ہے تو وہ شاید مجھے تم سے ملنے بھی نہ دیں۔اتنے دنوں سے سے یہ غبار اندر جمع ہوا ہوا تھا۔اب بھی اگر نہ کہتی تو پاگل ہی ہو جاتی"۔اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں کچھ کھوجتی وہ بولی تو آواز میں کتنی گھٹن سی تھی۔کسی بھی انسان کے لیے مشکل ترین دور وہ ہوتا ہے جب وہ کسی بڑی ذہنی اذیت کا شکار ہو اور اس پر مستزاد اسے کوئی سننے سمجھنے اور تسلی کے دو بول بولنے والا بھی نہ ہو۔آج کل وہ اسی دور سے گذر رہی تھی۔

"اور تمہاری خالہ وہ کیا کہتی ہیں؟"۔

"خالہ کیا کہیں گی۔تم جانتی تو ہو خالہ نے کتنی مشکل سے ارسلان کو اسٹڈیز کے لیے لندن بھیجا ہے۔انھوں نے رقم کا بندوبست کیسے کیا میں جانتی ہوں۔اب تو انکے مالی حالات بھی اجازت نہیں دیتے کہ ارسلان کو صرف نکاح کے لیے واپس بلایا جائے۔اسکے ایگزامز بھی ہو رہے ہیں

Copyright by New Era Magazine

۔ایسے میں وہ کیسے آئے ؟۔اور بھائی اس سے علاوہ کسی بات کے لیے تیار ہی نہیں ہیں۔انھوں نے تو خالہ سے بھی کہہ دیا ہے وہ میری شادی جلد ہی کہیں اور کر دیں گے "۔وہ میکانکی انداز میں بولتی چلی گئی تھی۔آنکھوں کے گوشے نئے سرے سے نم ہونے کو بے قرار ہوئے تھے۔

"زریاب بھائی کو ایسا تو نہیں کرنا چاہیے تھا۔آخر ارسلان اور تمہاری بچپن کی بات طے تھی ۔خالہ کتنا پیار کرتیں تھیں تم سے "۔ثنا کو جان کر تاسف ہوا تھا۔

"بھائی تو لگتا ہے بھابھی کے ہاتھ کی کٹھ پتلی بن گئے ہیں۔بس جو وہ کہتی ہیں وہ کرتے چلے جا رہے ہیں۔پہلے امی بابا کی مرضی کے خلاف برٹش نیشنلیٹی کے لیے ان سے شادی کی۔امی کو حسرت ہی رہی مرنے سے پہلے انکو ایک بار دیکھنے کی مگر وہ تب بھی نہیں آئے۔اور اب جب بابا کو گئے ابھی دو ماہ ہی ہوئے ہیں تو انھیں میری شادی کی پڑ گئی ہے۔اور تو اور وہ گھر بھی سیل کر رہے ہیں "۔

اسکی آواز منوں بھاری ہو رہی تھی۔دل کی زمین پر کسی اپنے کی اس درجے بے اعتنائی پر گردواڑ رہی تھی تو وہ خوبصورت جھیل سی گہری آنکھیں بھی کسی ان دیکھی آگ میں جل رہی تھیں ۔ثنا بس ہمدردی بھری نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی جواب اپنی سرخ ہوتی آنکھوں پر ہاتھوں کا دباؤ ڈال کر وہاں آئی طغیانی کے آثار مٹانے کی سعی کر رہی تھی۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ ایسا کیا کہے کہ اسکی ڈھارس بڑھا سکے۔بعض اوقات سامنے والے کی پریشانی جان کر ہمارے پاس وہ الفاظ کھو جاتے ہیں جو انکی تسلی کرا سکیں۔یا پھر ہمارے الفاظ انکے دکھوں کے سامنے بہت چھوٹے ہو کر اپنی وقعت کھو دیتے ہیں۔

Copyright by New Era Magazine

"میرے خیال میں اب چلنا چاہیے۔بہت دیر ہو گئی ہے۔بھا بھی کو لائبریری کا کہہ کر آئی تھی ۔تھینک یو ثنا۔مجھے سننے کے لیے۔اب دل ہلکا محسوس ہو رہا ہے۔ورنہ تو میں پاگل ہونے کے قریب تھی"۔پھیکی سی مسکراہٹ لبوں پر سجائے وہ اسے مشکور نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"پاگل ہو تم پوری۔اس میں شکریہ والی کون سی بات ہے۔مجھے تو افسوس ہو رہا ہے میں تمہارے لیے کچھ کر بھی نہیں پا رہی۔کاش میرا بھائی اتنا چھوٹا نہ ہوتا تو تمہیں میں ہی اپنی بھابھی بنا لیتی"۔اسے آج پھر اپنے دس سالہ بھائی کے چھوٹے ہونے پر افسوس ہوا تھا جو کہ اکثر اسے رہتا تھا۔اسکے کہنے پر پہلی بار اتنے دنوں میں وہ ہنسی تھی۔

"اٹھ جاؤ اب"۔مقدس نے بیگ اٹھا کر کندھے پر ڈالا تھا۔ٹیبل پر رکھی بکس اٹھائے وہ دونوں باہر کی جانب بڑھ گئیں تھیں۔یہ جانے بغیر کہ دو آنکھیں بڑی دیر سے انکو اپنے حصار میں رکھے اب بھی انکا تعاقب کر رہی تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

. . . .

ریسٹورینٹ سے باہر نکل کر اس نے قدرے بڑی عمر کے ٹیکسی ڈرائیور کا انتخاب کیا تھا۔پھر اسے ایڈریس سمجھا کر ٹیکسی کے سامنے آ کر نمبر پلیٹ کی تصویر لی تھی۔

"انکل آپ برا نہ منائیں تو آپ کی بھی ایک تصویر لے لوں؟۔دراصل میرے گھر والے جاننا چاہ رہے ہیں کہ میں کس کے ساتھ آ رہی ہوں۔آپ کو تو پتہ ہی ہے آج کل حالات کیا چل رہے ہیں تو سیفٹی کے لیے یہ ضروری ہے۔آپ پلیز برا مت منایئے گا"۔وہ بہت آرام سے انھیں سمجھا رہی تھی اور ثنا پاس کھڑی دیکھ رہی تھی اسکے لیے یہ سب نیا نہیں تھا۔مگر تھوڑے

Copyright by New Era Magazine

فاصلے پر کھڑی لینڈ کروزر کا ڈرائیونگ ڈور کھولتے اس شخص کے ہونٹوں پر اسکے محتاط سے اس انداز پر مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔ وہ سرعت سے اندر بیٹھ گیا تھا تاکہ ادھر ادھر دیکھتی ثنا کی نظروں میں نہ آسکے۔

"کوئی نہیں بیٹا لے لو۔ میں بھی بیٹیوں والا ہوں"۔ انھوں نے خوش دلی سے اجازت دی تھی۔ اور زیادہ تر ایسا ہی ہوتا تھا اسکے پوچھنے کا انداز نپا تلا ہونے کے باوجود اتنی متانت لیے ہوتا تھا کہ سامنے والا برا مناہی نہ پاتا اور اس کا کام بھی ہو جاتا۔ وہ الگ بات کہ وہ تصویر اس نے کبھی کسی کی طرف نہیں بھیجی تھی مگر سامنے والا ضرور اس زعم میں آجاتا تھا۔

وہ جب پہلی بار یونیورسٹی جانے کے لیے گھر سے اکیلی باہر نکلی تھی تب یہ طریقہ اسکے بابا نے اسکو سکھایا تھا اور تب سے آج تک وہ ایسا ہی کرتی آئی تھی۔

وہ دونوں ٹیکسی میں بیٹھی تو جوں ہی وہ ٹیکسی آگے بڑھی تھی اس سے ایک مناسب فاصلہ رکھتے وہ بلیک کلر کی لینڈ کروز بھی انکے پیچھے روانہ ہوئی تھی۔

. . . .

وہ واش روم میں واش بیسن کے سامنے گیلے چہرے کے ساتھ کھڑا تھا اور اس کے چہرے پر ایسے تاثرات سجے تھے جیسے وہ بہت دھیان سے کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ وہ کافی ذہین واقع ہوا تھا اب بھی اسے یاد کرنے میں زیادہ مشکل پیش نہیں آئی تھی حالانکہ اسکی اسلامیات کی ٹیچر نے اسے صرف ایک بار ہی سمجھایا تھا مگر پھر بھی وہ بہت سوچ سمجھ کر سب کر رہا تھا کہ کہیں کوئی غلطی نہ ہو جائے۔ اب وہ کہنیوں تک اپنے بازو دھو رہا تھا۔ وضو مکمل کر کے وہ

Copyright by New Era Magazine

مطمئین سا باہر نکلا تھا۔جائے نماز کی تلاش کا کوئی فائدہ نہیں تھا کہ اس گھر میں کبھی کسی کو اس نے نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا۔اس کی ٹیچر نے آج دعا اور نماز کے بارے میں بتایا تھا اور وہ ایسا کرنا چاہتا تھا۔وہ اللہ سے بات کرنا چاہتا تھا تا کہ اسے اپنی بات بتا سکے اور پھر وہ اسکی پرابلم سولو کردے۔ٹیچر نے بھی تو یہی کہا تھا اللہ کے پاس ہر پرابلم کا سلوشن موجود ہوتا ہے۔وہ وہیں زمین پر بیٹھ گیا۔گھٹنے موڑ کر ایک نظر گردن گھما کر اپنے پیروں کو دیکھا پھر طمانیت سے سیدھا ہوا اور اپنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے۔چھوٹے چھوٹے صاف شفاف سنہری رنگت والے اور تراشیدہ ناخنوں والے ہاتھ۔

"اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنا نہیں آتی۔دعا بھی کبھی نہیں مانگی لیکن آج ٹیچر نے کہا کوئی بھی پرابلم ہو تو آپ اسے فکس کر لیتے ہیں بس دعا کرنی پڑتی ہے۔میری بھی ایک پرابلم ہے۔میری نہیں ہے میرے پیرنٹس کی ہے۔مما پاپا آپس میں بہت لڑتے ہیں۔مجھے اچھا نہیں لگتا۔مجھے پاپا بھی اچھے نہیں لگتے مگر مما بہت اچھی لگتی ہیں۔وہ مجھ سے پیار بھی بہت کرتی ہیں۔اب تو پاپا میری مما کو مارتے بھی ہیں اور وہ بہت روتی ہیں تب میں بھی روتا ہوں۔آپ پلیز ان دونوں کو سمجھا دیں وہ لڑا نہ کریں۔"

ہاتھ پھیلائے وہ آہستہ سی آواز میں ٹھہر ٹھہر کر بہت سوچ سمجھ کر بول رہا تھا۔کمرے میں لائٹس جل رہی تھیں اور اس روشنی کے ہالے میں وہ مؤدب سا بیٹھا اپنے ہاتھوں پر نگاہ جمائے ہوئے تھا۔

Copyright by New Era Magazine

منہ پر ہاتھ پھیر تا وہ مسکرایا تھا جیسے اسے یقین ہو اس نے جو دعا مانگی ہے وہ قبول ہو جائے گی ۔اور وہ دعا قبول ہو گئی تھی۔اسکے ماں باپ کے درمیان جو جھگڑے تھے وہ ہمیشہ کے لئے ختم ہونے والے تھے۔

یہ سلسلہ بہت دنوں تک چلتا رہا وہ اپنی ماں سے چھپ چھپ کر دعا مانگتا ۔اسکا باپ اس دوران کہیں بار گھر آیا مگر سکون رہا۔اور اسکا یقین کچھ اور بھی پختہ ہو گیا کہ اسکی دعا قبول کر لی گئی ہے۔ان دنوں وہ بہت شوق سے نماز سیکھ رہا تھا۔اس نے ماں سے کہا تھا اس کو قرآن کیوں نہیں پڑھایا جاتا۔اور اسکی ماں ٹھٹکی تھی۔اسے پہلے کبھی یہ خیال ہی نہیں آیا تھا حالانکہ وہ آٹھ سال کا تھا پھر اس کے لئے گھر میں ایک قاری صاحب قرآن سیکھانے کے لئے لگائے گئے تھے ۔اس کا شوق دیکھ کر اسکی ماں مسکرا دیا کرتی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ خوش تھا بلکہ بہت خوش۔جس کا اظہار بھی اس نے دعا مانگتے ہوئے اللہ ّسے کیا تھا۔

"تھینک یو اللہ ّتعالیٰ۔میں بہت خوش ہوں۔آپ نے مجھ سے دوستی کر لی ہے۔آپ نے میری پرابلم بھی سولو کر دی۔ماما پاپا اب جھگڑا نہیں کرتے۔اب سب ٹھیک ہے۔میں روز آپ سے ایسے ہی دعا کیا کروں گا اور آپ ایسے ہی سب ٹھیک کرتے رہیے گا۔"وہ ہر روز کی طرح آخر میں یہ بتانا بلکل نہیں بھولا تھا۔وہ ایک بڑی بے ضرر سی معصومانہ سودے بازی تھی۔اس کے معصوم سے ذہن میں ایک چیز پختہ ہو گئی تھی جب تک وہ دعا کرتا رہے گا سب ٹھیک رہے گا،وہ جو بھی مانگے گا سب ملتا رہے گا اور وہ چاہتا تھا اللہ ّاسے یاد رکھے اور اسکی دعاؤں کو بھی۔

. . . .

Copyright by New Era Magazine

گاڑی ڈرائیو کرتے اسکا ذہن بری طرح سے منتشر تھا۔شاید یہی وجہ تھی کہ اسکی سپیڈ بھی معمول کی نسبت کم تھی۔اسے اپنی کچھ دیر پہلے کی کی حرکت پر حیرت بھی ھورہی تھی تواب الجھن بھی اپنے گھیرے میں لینے لگی تھی۔اپنی بتیس سالہ زندگی میں اس نے کبھی ایسی کوئی چھچھوری حرکت نہیں کی تھی جو وہ آج کر آیا تھا۔وہ توٹین ایجر ہوتے ہوئے بھی بہت محتاط سی طبیعت کا مالک رہا تھا۔اوراب میچیورٹی کی اس عمر میں وہ منچلوں والی حرکت کرتا خود کو بھی خفیف کر گیا تھا۔

دل پہلی باریوں بے لگام ہوا تھا۔اسکا تعلق جس کلاس سے تھا وہاں خوبصورت چہرے اپنی تمام تر ہوشربائی ودلفریبی کے ساتھ ہر وقت ارد گرد منڈلاتے پھرتے تھے۔مگر کبھی کسی نے اپنی طرف متوجہ کیا ہی کب تھا۔وہ ملک کی ایک جانی مانی ایڈورٹائزنگ کمپنی کا اونر تھا جہاں دن میں سو بار وہ پری وش چہروں کے ہجوم میں گھرا رہتا تھا مگر کسی چہرے نے دل پر وہ نقش نہیں چھوڑے تھے جیسا کہ آج ہوا تھا۔

اسے ایک ایڈ کی شوٹنگ کے لئے لوکیشن فائنل کرنی تھی۔اسکے بعد ایک دو اہم میٹنگز میں کچھ یوں الجھا تھا کہ لنچ تک کا ہوش نہ رہا تھا۔وہ ایسا ہی تھا اپنے کام کو لے کر جنونی۔آج سے دس سال پہلے جب اس نے اس کمپنی کی بنیاد رکھی تھی تو اسکے باپ نے بڑے تنفر سے کہا تھا وہ سارا پیسا ڈبو دے گا۔مگر اس نے ثابت کیا تھا وہ اگر پتھر کو بھی چھو لے تو اسے گوہر نایاب کر دے۔

Copyright by New Era Magazine

شام کے چار بج رہے تھے اور اب آفس واپس جانے کا ارادہ ترک کرتے وہ راستے میں ہی ایک درمیانے درجے کے ریسٹورنٹ میں آ بیٹھا تھا۔ بھوک اس وقت زوروں پر تھی۔ گلاس ونڈو کے پاس آخری ٹیبل پر بیٹھتا چائے کے ساتھ سینڈوچ آرڈر کرتے وہ اپنے آرڈر کا انتظار کر رہا تھا جب سرسری سی نگاہ دوسری جانب آخری کونے والی ٹیبل پر جا کر گھری ہوتی پلٹنے سے انکاری ہوئی تھی۔

وہ جو کوئی بھی تھی اپنے ارد گرد سے بے نیاز اپنے سامنے بیٹھی اس دوسری لڑکی سے گفتگو کرنے میں مصروف تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے میں اس قدر مگن تھیں کہ انھیں اسکی گھری نظروں کا ارتکاز بھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ درمیاں کے سبھی ٹیبلز خالی تھے۔ کافی فاصلے کے باعث وہ انکے مابین ہوئی گفتگو تو نہیں سن پا رہا تھا۔ اسکا ترچھا نیم رخ سے دکھائی دیتا چہرہ سرخ سا محسوس ھو رہا تھا اور وہ بار بار اپنی آنکھیں صاف کر رہی تھی۔ باوجود اس کے کہ اسکا چہرہ ذرا بھر بھی تر نہیں لگ رہا تھا۔ ایک بات تو واضح تھی وہ رو رہی تھی۔ اور اسکا یہ رونا اسکی آنکھوں سے مخفی نہیں رہ سکا تھا۔

چائے پیتے بھی گاہے بگاہے اسکی نظریں اٹھتی رہی تھیں۔ اپنی یہ حرکت اسے غیر اخلاقی بھی لگی تھی۔ مگر پہلی بار وہ دل و نگاہ کے بارے میں بے بسی کا شکار ہوا تھا۔

بے شک وہ خوبصورت تھی مگر کوئی ایسی بلا کی خوبصورت بھی نہیں تھی کہ وہ ہوش و حواس گنوا بیٹھتا۔ اس سے زیادہ حسین چہرے وہ دن میں کہیں بار دیکھتا تھا مگر کبھی دوبارہ نگاہ نہ اٹھی

Copyright by New Era Magazine

تھی۔اور یہ تو طے تھا وہ کوئی ایسا حسن پرست بھی واقع نہیں ہوا تھا۔جو ہر خوبصورت چہرہ اسے اپنی طرف اٹریکٹ کر پاتا۔پھر ایسا کیا تھا اس لڑکی میں؟

ان دونوں کے اٹھنے پر وہ خود بھی بلاسوچے سمجھے اٹھا تھا ۔ ٹیکسی والے کے ساتھ جو اس نے کیا تھا اس پر اسے ہنسی بھی بہت آئی تھی۔اور اسکے بعد جو اس نے کیا تھا وہ اسکے لئے ناممکنات میں سے تھا۔اس نے انکا تعاقب کیا تھا اور پھر جس گھر کے سامنے وہ اتری تھی اسکے اندر جانے کے بعد اپنی گاڑی سے اتر کر اسکا ایڈریس اپنے پی اے کو فون پر نیچے اتر کر نوٹ کروایا تھا۔اپنی ان تمام حرکتوں پر تاؤ آنے کے باوجود وہ اپنے مزاج سے ہٹ کر یہ سب کر رہا تھا۔

اور اب گھر واپسی پر بھی اسکا چہرہ اپنے تمام تر سوزواضطراب کے ساتھ ذہن ودل کے آئینے میں جگمگا رہا تھا۔اپنی اس بدلتی حالت پر وہ اب حیران کم پریشان زیادہ تھا۔جسکا اندازہ اسکے ماتھے پر بچھے شکنوں کے جال سے بخوبی ہو رہا تھا۔

. . . .

گھر واپسی پر دروازہ بھابھی نے ہی کھولا تھا۔وہ سلام کرتی جلدی سے اندر بڑھ گئی تھی۔

"کہاں سے آرہی ہے میڈم کی سواری؟"۔وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی جب انکی پیچھے سے طنز میں ڈوبی آواز پر پلٹی۔

Copyright by New Era Magazine

"آپکو اس سے مطلب؟"۔اسکی آواز بھی ذرا اونچی ہو گئی تھی۔وہ بھی آج تنگ آگئی تھی اتنے دنوں سے انکے تیز و تند مزاج کو برداشت کر رہی تھی۔

"واٹ؟۔واٹ یو سیڈ؟۔رشتے کا نہ سہی عمر کا ہی لحاظ کرتی۔تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ سے اس انداز میں بات کرنے کی۔تم پاکستانی ہوتے ہی بد تمیز ہو۔ایک نمبر کے جاہل "۔اسے مقدس سے شاید اس رد عمل کی توقع نہیں تھی تبھی وہ بے یقینی سے چینخ اٹھی۔وہ اسکی قومیت کو نشانہ بنا رہی تھی یہ سوچے بغیر کہ اسکی جڑے بھی اسی ملک سے جڑی ہیں۔

"اور آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟۔آپ تو بہت مہذب ملک سے آئی ہیں ناں تو ایسی ان مینرڈ حرکتیں آپ کو زیب دیتی ہیں کیا؟۔پیچھلے ڈیڈھ ماہ سے بات بے بات آپ مجھے ٹیس کر رہی ہیں۔آپکو میری ہر بات پر اعتراض ہے۔کیوں؟"۔مقدس پہلی بار آج یوں کسی سے اس قدر بد تمیزی سے چلا کر بات کر رہی تھی۔زریاب جو سیڑھیاں اترتے نیچے ہی دیکھ رہا تھا اسکا یہ انداز دیکھ دنگ رہ گیا۔

"مقدس یہ کیا طریقہ ہے اپنی بھابھی سے بات کرنے کا؟"۔وہ وہیں سے سخت لہجے میں بولا تھا ۔اس وقت وہ لیلٰی سے ناراضگی بالکل افورڈ نہیں کر سکتا تھا وہ بھی اس صورت میں جب اسے وہاں کی نیشنلیٹی ملنے میں صرف چھ ماہ باقی تھے اور وہ اپنی فیملی بھی سٹارٹ کرنے والے تھے ۔مقدس نے پیچھے مڑ کر اک پر شکوہ نگاہ بھائی پر ڈالی تھی اور لب بھینچ کر گلے میں اٹکتے آنسوؤں کے گولے کو پیتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

اسکے اس طرح سے چلے جانے پر وہ تلملا کر زریاب کی طرف مڑی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"دیکھا۔۔۔دیکھا تم نے اپنی بہن کا رویہ ؟۔کیسے بد تمیزی سے بات کر رہی تھی۔اسے اتنا بھی احساس نہیں ہے کہ ہم اپنا کام کاج چھوڑ کر صرف اسکی وجہ سے یہاں سڑ رہے ہیں۔میں نے تو صرف یہی پوچھا تھا کہ کہاں گئی تھی اتنی دیر لگادی۔آخر تمہارے پیرنٹس کے بعد وہ ہماری ذمہ داری ہے مگر نہیں اسکے تو مزاج ہی نہیں ملتے ۔ناؤلسن ٹومی زریاب۔تمہارے پاس صرف پندرہ دن ہیں؟اسکی شادی کرو۔جلد از جلد یہ گھر سیل کرو تا کہ ہم نکلیں اس جہنم سے "۔لیلٰی غصے میں ایسے ہی آؤٹ آف کنڑول ہو جایا کرتی تھی۔وہ پاکستانی نژاد برطانوی شہری تھی اس لئے اسکی اردو بہت صاف تھی۔وہ جہاں سے آئی تھی وہاں سب اپنے لئے جیتے ہیں ۔دوسروں کی پرواہ کرنے کا اس بھاگم دوڑ بھری زندگی میں کسی کے پاس وقت ہی کہاں ہوتا ہے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

زریاب اسکے پاس آیا تھا۔اور اسکے شانے پر بازو دراز کرتے اسے خود سے لگایا۔

"اوکے۔میں کوشش کر رہا ہوں۔گھر کی پراپرٹی ڈیلر سے بات چل رہی ہے۔مقدس کا بھی ایک دو میرج بیوروز میں کہا ہوا ہے انشااللہ سب جلد ہو جائے گا۔تم یوں ٹینشن لے کر اپنا بیپی ہائی کر لو گی۔اور یہ تمہارے اور بے بی دونوں کے لیے ٹھیک نہیں ہے"۔وہ آہستگی سے کہتا اسے شانت کرنے لگا تھا۔اس بات سے قطع نظر کے اندر اسی کی بہن بھی آنسو بہا رہی ہو گی ۔اسے بھی اس وقت سب سے زیادہ اپنے بھائی کی ضرورت ہے۔شاید دیار غیر کے سرد موسم نے اسکے دل میں موجود اپنوں کے لئے محبتوں کو بھی منجمند کر دیا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

. . . .

اور پھر وہ ہوا جو اس کا ننھا ذہن اب قبول کرنے کو کم از کم تیار نہیں تھا۔اتنی دعاؤں کے بعد تو بالکل نہیں۔اس گھر میں بہت ماہ بعد ایک اور جھڑپ ہوئی تھی اور وہ ان دونوں کے درمیان ہوئی آخری جھڑپ ثابت ہوئی جس کے بعد اسکا باپ گھر سے نکل گیا ۔اسکا معصوم ذہن کچھ سمجھ نہیں پارہا تھا۔کچھ تھا جو بری طرح ٹوٹا تھا شاید اسکا یقین اور اس یقین کے ساتھ ساتھ اسکا دل بھی۔مگر اس شام اپنے باپ کی غیر موجودگی میں وہ اپنی ماں کے ساتھ گھر سے نکل آیا تھا ۔اسکی ماں ہمیشہ سے ایک جذباتی عورت رہی تھی پہلے بھی اپنے جذبات کے زیر اثر اپنا نقصان کر چکی تھی اب پھر بنا سوچے سمجھے اپنے لئے منتخب شدہ زندان سے خود نکل آئی تھی۔اور اب خاموش بت بنی سر جھکائے کھڑی اپنے گھر والوں کی لعن طعن سن رہی تھی۔وہ آٹھ سالہ بچہ سہمی ہوئی نظروں سے ماں کی اوک میں چھپا ذرا تر چھا ہوتا ایک نظر سامنے اونچا اونچا چلاتے ان انجان چہروں کو دیکھ رہا تھا جو اس کے ننھیال والے تھے۔مگر وہ پہلی بار انکو دیکھ رہا تھا۔اسکی ماں نے اسکے باپ کے پیار میں پاگل ہوتے اپنے کزن سے منگنی کے باوجود گھر سے بھاگنے جیسا سنگین قدم اٹھالیا تھا۔

وہ صرف ایک رات وہاں رہا تھا۔رات کو وہ کمرے میں لیٹا ہوا تھا اور اسکی ماں کو ایک بار پھر باہر بلایا گیا تھا۔بہت دیر بعد وہ کمرے میں واپس آئی تھی۔وہ جاگ رہا تھا اور ماں کو آتے دیکھ کر بھی آنکھیں کھولے اسے دیکھتا رہا۔

Copyright by New Era Magazine

بہت ساری نمی سے تر چہرہ لئے وہ اس کے سامنے آ کر بیٹھی تھی اور پھر اسے خود میں بھینچ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"مجھے معاف کر دو طلال۔ میں اچھی ماں نہیں بن پائی۔ میں اچھی بیٹی بھی نہیں تھی۔ مگر میں نے اچھی بیوی بننے کی پوری کوشش کی تھی۔ ہر آخری حد تک۔ بس ایک یہی کوشش تھی جو جی جان سے کی میں نے۔ میں ہمیشہ جلد بازی سے فیصلہ کرتی ہوں اور پھر پچھتاتی ہوں۔ اب بھی پچھتا رہی ہوں۔ کاش میں صرف تمہاری ماں بن جاتی۔ صرف تمہاری ماں بن کر سوچتی ۔ میں اپنے اندر کی اس عورت کو مار دیتی جو شراکت برداشت نہیں کر پائی۔ مجھے سب بلا شرکت غیرے چاہیے تھا اور دیکھو اس چکر میں میں نے سب کھو دیا۔ جو پاس تھا وہ بھی کھو دیا ۔ میں نے تمہیں کھو دیا طلال۔ میں نے تمہیں کھو دیا۔"

وہ بیٹھی ہوئی آواز میں بول رہی تھی۔ وہ سب کہہ رہی تھی جو اس کے سوا کوئی سننے کو تیار نہیں تھا۔ اور طلال نے اسکے سینے سے الگ ہوتے ہوئے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"لیکن میں تو آپ کے پاس ہوں مما۔ آپ نے مجھے نہیں کھویا۔ میں آپ کے پاس ہوں۔" وہ ڈرا ہوا تھا مگر اپنے ڈر کو ظاہر کیے بنا سر نفی میں ہلاتا ہوا ماں کی ڈھارس بڑھا رہا تھا۔ پر اعتماد سے معصوم انداز میں یقین دہانی کرواتا ہوا۔ مگر یہ الفاظ اس کی ماں کا دکھ کم نہیں کر پائے تھے وہ کچھ اور بھی تڑپ اٹھی تھی۔

اگلی صبح اسے ماں کی سبھی باتیں سمجھ آ گئی تھیں۔ جب اس کے ماموں نے اسے بے رحمی سے بازو سے کھینچ کر ماں سے الگ کیا تھا۔ اور پھر گھسیٹتے ہوئے ساتھ لے گئے تھے۔ اسکی ماں روئی تھی

Copyright by New Era Magazine

مگر کوئی احتجاج نہیں کیا تھا۔اور اس بچے نے اپنی پوری قوت صرف کی تھی انکی آہنی گرفت سے خود کو چھڑانے کی مگر کر نہیں پایا۔وہ رویا تھا چلایا تھا۔ماں سے التجا بھی کی تھی مگر سب بے سود رہا۔

جس وقت اسے گاڑی میں بٹھایا گیا تھا وہ چیخنا چلانا یک دم بند کر گیا تھا۔گاڑی کی بیک سیٹ پر بیٹھے وہ بار بار اپنی آنکھوں کو صاف کرتا بے آواز روتا کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔

. . . .

"بی بی جان آئی ایم سوری۔پلیز معاف کر دیں اس بار۔آئی پرامس آئندہ ایسی غلطی نہیں ہو گی"۔وہ پچھلے پندرہ منٹ سے انکے قدموں میں بیٹھا انکا گھٹنا تھامے ایسے ہی منت سماجت کر رہا تھا مگر وہ تھیں جو صوفے پر بیٹھیں اس سے ناراضگی کے طور پر مسلسل رخ دوسری طرف موڑے ہوئے تھیں۔

"بی بی جان پلیز ایسے تو مت کریں۔اچھا آپ بھلے سزا دے لیں"۔آخر کار زچ ہوتے اس نے ذرا سا اوپر ہوتے انکو کندھوں سے پکڑ کر اپنی طرف موڑا تھا۔انکا چہرہ دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا تھا جو پوری طرح سے آنسوؤں سے تر تھا۔طلال کا چہرہ بے چینی میں ڈوب گیا تھا۔کسی بچے کی مانند اس نے اپنا سر انکی گود میں رکھا تھا۔

"بی بی جان آپ پلیز رویا مت کریں۔آپ جانتی ہیں میں آپ سے کتنا پیار کرتا ہوں۔آپ کی آنکھ سے نکلنے والا ہر آنسو میرے دل پر گرتا محسوس ہوتا ہے۔یوں لگتا ہے جیسے رفتہ رفتہ کوئی

Copyright by New Era Magazine

جسم سے روح نکال رہا ہو۔ساری دنیا روئے میری بلا سے بس آپ نہ روئیں"۔اسکی آواز پست سے پست ہوتی جا رہی تھی۔وحشت زدہ سی حالت میں جیسے وہ خود سے سرگوشی کر رہا تھا۔وہ بمشکل اسکی بات سن پائی تھیں۔وہ بچپن سے ہی انکی نم آنکھیں دیکھ کر ایسا ہی جذباتی ہو جایا کرتا تھا۔اب بھی اسکی حالت دیکھ وہ نرم پڑی تھیں۔

"اچھا اٹھو اب نہیں روتی میں۔ایک نمبر کے ڈرامے باز ہو تم۔"اسکے چوڑے شانے پر چپت لگاتے وہ خائف سی بولیں تو وہ سیدھا ہوا۔پھر مسکرا کر انکے آنسو صاف کیے تھے۔

"مگر ایک شرط ہے آئندہ تم گاڑی احتیاط سے چلاؤ گے"۔

اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالوں میں لے کر ایک بار پھر غور سے اسکے ماتھے کا جائزہ لیا تھا جہاں ایک پتلی سی سرخ لکیر بنی ہوئی تھی۔آفس سے واپسی پر اچانک آگے آئے موٹر سائیکل کو بچاتے ایک دم بریک لگاتے ہوئے اسکا سر اسٹیرنگ سے ٹکرایا تھا۔سیٹ بیلٹ کے باعث بچت ہو گئی تھی صرف ماتھے پر ہلکی سی خراش سی آئی تھی۔لیکن بی بی جان کو اسکی اتنی سی چوٹ بھی کہاں برداشت ہوتی تھی۔انکا پر نور چہرہ اسکی ذرا سی تکلیف پر کملا جایا کرتا تھا

"وعدہ۔مگر میں سچ کہہ رہا ہوں ابھی بھی میری غلطی نہیں تھی۔سامنے اچانک سے وہ بائیک آ گئی تھی"۔انکے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھتے وہ مسکرا کر وضاحت دے رہا تھا۔اس دنیا میں وہ واحد ہستی تھی جسے وہ چھوٹی سے چھوٹی بات کے لئے بھی سو وضاحتیں بڑے آرام سے دے لیا کرتا تھا۔ورنہ باہر کی دنیا میں وہ کسی کو خاطر میں لاتا ہی کب تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews
Copyright by New Era Magazine

وہ طلال حسان تھا۔ بلا کا ضدی اور خود سر۔ اسکے وجیہہ چہرے کے گرد سورج کی کرنوں جیسی روشنی تھی آنکھوں کو خیرہ کرتی ساتھ میں اس پر سجے تیکھے نقوش میں جو گرمی تھی وہ آنکھیں چندھیا دیا کرتی تھیں۔ وہاں ہمہ وقت ایک سنجیدگی و تنفر چھایا رہتا تھا۔ دنیا کے لیے وہ بے نیاز اور پتھر کا مجسمہ تھا سبھی احساسات سے عاری۔ جو اپنے سامنے کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا ۔ مگر اپنی بی بی جان کے لیے وہ ایک فرمانبردار، خوش مزاج اور بلا کا جذباتی بیٹا تھا۔

"ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا طلال۔ تم میری زندگی کا سب سے قیمتی اثاثہ ھو بچے۔ میرے رب کی طرف سے عطا کی ہوئی سب سے خوبصورت نعمت۔ تمہاری بی بی جان کی سانسیں تمہاری سلامتی کی مرہون منت ہیں"۔

اسکے روشنی بکھیرتے چہرے کو نظروں میں رکھے وہ ممتا سے پر نم سے لہجے میں کہہ رہی تھیں ۔ طلال نے سر ہلا کر انکا ہاتھ عقیدت سے اپنے ہونٹوں سے لگا یا تھا۔ یہ بات اس سے بہتر کون جان سکتا تھا۔

اس رات بستر پر لیٹتے جوں ہی اس نے آنکھیں بند کی تھیں وہی سرخ بھیگی پلکوں والا چہرہ پلکوں کی جھلی کے اس پار لہرایا تھا۔ پیچھلے چار دن سے یہ اسکا معمول بن گیا تھا۔ رات سونے کے لئے جوں ہی وہ پلکیں موندتا اسکی تصویر چھپ سے نگاہوں میں آسماتی تھی۔ اور وہ جھٹ سے آنکھیں کھول لیتا۔ پھر وہ ہوتا اور اسکی شعوری کوشش۔ اس پری پیکر سے دھیان ہٹانے کی۔ وہ اس کے بارے میں اپنے پی اے سے تمام معلومات لے چکا تھا۔ اور اسکے بعد اسے خود اپنا یہ عمل عجیب سا لگا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

آج بھی وہی ہوا تھا مگر آج اس نے اپنی آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔وہ آج یہ حقیقت بھی جان لینا چاہتا تھا۔اور پھر چند پل لگے تھے یہ راز منکشف ہونے میں۔ادراک کا وہ لمحہ اس قدر حیران کن تھا کہ اس نے نہ صرف اپنی آنکھیں کھولی تھیں بلکہ لیٹے سے ہی اٹھ بیٹھا تھا۔

تو وہ ان آنکھوں میں تیرتا وہ پانی تھا جو اسے بے چین کیے ہوئے تھا۔لیکن ایسا بھلا کیسے ممکن تھا ؟وہ تو صرف اپنی بی بی جان کی آنکھوں میں آنسو دیکھنے کا روادار نہیں تھا۔وجہ تھی اس روئے زمین پر صرف ایک وہ ہستی تھیں جنھیں وہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے پیار کرتا تھا۔

تو کیا وہ اسے دیکھ کر پہلی نظر کی محبت کا شکار ہوا تھا؟۔وہ جو ساری عمر سوچتا آیا تھا محبت انسان کے دامن میں سوائے خساروں کے کچھ نہیں ڈالتی۔اس نے اپنے ارد گرد کی محبتوں کے بھیانک انجام دیکھے تو تھے۔جنکے بعد وہ اسی نتیجے پر پہنچا تھا محبتوں کے شہر کے باسی اپنے ہاتھوں خوشی خوشی روگ لیتے ہیں اور پھر تمام عمر اسے سینے سے لگائے سکتے ہیں۔یہ ایک ایسا سیلابی ریلا ہے جس کا بند جب ٹوٹ جاتا ہے تو ساتھ بہت سارے اور بھی رشتے بہا لے جاتا ہے ۔پھر پچھتاوے ہوتے ہیں جو زہر تیاگ ثابت ہوتے ہیں۔

اسکی سوچ پر مسکرا کر محبت نے وقت آنے پر اسے چنا تھا۔وہ صرف اسکے ایک سیاہ پہلو کو دیکھ اس سے دور بھاگتا تھا۔مگر اب وہ مہربان ہوئی اسے اپنی آغوش میں لینے کے درپے تھی۔وہ اسے دکھا دینا چاہتی تھی۔اگر میں جان کا روگ بن کر زندگی بے رنگ کرتی ہوں تو وہیں روح میں بس کر اسے سیراب بھی کرتی ہے ہاں مگر قسمت مہربان ہونی چاہیے۔اور طلال حسان کو

Copyright by New Era Magazine

خدانے محبت معاملے میں بڑا غنی کیا تھا۔اسکے حصے میں کم مگر خالص محبتیں تھیں۔بے لوث ہر کھوٹ سے پاک۔جس کا اسے صرف احساس نہیں تھا۔

. . . .

لیلیٰ شاپنگ مال آئی تھی اور ساتھ مقدس کو بھی کھینچ لائی تھی۔وجہ صرف یہ تھی کہ ذریاب کے پاس ٹائم نہیں تھا اور خود وہ یہاں کے راستوں سے ناواقف تھی۔

پورے چار گھنٹے خوار ہونے کے بعد اللہ اللہ کر کے اسکی شاپنگ ختم ہونے کو آئی تھی مقدس نے بے اختیار شکر کا کلمہ ادا کیا۔پارکنگ ایریا میں آئے ہی تھے کہ لیلیٰ کو اچانک انکشاف ہوا ایک بیگ وہ وہیں کاؤنٹر پر ہی چھوڑ آئی ہے۔اسے گاڑی تک جانے کا کہا اور خود وہ واپس مڑی تھی۔

وہ چل کر گاڑی کے پاس آئی تھی۔اور پھر وہاں کھڑے ہو کر اس کا انتظار کرنے لگی پانچ منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی تھی۔وہ گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی جب ان کی گاڑی کے ساتھ ایک اور گاڑی کھڑی ہوئی۔اس میں سے برآمد ہونے والی شخص کو دیکھ لیلیٰ چونکی اور پھر خوشگوار حیرت میں گھر گئی۔

"ایکسیوزمی! اگر میں غلط نہیں ہوں تو آپ طلال حسان ہیں؟"۔وہ شہادت کی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتی دبی دبی آواز میں پرجوش سی بولی۔وہ شخص رکا تھا اور ایک نظر اس پر ڈالی ۔بلیک ڈریس سوٹ میں ملبوس اسکی وضع وطرہ سے ہی امارت جھلکتی تھی۔اس پر اسکے چھ

Copyright by New Era Magazine

فٹ سے نکلتے قدو تنومند جسامت اور سنہری رنگت لئے چہرے پر سجے تیکھے نقش اسکی شخصیت میں اک عجب رعب وو قار پیدا کرتے تھے۔اسے وجاہت کا شاہکار کہا جاتا تو غلط نہیں تھا۔

"جی میں طلال حسان ہی ہوں۔بٹ آئی ایم سوری میں نے آپ کو پہچانا نہیں"۔آنکھوں پر چڑھائے سن گلاسز اتارتا وہ اپنے ازلی پر اعتماد لہجے میں گویا ہوا۔

"اومائی گاڈ واٹ آ پلیزنٹ سرپرائز۔میں لیلیٰ ہوں۔لندن میں تمہاری نیبر؟"۔وہ خوش ہوتی اسے یاد دلا رہی تھی۔مقدس ہونق سی تھوڑے فاصلے پر کھڑی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"اوہ لیلیٰ۔میں نے بلکل نہیں پہچانا تھا۔کافی سال ہوئے وہاں کا چکر ہی نہیں لگا"۔اسے بھی جیسے یاد آیا تھا۔لندن وہ جب ہائر اسٹڈیز کے لئے گیا تھا تو دو سال رہا تھا۔اور تب انکے ساتھ سلام دعا رہتی تھی۔لیلیٰ کے فادر اس کے پاپا کے پرانے جاننے والے تھے۔لیلیٰ نے اس سے باقاعدہ ہاتھ ملایا تھا۔طلال نے بھی چہرے پر مسکراہٹ سجا کر اسکا ہاتھ تھاما۔لیلیٰ کے پرجوش انداز کی نسبت وہ بہت نارمل سا کھڑا تھا۔

"لیکن میں نے تو ایک سیکنڈ میں پہچان لیا۔بہت خوشی ہوئی تمہیں یوں اچانک دیکھ کر۔کیسے ہو؟"۔اس کے پہچان لینے پر بنا برا منائے لیلیٰ اب بے تکلفی سے کہہ رہی تھی۔وہ دونوں ہی مقدس کو یکسر نظرانداز کیے ہوئے تھے۔جو ان سے ذرا فاصلے پر کھڑی تھی۔اور اب کوفت اور بیزاری اس کے چہرے سے صاف جھلک رہی تھی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں اور تم یہاں کیسے؟"۔بیزاری کے باوجود وہ مروت نبھاتے بولا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"میں اپنے ہسبنڈ کے ساتھ آئی ہوئی ہوں۔کچھ دنوں میں ہماری واپسی ہے۔تم سناؤ شادی کرلی کہ ابھی تک ایسے ہی گھوم رہے ہیں؟"۔اس کے پوچھنے پر وہ مسکرایا تھا۔

"نہیں ابھی تک ایسے ہی گھوم رہا ہوں"۔اس کے پوچھنے کے انداز سے محظوظ ہوتا وہ شانے اچکا کر بولا۔لیلیٰ ہنس دی۔

"بھابی آپ پلیز کار ان لوک کر دیجیے میں اندر بیٹھ کر آپ کا ویٹ کر لیتی ہوں"۔ان کو محو گفتگو دیکھ کر بلا آخر وہ بول اٹھی تو یکدم وہ دونوں چونک کر اس کی جانب مڑے۔آتے جاتے لوگوں کی نظروں سے خائف ہوتی وہ چہرے پر دنیا جہاں کی بیزاری سجائے انہیں دیکھ رہی تھی ۔لیلی اس کے اس طرح خلل ڈالنے پر بدمزگی کا شکار ہوئی تھی۔مگر سامنے کھڑے اس شخص کی آنکھیں اسے دیکھ کر حیرت اور انبساط سے چمک اُٹھی تھی۔قسمت یوں بھی مہربان ھوتی ھے وہ نہیں جانتا تھا۔اس کے ہونٹوں پر ایک بڑا جاندار سا تبسم بکھرا تھا۔بلیک حجاب کے ہالے میں دمکتا اسکا چاند سا چہرہ آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا۔

"لیلیٰ یہ کون ہیں؟۔تم نے تعارف نہیں کروایا؟"۔مقدس کو نظروں کے حصار میں رکھے وہ بشاشت سے کہہ رہا تھا۔مجبوراً لیلیٰ کو چند قدم چل کر مقدس کے پاس جانا پڑا۔طلال نے اسکی پیروی کی تھی۔

"طلال یہ میری نند ہے مقدس۔اور یہ طلال ہے ہمارا فیملی فرینڈ"۔لیلیٰ اپنے چہرے پر پھیلے ناگواریت کے تاثرات چھپاتی نپے تلے انداز میں بولی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"ہیلو مس مقدس"۔ مسکراتی نظروں سے مقدس کو دیکھتے اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا ۔مقدس نے پہلے اسے اور پھر اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھا تھا۔اس کی آنکھوں میں پہلے حیرت اور پھر ناگواری کے تاثرات اترے تھے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا اسے یہ بے تکلفی پسند نہیں آئی۔

"اسلام علیکم"۔روکھے سے انداز میں سلام کرتے وہ اس کے بڑھے ہاتھ کو یکسر نظر انداز کرتے نظریں پھیر گئی۔

اس کی اس حرکت پر جہاں لیلٰی کو شدید تاؤ آیا وہیں طلال کے چہرے پر مسکراہٹ گہری ہوئی۔ اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔

"برا مت ماننا طلال۔دراصل مقدس ضرورت سے زیادہ ہی مذہبی ہے"۔لیلٰی نے شرمندگی بھرے لہجے میں کہتے ساتھ ساتھ مقدس پر طنز بھی کیا تو بدلے میں اس نے ایک پل کے لئے صرف خفا نظروں سے اسے دیکھا تھا مگر بولی نہیں۔طلال اسکالال بھبھوکا چہرہ بڑی جانچتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"اینی وے میں تمہیں اپنا نمبر دیتی ہوں بلکہ گھر کا ایڈریس دیتی ہوں۔تم آنا کبھی مجھے خوشی ہو گی"۔وہ بولی تھی طلال نے اسے دیکھ کے مسکرا کر سر ہلایا۔جس پر وہ شاپنگ بیگ گاڑی کے بونٹ پر رکھتی بیگ میں سے پین اور ایک چھوٹی سی ڈائری نکال کر اس پر جھک گئی۔اس دوران طلال کے نظریں مقدس کے چہرے پر جمی رہی تھی۔مقدس بے شک اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔پھر بھی اس کی نظروں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس کر کے اسے شدید

Copyright by New Era Magazine

ناگواری کا احساس ہو رہا تھا۔وہ شخص پہلی ملاقات میں ہی اسے زہر لگا تھا۔اپنا رخ موڑ کر اس نے جیسے خود کو اس کی نظروں سے بچایا تھا۔طلال کی زیرک نگاہوں سے اسکا یہ عمل چھپ نہیں پایا تھا۔اک سکون تھا جو رگ و پے میں اترتا چلا گیا۔

"یہ لو"۔لیلیٰ کی آواز پر وہ سیدھا ہوا اسکے ہاتھ سے وہ پیپر لے چکا تھا۔الوداعی کلمات کہتے وہ سن گلاسز دوبارہ اپنی ذہانت و دانائی سے چمکتی آنکھوں پر چڑھائے آگے بڑھ گیا تھا۔مگر جانے سے پہلے بھی مقدس کو اپنی گہری بولتی بے باک آنکھوں سے زچ کرنا نہیں بھولا تھا۔

"توبہ ہے۔کیسے کیسے تھرڈ کلاس لوگ ہیں بھابھی کے حلقہ احباب میں"۔اسکی بے باک نگاہوں پر کڑھ کر سوچتی وہ جھرجھری لے کر کار میں بیٹھی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

. . . .

بلیک کلر کی شلوار قمیض جس کے بازو اور دامن پر سرخ پیچ بارڈر لگا ہوا تھا۔سر پر کالے دوپٹے سے لئے حجاب میں وہ کتنی پر وقار اور معتبر دکھائی دے رہی تھی۔جب کہ اس کے ساتھ لیلیٰ جینز اور ٹاپ میں ملبوس اپنے شولڈر کٹ گولڈن بالوں میں اپنی تمام تر خوب صورتی کے باوجود اس کے سامنے ماند پڑتی لگ رہی تھی۔کسی نے سچ ہی کہا ہے۔عورت پردے میں چھپی زیادہ باعظمت و پر کشش دکھائی دیتی ہے۔جیسے کسی سیپ میں بند کوئی قیمتی موتی۔جو ہر ایک کے لئے قابل حصول نہیں ہوتا۔جسے دیکھ کر ہر آنکھ خیرہ نہیں ہو سکتی۔وہ تو بس کسی خاص کے نصیب میں لکھا ہوتا ہے۔اسکی نظروں سے وہ کس قدر غیر آرام دہ ہوئی تھی۔اسے اندر تک سرشاری سی سرشاری اترتی محسوس ہوئی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

گاڑی ڈرائیو کرتے وہ مسلسل اسے ہی سوچ رہا تھا۔ مسکراہٹ تھی کہ آج اسکے ہونٹوں سے جدا ہو ہی نہیں رہی تھی۔ وہ طلال حسان جس کی بی بی جان اس سے ہمیشہ گلہ کیا کرتی تھیں کبھی مسکرا بھی دیا کرو۔ آج اسے یوں اکیلے متبسم دیکھ لیتیں تو کہیں نوٹ اسکے سر سے وار دیتیں۔ گھر آتے ساتھ ہی بی بی جان نے اسے پکڑ کر اسکا ہاتھ کالے بکرے کے اوپر پھیروایا تھا اور پھر اسے صدقے میں دیا تھا۔ اسکے چھوٹے سے ایکسیڈنٹ کو بھی انہوں نے اپنے حواسوں پر جیسے سوار کر لیا تھا۔ انکے اس محبت بھرے انداز پر وہ مسکرا دیا۔ ابھی وہ لاؤنج میں آکر بیٹھا ہی تھا ۔جب بی بی جان بھی وہیں آکر اسکے پاس بیٹھیں تھیں۔

"کیا بات ہے ؟۔ دیکھ رہی ہوں آج کل میرا بچہ ماشاءاللہ بہت خوش خوش رہنے لگا ہے"۔ کھوجتی نظروں سے اسکا چہرہ دیکھتے وہ اپنے مخصوص پر شفیق لب و لہجے میں بولتے مسکرا رہیں تھیں ۔ طلال سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"کیا بی بی جان خود ہی تو کہتیں ہیں خوش رہا کرو تو بس"۔ وہ اب بھی مسکرا رہا تھا۔

"وہ تو میں ہمیشہ کہتی ہوں رب پاک میرے بچے کو ہر خوشی سے نوازے۔ اور ان خوشیوں کو کسی کی نظر نہ لگے۔ مگر اس خوشی کی کوئی وجہ تو ہو گی ؟"۔ اسے دعاؤں سے نوازتی وہ اصل مدعے پر آئیں تھیں۔

"وجہ تو ہے بی بی جان مگر وہ میں آپ کو وقت آنے پر بتاؤں گا"۔ پر سوچ سے انداز میں کہتا وہ انھیں ٹال گیا تھا۔

"کیا نام ہے اسکا؟"۔ اسکی طرف تھوڑا جھک کر رازداری سے پوچھا گیا تھا طلال چونکا۔

Copyright by New Era Magazine

"کس کا نام؟"۔ طلال نے نظریں چرائی تھیں جیسے اسکی چوری پکڑی گئی ہو۔

"وہی جو اس تبدیلی کی وجہ بنی"۔ وہ اسکی حالت سے محظوظ ہوئی تھیں۔

"آپ کو کیسے پتہ چلا؟"۔ اپنی بڑی بڑی کشادہ چمکتی آنکھیں پھیلائے وہ حیرت زدہ سا تھا۔

"تم سے میرا رشتہ کوک کا نہ سہی دل کا ضرور ہے بچے۔ جو اتنا مظبوط تو ہے کہ تمہارے دل کی ہر بات تم سے پہلے میرے دل تک پہنچ جاتی ہے"۔ اسکے شانے پر اپنا نحیف ہاتھ رکھے وہ ممتا سے لبریز لہجے میں بول رہی تھیں۔ اور اس بات کا اعتراف تو طلال کے دل نے بھی کیا تھا۔

"مقدس نام ہے اسکا۔ نجانے کون سی مقناطیسی کشش ہے اس میں۔ میرا دل پہلی نظر میں ہی اسکی کھچا چلا گیا۔ بس اسکا احساس ذرا دیر سے ہوا"۔ وہ کہتے ہوئے ذرا سا ہنسا تھا۔ بی بی جان نے بغور اسکا چہرہ دیکھا تھا جہاں ایک عرصے بعد حقیقی خوشوں کے رنگ جھلملاتے اسے اور بھی جاذب نظر بنا رہے تھے۔ انھوں نے دل ہی دل اسکی نظر اتاری تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تو کیا وہ ایک نارمل زندگی کی جانب گامزن تھا؟۔ وہ طلال حسان جو ان کے شادی کے ذکر کرنے پر ہی بھڑک جاتا تھا۔ آج خود اپنی پسندیدگی کا اظہار کر رہا تھا۔ اگر یہ حقیقت تھی تو ان کے لئے بہت حیران کن اور خوشگوار تھی۔

"تو پھر کب ملوا رہے ہو مجھے؟"۔ ان کے دل کی خواہش لبوں پر آ ہی گئی۔

"ابھی نہیں بی بی جان۔ پہلے میں خود تو مل لوں"۔ مسکراہٹ اس کے لبوں پر مچل رہی تھی ۔اس کے مبہم سے انداز پر بی بی جان نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

Copyright by New Era Magazine

"کیا مطلب خود تو مل لوں؟۔تم ملے نہیں اس سے؟"۔وہ نہ سمجھی سے استفار کرنے لگیں تو طلال نے تمام کہانی ان کے گوش گزار کردی۔بی بی جان جو سنتے جارہی تھی ان کے دل میں اس کی خوشیوں کی سلامتی کی دعا نکلتی جارہی تھی۔

. . . .

مین ڈور پر مسلسل بیل ہورہی تھی۔وہ کچن میں مصروف تھی۔پہلے توانتظار کرتی رہی کہ شاید لیلی زحمت کرلے۔مگر مسلسل آتی آواز پر مجبوراً برنر بند کرتی وہ خود ہی باہر گئی تھی۔

دروازہ کھولتے ہی جس ہستی کا چہرہ دکھائی دیا تھا وہ اسکا حلق تک کڑوا کرنے کو کافی تھا۔ایش گرے تھری پیس سوٹ میں آنکھوں پر شیڈ چڑھائے اپنے مخصوص مغرور و شاہانہ انداز میں سامنے کھڑا تھا۔مقدس کو دیکھ کر اسکے لبوں پر بڑی پر سرار سی مسکراہٹ بکھری تھی۔اس نے غیر ارادی طور پر سر پر جما دوپٹہ ماتھے تک کھنچا تھا۔

"ہیلو! مس مقدس ہاؤ آر یو؟"۔اپنے مزاج کے برعکس وہ بہت شائستگی کا مظاہرہ کرتے بولا تھا ۔شیڈز اتار اب وہ گہری آنکھیں بھرپور انداز میں فرصت سے اسکا جائزہ لے رہی تھیں۔

"جی کس سے ملنا ہے آپکو؟"۔اسکی نظروں سے خائف ہوتی،اسکا سوال یکسر نظر انداز کیے وہ ٹھس سے انداز میں بولی تو طلال کے ہونٹوں پر بڑی جاندار سی مسکان نے بسیرا کیا تھا۔اپنی تیس سالہ زندگی میں سوائے بی بی جان کے اس نے کبھی کسی کو خاطر میں نہ لایا تھا۔وہ توکسی سے سیدھے منہ بات تک کرنے کا عادی نہیں تھا۔اور کہاں یہ چھٹانک بھر کی لڑکی اسے خوار کررہی تھی۔واہ رے نصیب۔

Copyright by New Era Magazine

"اگر میں کہوں کہ۔۔۔۔آپ ہی سے ملنا ہے تو؟"اسکی آنکھوں میں جھانکتا وہ ایک قدم اور آگے لیتا ذرا سا جھک کر اسکی آنکھوں میں جھانکتے دل موہ لینے والی دلکش بھاری آواز میں گویا ہوا تھا۔

"جی؟"۔اس جی میں حیرت سے زیادہ ناگواری کا عنصر نمایاں تھا۔پہلی ملاقات میں ہی اسکا تاثر کچھ اچھا نہیں پڑا تھا اور آج اسکا یہ بے باک انداز مقدس کو اور زیادہ متنفر کر گیا تھا۔وہ محظوظ ہوتا اسکے چہرے کے پتھریلے تاثرات دیکھ رہا تھا۔وہ ماہ جبین سا روشن چہرہ کھلی کتاب سا تھا۔دل کے راز بیان کرتا۔

"آپ غلط ایڈریس پر آئے ہیں۔میں ہر ایرے غیرے سے نہیں ملتی"۔بہت مہذب انداز اپناتے اس نے اسکو کھری کھری سنائی تھیں۔

"اتنا غرور۔انٹرسٹنگ۔سجتا ہے آپ پر"۔بنا نظریں ہٹائے وہ سراہ رہا تھا۔مقدس سے مزید اسے برداشت کرنا محال ہوا تھا۔اسکے منہ پر دروازہ بند کرنا چاہا تھا جب دروازے کے پٹ پر ہاتھ رکھتے اسکی یہ کوشش وہ ناکام بنا گیا تھا۔حیرت انگیز طور پر وہ اب بھی پرسکون اور ٹھنڈے مزاج کا مظاہرہ کرتے مسکرا رہا تھا۔اسکی جان پہچان کا کوئی شخص اسے یوں دیکھ لیتا تو اب تک حیرت کے وسیع سمندر میں ڈبکیاں لگا چکا ہوتا۔

"ارے آپ تو برا ہی منا گئی ہیں۔مذاق کر رہا تھا۔لیلٰی سے ملنے آیا ہوں"۔اسکے سرخی مائل چہرے پر تنے نقوش دیکھ کر وہ فوراً شرافت کے جامے میں آیا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"میرا اور آپکا مذاق بنتا نہیں ہے اور بھا بھی گھر پر نہیں ہیں"۔ایک نا گواریت سے بھرپور نگاہ اسکے وجیہہ چہرے پر ڈال وہ نظریں پھیرتے بڑی صفائی سے جھوٹ بول گئی تھی۔(اللہ جی پلیز معاف کر دیجئے گا)۔طلال کے ہونٹ "اوہ" کے انداز میں سکڑے تھے۔اسکے جواب پر مایوسی ہوئی تھی۔

"کون ہے مقدس؟"۔عقب سے آتی لیلیٰ کی آواز پر وہ جی بھر کے نادم ہوئی تھی۔طلال کی زیرک نگاہیں اسکے چہرے کا طواف کر رہی تھیں جواب آنکھیں میچ کر اپنا جھوٹ کھل جانے پر خجل دکھائی دیتی تھی۔اسکا جی چاہا تھا وہ زندگی سے بھرپور قہقہہ لگائے مگر وہ ضبط کر گیا۔لیلیٰ ادھر ہی آ رہی تھی ایک کاٹ دار نگاہ اس پر ڈال مقدس بنا کوئی لیلیٰ کو جواب دیے سرعت سے پلٹ کر آگے بڑھ گئی تھی۔طلال کی نگاہیں اسکے قدموں سے لپٹی چلی جا رہی تھیں۔

اس کے پیچھے پیچھے وہ لیلی کے ساتھ اندر کی جانب بڑھا۔

"مقدس پلیز طلال کے لئے کولڈ ڈرنک لے کے آؤ"۔ڈرائنگ روم میں اسے اپنے ہمراہ لیے داخل ہوتے وہ مقدس کو آرڈر دینا نہیں بھولی۔مقدس کا جی چاہا کہ وہ صاف انکار کر دے ۔مگر پھر باہر کے فرد کے سامنے یوں بدمزگی پیدا کرنا اسے اچھا نہ لگا۔کلس کر وہ کچن میں آئی تھی۔جلدی جلدی ٹرے میں دو گلاس سجا کر ڈرائنگ روم کی جانب چل دی۔وہ جلد از جلد یہ کوفت بھرا کام نمٹا دینا چاہتی تھی۔دروازے سے داخل ہوئی تو سامنے ہی وہ بڑے تفاخر سے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کے شاہانہ انداز میں بیٹھا تھا۔لیلیٰ کے ساتھ بات کرنے میں مگن تھا لیکن اسے دیکھ کر بڑی فرصت سے بات ادھوری چھوڑ کر اس کا جائزہ لیا تھا۔اور اس کے یہی انداز

Copyright by New Era Magazine

مقدس کے دل میں آگ لگا دیا کرتے تھے۔اب بھی بڑی مشکل سے خود پر ضبط کرتے ہونٹ بھینچ کر اس نے ایک گہرا سانس خارج کیا تھا۔

ٹرے سنٹرل ٹیبل پر رکھے وہ الٹے پاؤں بھاگنے ہی والی تھی کہ اس کی آواز نے اس کے قدموں کو جکڑا۔

"ارے مس مقدس آپ تو بھاگ رہی ہیں جسے میں کوئی انسان نہیں کوئی آدم خور ہو۔کچھ دیر رکئے گھر آئے مہمان کو کمپنی دیجئے"۔طلال اس کے ارادے بھانپ چکا تھاتب بھی اسے زچ کرنے کو بولا۔پتہ نہیں کیوں مگر اسے یوں چڑا کر اسے مزا آرہا تھا۔اب بھی اس کے چہرے کے تنے ہوئے نقوش سے محظوظ ہوا تھا۔

"بہتر ہوگا آپ جن کے مہمان ہیں وہی آپ کو کمپنی دیں"۔ایک ایک لفظ چبا کر کہتی وہ ایک غصیلی نگاہ اس پر ڈالتے تیز قدموں کے ساتھ باہر نکل گئی۔طلال کی آنکھوں میں شرارت صاف نظر آرہی تھی۔

لیلیٰ جواب تک خاموشی سے سارا منظر دیکھ رہی تھی۔مقدس کے اس قدر بدتمیزی پر جہاں پیچ وتاپ کھا کر رہ گی۔وہی اس کے ذہن میں کچھ کلک ہوا تھا۔جتنا وہ طلال حسان کو جانتی تھی وہ فلرٹ قسم کا بندہ تو بالکل نہیں تھا۔بلکہ وہ تو کافی ریزرو اور قدرے روڈ سی طبیعت کا مالک تھا ۔لندن میں بھی اس کے پاپا کے ساتھ علیک سلیک تھی۔کبھی کبھار پاپا کے بہت اصرار پر وہ ان کے گھر بھی آیا کرتا تھا۔مگر اس کے باوجود وہ بہت حد تک اپنے خول میں سمٹے رہتا تھا۔زیادہ

Copyright by New Era Magazine

ترا پنے سامنے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔اس جیسے شخص کا مقدس میں اس طرح انٹرسٹ دکھانا؟۔لیلیٰ کے ہونٹوں پر ایک پر سرار سی مسکراہٹ آئی جسے وہ جلد ہی ضبط کر گئی۔

"ایم سوری طلال تو پلیز مقدس کی باتوں کا برا مت منانا۔وہ تھوڑی الگ طبیعت کی ہے"۔لیلیٰ کی آواز پر وہ چونک کر اس کی جانب متوجہ ہوا تھا جو ابھی بھی دروازے کو دیکھ رہا تھا جہاں سے مقدس کرتی تھی۔کچھ سوچ کر وہ ایک فیصلے پر پہنچا۔

"لیلیٰ میں ٹو دا پوائنٹ بات کرنے کا عادی ہوں۔گھما پھرا کر بات کرنا میری طبیعت کا حصہ نہیں ہے۔میں مقدس سے شادی کرنا چاہتا ہوں"۔بہت اطمینان سے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولتا وہ اسے شاکڈ کر گیا۔

اتنا تو وہ جان گئی تھی وہ مقدس میں دلچسپی لے رہا ہے۔مگر وہ یوں اچانک شادی کی بات کر دے گا یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔کچھ پل کے لئے وہ کچھ بول ہی نہیں سکی تھی۔

"بٹ مقدس کا رشتہ تو پہلے سے طے ہے"۔اس کے اس انکشاف پر طلال چونکا تھا۔ٹانگ نیچے کرتے وہ سیدھا ہوتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔دو قدم چل کر وہ گلاس ونڈو کے پاس کھڑا باہر موجود چھوٹے سے باغیچے کو دیکھ رہا تھا۔

"رشتہ ہوا ہے نکاح تو نہیں۔اور رشتے عموماً ٹوٹ بھی جاتے ہیں۔جہاں تک میری معلومات ہیں۔تمہارے ساس اور سر حیات نہیں ہیں۔اس لحاظ سے مقدس کے بارے میں جو بھی فیصلہ ہو گا وہ تم اور تمہارا شوہر کرو گے۔تمہیں صرف اپنے شوہر کو کنوینس کرنا پڑے گا"۔اس کی ہموار اور پر اعتماد آواز اور اس قدر اکٹھی کی ہوئی معلومات پر وہ گڑ بڑائی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"اچھا تو بدلے میں مجھے کیا ملے گا؟"۔وہ لمحوں میں اپنی اصلیت پر آگئی تھی۔اس کے خاندان کی لالچ کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھا۔لبوں پر ایک استہزایہ مسکراہٹ لیے اس کی جانب بڑھا تھا جو بڑی شاطر نظروں سے مسکرا کر اسے ہی دیکھ رہی تھی۔اس کے باپ کے ان لوگوں پر کافی احسانات تھے یہی وجہ تھی کہ وہ اس کے آگے پیچھے گھومتے رہتے تھے۔

"جو تم چاہو"۔وہیں کھڑے ہو کر گردن موڑے اسے دیکھتے اس نے شاہانہ پیشکش کی تھی۔

"تمہارا لندن والا گھر"۔اپنی مانگ رکھنے میں اس نے ایک لمحے کی دیری بھی نہیں کی تھی ۔جیسے وہ پہلے سے سوچ کر بیٹھی تھی۔

"اوکے ڈن"۔کچھ پل تو وہ اسے جانچتی نظروں سے دیکھتا رہا۔پھر بنا کسی توقف کے ہاں کر دی جس پر لیلیٰ کے چہرے کی خوشی دیدنی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

. . . .

"ہے ہنی۔آئی ہیو آ گریٹ نیوز فار یو"۔پورا دن وہ مختلف پراپرٹی ڈیلرز کے ساتھ خوار ہوتا رہا تھا۔کمرے میں داخل ہوتے ہی لیلیٰ اسے دیکھ کر ڈریسنگ ٹیبل کے آگے سے اٹھتی چہکتی آواز میں بولتی اسکی طرف بڑھی تھی۔وہ جب سے پاکستان آئے تھے زریاب نے پہلی مرتبہ اسے اتنا خوش دیکھا تھا۔وہ مسکرایا۔

"تم جانتے ہو مقدس کے لیے ایک بہت اچھا پروپوزل آیا ہے۔لڑکا اچھے خاندان کا ہے۔خوبصورت ہے اور سب سے بڑھ کر بہت امیر ہے"۔لیلیٰ نے اپنی طرف سے اسے بریکنگ نیوز دی زریاب بھی چونکا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"کون ہے وہ؟۔اور کب آیا یہ پروپوزل؟"۔بیڈ کی جانب بڑھتے ہوئے وہ اب سنجیدگی سے استفار کر رہا تھا۔

"طلال حسان۔میں اکثر تمہیں اس کے بارے میں بتایا کرتی تھی نا"۔پرجوش انداز میں بتاتے ساتھ اس کی تائید چاہی۔شوز اتارتے زریاب کے ہاتھ تھمے تھے۔

"وہی جس گھر ہمارے گھر کے سامنے ہیں"۔اب کی بار زریاب کو بھی یاد کرنے میں ذرا مشکل نہ ہوئی تھی۔لیلی اور اس کے موم ڈیڈا کثر اس کے بارے میں ذکر کیا کرتے تھے۔لیلیٰ تو اکثر اس گھر کو دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھی بھرا کرتی تھی۔بے شک ان کی پوری کالونی میں اس جیسا شاندار اور لگژری گھر کسی اور کا نہیں تھا۔

"لیکن وہ تمہیں اچانک سے کہاں مل گیا"۔زریاب کو یہ حسین اتفاق زیادہ ہضم نہیں ہوا تھا۔

"کچھ دن پہلے شاپنگ مال کے باہر ملا تھا۔مقدس بھی میرے ساتھ تھی۔مجھے لگتا ہے وہ اسے پسند آگئی ہوگی۔"حتی الامکان اپنا لہجہ سرسری رکھتے کہتی وہ اسکے پاس آکر بیٹھی تھی۔جواب کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

"اپنی ڈیڈ کی ڈیتھ کے بعد وہ ان کی جائیداد کا اکلوتا وارث ہے۔اس کی ایک بہت کامیاب ایڈورٹائزنگ کمپنی ہے۔یوں سمجھو تمہاری بہن کی تو بیٹھے بٹھائے لاٹری نکل آئی"۔لیلیٰ کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا ایسے میں زریاب کا ٹھٹکنا لازمی تھا۔وہ صرف مقدس کی خوشی میں اتنا خوش تو نہیں ہو سکتی تھی۔اور اس کی خوشی کی اصل وجہ اس کے اگلے جملے میں اس پر آشکار ہوگئی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"زریاب وہ ہمیں اپنا لندن والا گھر بھی دینے کو تیار ہے۔آئی ایم سو ہیپی۔تم جانتے ہو نہ اس جیسا گھر میرا کتنا بڑا ڈریم تھا "۔اپنی خوشی میں مگن وہ بول رہی تھی جبکہ زریاب کے ماتھے پر شکنیں نمودار ہوئی تھیں۔

"تم ہوش میں تو ہو؟۔میری بہن کا تم رشتہ کر رہی ہو یا اس کا سودا؟۔تم ایسا کر بھی کیسے سکتی ہو ؟۔میں نے آج تک تمہاری ہر بات مانی ہے۔تم نے کہا یہ گھر سیل کر دو میں ایسا ہی کر رہا ہوں۔تم نے کہا مقدس کی شادی جلد از جلد کر دو میں نے اس کی خاطر اس کا رشتہ توڑ دیا تاکہ جلدی سے کہیں اور اس کی شادی کر سکوں۔مگر اب جو تم کہہ رہی ہو وہ ماننا میرے لیے نا ممکن ہے۔اتنا بے غیرت نہیں بن سکتا کہ بدلے میں گھر لیتا پھروں"۔بیڈ سے اٹھ کر وہ پہلی بار اس کے سامنے اونچی آواز میں بات کر رہا تھا۔اس کے چہرے کے تنے ہوئے نقوش اس بات کا اعلان کر رہے تھے کہاں سے یہ بات ناگوار گزری ہے۔لیلٰی نے بے یقینی بھری نظروں سے اسے دیکھا۔اس کا ردعمل اس کے لیے غیر متوقع تھا۔

"اپنی ٹون دھیمی رکھو زریاب۔فار گاڈ سیک۔ارے ہم اس سے زبردستی نہیں لے رہے وہ اپنی خوشی سے دے رہا ہے۔اور اپنی یہ سو کالڈ غیرت اور انا تم اپنے دل میں ہی دفن کر دو تو بہتر ہے۔میں تو حیران ہوں تمہاری یہ مڈل کلاس ٹیپیکل پاکستانیوں والی سوچ ابھی تک نہیں بدلی ۔وہ زمانے گئے جب ان سب باتوں کو برا سمجھا جاتا تھا۔آج کل تو گیو اینڈ ٹیک کا ٹائم ہے۔اور تم اپنی فضول کی غیرت کے نام پر نہ صرف اپنا بلکہ میرا بھی شدید نقصان کرو گے اور پھر پچھتاتے

Copyright by New Era Magazine

رہنا ساری عمر بیٹھ کر"۔وہ ایک دم سے اٹھی تھی اس کا رخ جھٹکے سے اپنی جانب کرتی وہ بپھرے ہوئے انداز میں اس سے بھی زیادہ تیز اور اونچی آواز میں بولتی چلی گئی۔

"لیکن لیلیٰ یہ سب۔۔۔۔"۔اس کا گرم اور اس قدر لیے دیے والا انداز دیکھ کر خود نرم پڑ گیا ۔اسکے انداز اسکے انداز اسکی کمزوری ظاہر کر رہے تھے۔

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔دس سال بھی اگر میں اور تم دن رات محنت کرے تو بھی ویسا لگژری گھر افورڈ نہیں کر سکتے۔اور اب جب کہ ہم دو سے تین بھی ہونے والے ہیں۔بائی لک اگر وہ گھر ہمیں فری میں مل ہی رہا ہے تو ہم کیوں منہ موڑیں۔تم بس ایک مرتبہ طلال سے ملو۔اور سب جلدی سے فائنل کر دوں۔وہ ہر لحاظ سے پرفیکٹ ہے۔آئی ایم شیور تم انکار نہیں کر پاؤ گے"۔اسے نرم پڑتا دیکھ وہ بھی دھیمی ہوئی تھی اور میٹھے لہجے میں اسے رام کرتے ہوئے مسکرا کر بولی۔زریاب اس کا چہرہ دیکھتے آہستگی سے گردن ہلا گیا۔آپ نے اس کامیابی پر مسرور ہوتے وہ اس کے گلے لگ گئی۔جبکہ وہ ابھی بھی خاموش کھڑا تھا۔

. . . .

رات بی بی جان اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھی جب وہ دبے پاؤں ان کے کمرے میں داخل ہوا۔بستر پر نیم دراز بی بی جان ہاتھ میں تسبیح لیے ہوئے تھیں ان کی آنکھیں بند تھی اور ہونٹ آہستگی سے ہل رہے تھے۔طلال نے عقیدت سے انہیں دیکھا اور ان کے پاؤں کے پاس ہی جگہ بنائے بیٹھ گیا ان کا پر شفیق اور نرم تاثر لیے چہرہ اس کی نگاہوں کا مرکز تھا۔وہ بہت محویت سے انہیں دیکھ رہا تھا جب یکدم انہوں نے آنکھیں کھولی تھیں اور اس کے اوپر پھونک مار کر دم

Copyright by New Era Magazine

کیا۔ان کے اس انداز پر ہمیشہ کی طرح اس بار بھی وہ مسکرایا۔اور ہر بار کا دوہرا یا سوال ایک مرتبہ پھر دہرایا۔

"آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں آپ کے سامنے موجود ہوں۔جب کہ میں نے تو کسی قسم کی آہٹ بھی نہیں کی اور نہ ہی اس وقت میں نے کوئی باڈی سپرے یوز کیا ہوا ہے کہ آپ میری خوشبو سے پہچان لیں"۔وہ ابھی نہا کر آیا تھا۔ماتھے پر گیلے بال پڑے تھے جو معمول میں بہت سنورے ہوتے تھے۔بی بی جان نے تسبیح سائیڈ پر رکھی پھر مسکرا کر اسے دیکھا۔

"جس رب نے میرے دل میں تمہارے لئے اتنی ممتا اور انس رکھا ہے۔اسی نے مجھے تمہاری موجودگی کے احساس سے بھی نوازا ہے"۔وہ عام سے نقش و نگار والی پینسٹھ کے لگ بھگ کی عمر کی خاتون تھیں۔عام سی شکل صورت یا پھر عام سے بھی عام تر۔مگر ان کے گندمی رنگت لئے چہرے پر ہمہ وقت ایک نور پھیلا رہتا تھا۔طلال کے مطابق اس کی بی بی جان کے چہرے جیسا خوبصورت دنیا میں کسی اور کا چہرہ نہیں تھا۔

"تو پھر کیا مانگا آج آپ نے اپنے رب سے میرے لیے؟"۔کمال بے نیازی تھی۔بی بی جان نے "اپنے رب" کہنے پر اسکو ذرا تادیبی نظروں سے گھورا تھا۔مگر اسکے ہونٹوں کی مسکراہٹ پر نرم پڑ گئیں۔

"ڈھیر ساری خوشیاں،آسودگی۔غموں اور تکلیفوں سے کوسوں دوری"۔مسکراتے ہوئے جواب ملا۔

Copyright by New Era Magazine

"تو پھر یوں سمجھئے کہ آپ کی تمام دعائیں قبول کر لی گئی ہیں۔مقدس کے گھر والوں نے ہاں کر دی ہے۔اب آپ جلدی سے وہاں جایئے اور سیدھے نکاح کی تاریخ طے کر دیجئے"۔خوشی سے دمکتے چہرے کے ساتھ وہ اتاؤلے انداز میں بولا تو بی بی جان ہنس دی۔

"ارے دھیرج میرے بچے۔اتنی بھی کیا آفت مچی ہے؟"۔ان کا انداز اسے چھیڑنے والا تھا۔

"جانتی تو ہیں میری اور قسمت کی کچھ خاص آپس میں بنتی نہیں ہے۔اس سے پہلے قسمت مجھے دھوکا دے میں مقدس کو اپنا بنا لینا چاہتا ہوں۔مجھے آپ کی طرح دعاؤں پر توکل کرنے کی عادت نہیں ہے اور نہ اللہ کو میری دعائیں قبول کرنے کی۔اس لئے میں اپنے دم پر سب جلد از جلد کر لینا چاہتا ہوں"۔ایک تلخ سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آ کر رکی تھی اور وہ چمکتی آنکھوں کے ساتھ کروفر سے بول رہا تھا۔

"اونہوں۔طلال بری بات ہے بیٹا۔ناشکری بھری باتیں نہیں کرتے۔اور کس نے کہا تمہاری قسمت سے نہیں بنتی؟۔اللہ بڑا مہربان ہے تم پر بن مانگے اتنی بڑی چاہت سے نواز رہا ہے"۔ڈھیر ساری خفگی لہجے میں سموئے وہ اسے ٹوکتیں ہاتھ میں تھامی تسبیح کے دانے ورد کرتے ہونٹوں کے ساتھ گرانے لگی تھیں۔وہ دل سے مسکرا دیا۔ہونٹوں میں مچلتے بہت سے الفاظ وہیں دم توڑ گئے تھے۔کیوں کہ وہ انکی ناراضگی کسی صورت مول نہیں لے سکتا تھا۔

. . . .

زریاب طلال سے اس کے آفس میں ہی ملا تھا۔یہ ملاقات تو صرف ایک فارمیلٹی ہی تھی ورنہ لیلیٰ اسے پہلے ہی اچھی طرح باور کروا چکی تھی کہ اسے کسی صورت میں اس رشتے سے انکار کا

Copyright by New Era Magazine

کوئی حق حاصل نہیں ہے۔یہاں آتے ہوئے اس کا دل بہت بوجھل تھا۔لیکن طلال سے مل کر کہیں نہ کہیں وہ مطمئین ضرور ہو گیا تھا۔وہ ہر لحاظ سے اسے بہترین معلوم ہوا تھا۔

دل میں کہیں نہ کہیں احساس ندامت نے بھی سر اٹھایا تھا۔گھر واپسی پر بھی وہ مژد گی کا شکار تھا ۔وہ نہ تو ایک اچھا بیٹا ثابت ہوا تھا اور نہ ہی اچھا بھائی۔اپنی ہی خود غرضی اور بے لگام خواہشوں نے اسے اس مقام پر لا کر کھڑا کر دیا تھا۔جہاں سے وہ چاہ کر بھی اپنا راستہ تبدیل نہیں کر سکتا تھا ۔مجھے بچپن سے ہی انگلینڈ کا جانے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔اعلی تعلیم کے سلسلے میں وہاں گیا تھا اس کے ماں باپ نے اس کے اخراجات کس طرح پورے کئے وہ اچھے سے جانتا تھا۔لیلیٰ ایک بار پاکستانی نژاد برطانوی شہری تھی۔وہ کافی عرصے سے اپنی فیملی کے ساتھ وہاں مقیم تھی ۔دوران تعلیم ان دونوں کی آپسی اچھی انڈرسٹینڈ نگ ہو گئی تھی۔جس کے بعد زریاب نے اپنے ماں باپ کی مرضی کے خلاف برطانوی شہریت حاصل کرنے کے لئے اس سے شادی کر لی۔وہ جب سے گیا تھا ایک مرتبہ بھی واپس نہیں آیا تھا۔یہاں تک کہ اس کی ماں کی مرنے پر بھی نہیں۔اور پھر تین سال بعد جب اس کے والد کا انتقال ھوا تو وہ واپس آیا تھا مگر یہاں بھی اس کی خود غرضی شامل تھے۔وہ یہاں اپنا حصہ فروخت کرنا چاہتا تھا کہ لندن میں اپنے گھر کی اقساط جلد سے جلد چکا سکے۔لیلیٰ نے اسے یہاں بھی ڈھیل نہیں دی تھی۔وہ خود بھی اس کے ساتھ آئی تھی کہ کہیں بہن کی محبت نہ جاگ اٹھے۔دیار غیر کے سرد موسموں نے اس کے احساسات پر بے حسی اور خود غرضی کی چادر اوڑھا دی تھی۔ٹی وی لاؤنج کے صوفے پر بیٹھے

Copyright by New Era Magazine

ماضی کی بھول بھلیوں میں گم اپنا محاسبہ کر رہا تھا۔ہر طرف خسارا ہی مقدر بنا لگ رہا تھا۔اور یہ ندامتیں اس کا اپنا انتخاب تھیں۔

اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ابھی اسے نہ صرف مقدس سے بات کرنا تھی بلکہ اسے بنانا بھی تھا۔اسے قدموں کا روح مقدس کے روم کی جانب تھا دروازے کے عین سامنے رکا۔خود کو کمپوز کرتے ہلکے ہاتھ سے دستک دی۔جس وقت وہ اندر داخل ہوا مقدس جائے نماز تہہ کر رہی تھی۔سفید رنگ کے بڑے سے دوپٹے کو نماز کے انداز میں سر پر لپیٹے وہ بہت پر وقار لگ رہی تھی۔اس کے چہرے پر عجیب الوہی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔وہ زیادہ دیر اس کا چہرہ دیکھنے کی سکت نہیں کر سکا شاید اس نے اتنی تاب ہی نہیں تھی۔بھائی کو سامنے دیکھ کر وہ چونکی تھی۔جائے نماز کو وارڈروب میں رکھ کر اس کی جانب پلٹی۔

"بھائی آپ؟۔آیئے ناں ایسے کیوں کھڑے ہیں؟"۔اس کی آواز پر زریاب چونک کر سوچوں سے باہر نکلا تھا۔

"ہوں۔ہاں تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی"۔اس سے نظریں چراتا وہ اندر آتا بیڈ بیٹھا تھا ۔مقدس اس سے تھوڑے فاصلے پر اس کے پاس آکر بیٹھی۔زریاب کو آج سے پہلے اتنی خفت کبھی نہیں ہوئی تھی۔اس سے بات کرنا اسے مشکل ترین لگ رہا تھا۔اسے وہ الفاظ نہیں مل رہے تھے جن میں وہ اسے اپنی بے بسی بتا سکے۔

"مقدس میں مانتا ہوں میں تو اچھا بیٹا ثابت ہو سکا اور نہ ہی اچھا بھائی۔مجھے اس کا احساس بہت دیر سے ہوا۔مگر اب میں چاہوں بھی تو واپسی کا سفر اختیار نہیں کر سکتا۔لیلی ماں بننے والی ہے

Copyright by New Era Magazine

۔اولاد بہت بڑی آزمائش ہوتی ہے۔ جیسے میں اپنے والدین کے لئے تھا۔اور اب کوئی ہے جو میرے لئے آزمائش بننے جا رہا ہے۔ایک اچھا بیٹا اور بھائی تو نہیں بن سکا لیکن اپنے ہونے والے بچے کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہیں کرنا چاہتا۔ میں چاہوں تو آج لیلیٰ سے علیحدگی اختیار کر لوں مگر ایسا کرنے سے خسارہ اس معصوم کا ہوگا جو ابھی اس دنیا میں بھی نہیں آیا"۔اس کی آواز میں احساس جرم بول رہا تھا۔ مقدس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ جو بھی تھا وہ اس کا بھائی تھا جس سے اسے بہت محبت تھی۔

"بس تم سے ایک التجا ہے۔ طلال سے شادی کر لو"۔ نظریں جھکائے آہستہ آواز میں کہتے اس نے مقدس کے سر پر بم پھوڑا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی سی بے یقین آنکھوں سے بھائی کو دیکھ رہی تھی ۔جس نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔اس کے آنسوؤں کی روانی میں یکدم تیزی آئی تھی۔ذہن کے پردے پر وہ دو بے باک، پر شوق نگاہیں جھلملائی تھیں۔دل بے کلی کے سمندر میں کہیں ڈوب کر ابھرا تھا۔

"جانتا ہوں میں ایک مرتبہ پھر خود غرضی کا ثبوت دے رہا ہوں۔ مگر میں مجبور ہوں۔ لیلیٰ چاہتی ہے کہ ہم جلد از جلد یہاں سے واپس چلے جائیں یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب تمہاری شادی ہو جائے۔ مجھے معاف کر دینا میری اولاد کی محبت میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال رہی ہے"۔جھکے سر اور نم آنکھوں کے ساتھ بولتا وہ مقدس کے اعصاب پر ہتھوڑے برسا رہا تھا۔اس نے کرب میں ڈوبے دل کو سنبھالتے اپنی آنکھیں موندیں۔ سامنے بیٹھا شخص اس کا وہ بھائی تھا جو کہا کرتا تھا وہ کبھی اس کی آنکھ میں ایک آنسو نہیں آنے دے گا۔

Copyright by New Era Magazine

"اس کے علاوہ اور کوئی رشتہ نہیں ملا آپ کو؟"

وہ خود نہیں جانتی تھی یہ الفاظ کسی احتجاج کی صورت کیسے اسکے منہ سے نکلے تھے۔

"وہ ہر لحاظ سے تمہارے لئے مناسب ہے مقدس۔ میں ملا ہوں اس سے۔ چھان بین بھی کی ہے وہ ایک اچھا انسان ہے۔ اور سب سے بڑھ کر وہ خود تم سے شادی کا خواہش مند ہے۔" اسکی طرف دیکھتے ہوئے وہ اسے یقین دہانی کروا رہا تھا۔ اسکے قطعی انداز مقدس کو باور کروا رہے تھے اسکا انکار کسی خاطر میں نہیں لایا جائے گا۔ پھر طلال حسان ہو یا کوئی اور اس سے فرق پڑنا بھی نہیں تھا۔ کچھ دیر کے بعد کمرے میں اس کی مدھم اداس سی آواز گونجی تھی۔ مگر اسکا لہجہ کامل یقین لئے ہوئے تھا۔

"میں یہ تو نہیں جانتی کہ میری زندگی آگے مجھے کیا دکھاتی ہے۔ مگر اتنا ضرور جانتی ہوں کہ جس ذات نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے میری برداشت سے زیادہ نہیں آزمائے گا۔ وہ اپنا کہا پورا بھی کرے گا۔ کیوں کہ اپنی بات سے پھر جانے کی سرزشت انسان کی تو ہو سکتی ہے مگر رحمان کی نہیں"۔ میری بات پر زریاب کا شرمندگی سے جھکا سر کچھ اور بھی جھک گیا تھا۔

"مجھے یہ رشتہ منظور ہے بھائی"۔ ذرا توقف سے آنکھیں کھول کر کہتی اسے وہ سب پریشانیوں سے نجات دلا گئی تھی۔

زریاب کے ہونٹوں سے ایک ٹوٹی ہوئی سانس خارج ہوئی تھی۔ وہ بمشکل اپنی جگہ سے اٹھا تھا بنا اس پر نظر ڈالے کانپتے ہاتھ سے اس کا سر تھپتھپایا تھا اور سرعت سے کمرے سے نکلتا چلا گیا ۔ مقدس وہیں ساکت بیٹھی رہ گئی۔ حوا کی بیٹی کا خمیر بھی خدا نے عجیب مٹی سے اٹھایا ہے۔ خود

Copyright by New Era Magazine

سے وابستہ مردوں سے لاکھ کے گلے شکوے ہونے کے باوجود ان کا جھکا سر نہیں دیکھ پاتی ۔رب پاک نے اس کی مٹی میں محبت ایثار اور قربانی کا عنصر رکھا ہے کہ وہ ان کی انا کا پندار بچاتے بچاتے ٹوٹ جاتی ہے۔

. . . .

طلال حسان نے لیلٰی کے ہاتھ پر اچھی خاصی خطیر رقم رکھی تھی۔ جس میں سے بھی اس نے ڈنڈی ماری تھی لیکن پھر بھی اس نے مقدس کو بھی اچھی خاصی شاپنگ کر کے دی تھی۔آخر طلال کو دکھانے کے لئے بھی تو کچھ ہونا چاہیے تھا۔مقدس اس سب کے درمیان مانو جیسے خاموش تماشائی کا رول پلے کر رہی تھی۔اس کی چپ تھی جو کے ٹوٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔کل شام طلال حسان اپنی بی بی جان کے ساتھ آیا تھا۔انہوں نے نہایت شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے اس کی ڈھیر ساری بلائیں لی تھی۔اس کے ہاتھوں میں شگن کے طور پر جڑاؤ کنگن بھی پہنائے تھے۔طلال اسے پر شوق نظروں سے دیکھتا رہا تھا پھر وہ زیادہ دیر وہاں بیٹھی نہ تھی۔اس شخص کی گہری بولتی نظریں اسے ہمیشہ بے آرام کیا کرتی تھیں۔بی بی جان نے اسے اس کی فطری حیا کا نام دیا تھا۔۔مگر طلال بخوبی جانتا تھا کہ وہ اس سے خائف ہو کر وہاں سے اٹھ گئی ہے۔

جمعہ کے دن نکاح ہونا طے پایا تھا اور مقدس کو لگ رہا تھا جیسے وقت پر لگا کر اڑ رہا ہوں۔زریاب نے اس کی غیر معمولی خاموشی اور گم سم انداز دیکھتے ثنا کو بلوایا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"اب اگر اس رشتے کے لئے تم نے خود ہاں کی ہے تو اس طرح منہ لٹکانے کا کیا فائدہ ؟"۔ تمام بات سن لینے کے بعد ثناء نے خفگی اور ناراضگی کا اظہار کرتے کہا۔ مقدس سے اسے اس درجہ بے بسی کی امید نہیں تھی۔

"میرے پاس اور کوئی آپشن باقی نہ تھا"۔ سر جھکائے بیڈ شیٹ کے ڈیزائن کو کھوجتی نظروں سے دیکھتی وہ بولی۔

"تم نے اپنے لیے اسٹینڈ ہی نہیں لیا ورنہ کرنے کو تم بہت کچھ کر سکتی تھی"۔ ثنا اس تلخ حقیقت کے روبرو اسے لا کھڑا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں ؟۔ خیر چھوڑو اس بات کو۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا کم از کم تم تو یوں غصہ مت ہو"۔ اس نے ملتجی نگاہوں سے اسے دیکھ کے اپنا ہاتھ ثنا کے کندھے پر رکھا۔ اسے بھی اس کی حالت پر ترس آیا۔

"مقدس میں اللہ پاک سے دعا کروں گی کہ وہ تمہاری آنے والی زندگی میں ڈھیر ساری خوشیاں اور آسانیاں پیدا کرے"۔ اس کا ہاتھ تھام کر ہولے سے دباتے وہ خلوص دل سے دعا گو تھی ۔ مقدس نے بھی مسکرا کر سر ہلایا۔

"اچھا چلو یہ بتاؤ کہ ہمارے دولہا بھائی کیسے ہیں ؟"۔ ثنا نے ماحول کی گھٹن کو کم کرنے کے لیے یوں ہی بات بدلی۔

"نہ ہی پوچھو تو اچھا ہے"۔ اس کے ٹھس انداز دیکھتے ثنا کو تو ہنسی کا دورہ پڑا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"کیوں یار لیلی بھابھیٰ توان کی تعریف میں رطب اللسان ہوئے جارہی ہیں۔اور تواورانہوں نے اپنے سیل فون میں مجھے ان کی تصویر بھی دکھائی۔دیکھنے میں تو بہت ہینڈسم اور چارمنگ ہیں ۔جسٹ لائک آ گریک گاڈ"۔ثنا نے جو دیکھااور سنااسی کے مطابق حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا تھا ۔اس کی اس قدر تعریف پر مقدس کے چہرے کے زاویے بگڑے تھے۔

" گریک گاڈ؟"۔استفہامیہ انداز میں ابرواچکاتے وہ حیران ہوئی ۔"مجھے توایک نمبر کے فلرٹ معلوم ہوتے ہیں۔یوں گھورتے ہیں جیسے آنکھیں نہ ہوں ایکسرے مشین ہوں"۔اس کے جھر جھری لیتے ہوئے منہ پھلا کر کہنے پر ثنا پھر سے ایک بار ہنس دی۔

"تو میری جان اس میں غلطی ان کی نہیں سراسر تمہاری ہے۔تم ہو ہی اتنی پیاری کہ اگلا بندہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے پر مجبور ہو جائے"۔اسکی ٹھوڑی پکڑ کر اس نے شرارتی انداز میں کہا تو مقدس نے جھینپ کر اسکے کندھے پر دھپ رسید کی تھی۔

اور پھر وہ دونوں ہنس دیں۔ثنا نے اسے ہنستے دیکھ تشکر کا سانس لیا تھا۔ورنہ تو وہ اسکے ہنستے مسکراتے چہرے کو دیکھنے کے لئے ترس گئی تھی۔اس نے دل ہی دل اسکے یوں ہی مسکراتے رہنے کی دعا کی تھی۔

. . . .

اسکا موبائل بج رہا تھا۔الماری میں کپڑے رکھ کر سیدھی ہوتی وہ بیڈ پر رکھے موبائل کو اٹھائے کھڑی تھی۔ان نون نمبر تھا۔کچھ دیر سوچ و بچار کے بعد اس نے کال ریسیو کر لی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"ہیلو مس مقدس!" موبائل سپیکر سے آتی بھاری مردانہ آواز اور مخصوص انداز تخاطب پر اسے جاننے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی کہ دوسری طرف کون ہے۔ اسے لیلیٰ پر تاؤ آیا تھا بھلا کیا ضرورت تھی اسکا نمبر دینے کی۔

"اسلام علیکم۔" عادت سے مجبور اس نے سلامتی بھیجی تھی۔ اسکی کال نے کوئی خوش گوار احساس دل میں پیدا نہیں کیا تھا۔

"وعلیکم سلام۔" مقدس کو لگا تھا جیسے وہ بے آواز ہنسا ہو۔

"کیا کر رہی ہیں؟"

"آپ نے یہ پوچھنے کے لئے کال کی ہے۔" ناچاہتے ہوئے بھی اسکی آواز طنزیہ ہو گئی تھی۔ پتہ نہیں کیوں مگر اس شخص سے اسے پازیٹو وائبس نہیں آتی تھیں۔ اسکے دیکھنے کا انداز، اسکی معنی خیز سی گفتگو اور اب یہ فون کال اس کے دل میں اسکے لئے کوئی اچھا گمان نہیں آنے دے رہے تھے۔ اس سب سے وہ اسے کوئی دل پھینک قسم کا مرد لگ رہا تھا۔

"ویل آئی تھنک۔ اب اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ پانچ دن بعد نکاح ہو تو رہا ہے ہمارا۔ "

"سوری لیکن مجھے یہ سب پسند نہیں ہے۔ نکاح ہونا ہے ابھی ہوا نہیں ہے۔" دوسرے جملے پر زور دیتے ہوئے جب وہ بولی تو آواز میں ناپسندیدگی تھی۔ دوسری طرف سے اس کے ہنسنے کی آواز آئی تھی۔ مقدس کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

Copyright by New Era Magazine

"ایک ہی بات ہے۔ نکاح بھی تو مجھ سے ہی ہونا ہے نا۔ مگر آپ تو یوں بات کر رہی ہیں جیسے میں کوئی انجان ہوں آپ کے لئے۔" اسکے اس قدر کھدرے لہجے پر وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں شکوہ کر رہا تھا۔

"ایک ہی بات نہیں ہے۔ فلحال آپ میرے محرم نہیں ہیں۔ اور میرے بابا نے مجھے نا محرم مردوں سے ایسے ہی بات کرنا سکھایا ہے۔" اس نے بھی بنا لگی لپٹی رکھے اسے باور کروادیا تھا ۔کچھ دیر دوسری طرف خاموشی رہی تھی۔

" چلیں پھر محرم بن کر ایک ہی بار روبرو بیٹھ کر دیدار یار بھی ہو گا اور دل کی بات بھی ہو گی ۔تب تک خیال رکھئے گا اپنا آخر کار میری امانت ہیں آپ۔" دلبرانہ سے انداز میں اپنی دلکش گھمبیر آواز میں کہتا وہ کال منقطع کر گیا تھا۔ اسکی بات پر شرم سے زیادہ غصے سے مقدس کے کانوں کی لوئیں تک جل اٹھی تھیں۔

"اف اللہ۔ کہاں پھنس گئی ہوں میں۔ اتنا کوئی عاشق مزاج بندہ۔ پتہ نہیں کتنی آئی ہوں گی اور کتنی گئی ہوں گی۔ ایلیٹ کلاس میں یہ تو عام سی بات ہے۔ پتہ نہیں میرا گزارا کیسے ہو گا۔" وہیں بیڈ پر بیٹھتی وہ دونوں ہاتھوں میں سر جھکائے بیٹھ گئی تھی۔

. . . .

"یس مام۔ جمعہ کو مقدس کا نکاح ہے۔ اور ہفتے کی فلائٹ سے ہم واپس آرہے ہیں۔ ٹکٹس کنفرم ہو چکے ہیں"۔ لیلٰی فون پر اپنی مام سے بات کر رہی تھی۔ اسکی دروازے کی جانب پشت

Copyright by New Era Magazine

تھی۔اور آدھ کھلے دروازے سے اسکی آواز صاف باہر آرہی تھی۔اپنے کمرے سے کچن کی جانب جاتی مقدس کے پاؤں اس کی اگلی بات نے جکڑ لیے تھے۔

کین یو امیجن مام ؟۔طلال نے اپنے گھر کے لیگل ڈاکو منٹس میرے حوالے بھی کر دیے۔مجھے تو ابھی تک یقین نہیں آتا کہ وہ عالی الشان گھر میری ملکیت ہے۔مقدس تو میرے لئے گڈ لک چارم ثابت ہوئی ہے"۔وہ پر جوش انداز میں اپنی مام کو بتا رہی تھی مگر باہر کھڑی مقدس کے پاؤں کے نیچے سے زمین سرک گئی تھی۔اس کے آدھے ادھورے الفاظ میں بیان کی پوری کہانی کو سمجھ کر دنگ رہ گئی تھی۔اس نے تو بہت مشکل سے خود کو،اپنے دل کو اس رشتے کے لئے رضامند کیا تھا۔مگر یہاں تو بات سودا بازی پر اتر آئی تھی۔بمشکل اپنے بے جان ہوتے قدموں کو گھسیٹتی وہ اپنے کمرے میں واپس آئی تھی۔دروازہ بند کر کے بھی اس کے کانوں میں لیلیٰ کی آواز گونج رہی تھی۔آنکھیں اشکبار تھیں تو دل غبار آلود۔کیا عزت رہ گئی ہو گی اس کی اپنے ہونے والی سسرال میں۔اور طلال حسان۔۔۔۔اس کی نگاہ میں اس کا کیا مقام ہو گا ؟۔اسے کل فون پر ہونے والی گفتگو یاد آئی تو آنکھوں میں بہت سارا پانی جمع ہوتا چلا گیا۔کتنا ہنسا ہو گا وہ اس پر۔اس کے سگے بھائی اور بھابھی نے اسے کتنا بے وقعت کر دیا تھا۔آگے پیچھے تو پہلے ہی کوئی نہ تھا۔آجا کر بس عزت نفس اور خودداری ہی تھی جو کہ اب دھول ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔اس کا جی چاہا تھا کہ وہ دھاڑیں مار مار کر روئے اتنا چیخے چلائے کہ اس گھر کے در و دیوار،اس گھر کی بیٹی کی آہوں اور سسکیوں سے لرز اٹھیں۔مگر اس نے ایسا نہیں کیا اس کے

Copyright by New Era Magazine

لبوں سے ایک سسکی تک خارج نہ ہوئی تھی۔شاید اس نے اپنے دل کے غبار کو دل کے ویران قبرستان میں ہی کہیں بہت سی دیگر خواہشوں کی طرح منوں مٹی تلے دفن کر دیا تھا۔

. . . .

نکاح بہت ساتھ سادگی سے ہوا تھا۔طلال حسان کے ساتھ صرف اس کی بی بی جان اور چار مرد حضرات آئے تھے۔اور زریاب نے بھی صرف گنے چنے چند افراد کو بلوایا تھا۔پنک اینڈ گرے کنٹراسٹ کے خوبصورت کامدار لہنگے میں وہ سجی سنوری سی بہت حسین لگ رہی تھی ۔اوپر سے اس کے چہرے پر پھیلے اداسی کے رنگ اس کے حسن میں مزید اضافہ کر رہے تھے ۔عقد نکاح کے بعد اسے لا کر طلال حسان کے پہلو میں بٹھایا گیا تھا۔ایک ساتھ بیٹھے وہ ایک مکمل اور خوبصورت کپل کی تصویر پیش کر رہے تھے۔یہ کوئی روایتی شادی نہ تھی۔اس میں نہ تو بینڈ باجا تھا اور نہ ہی باراتی۔نہ ہی برقی روشنیوں سے جگمگاتا گھر اور نہ ہی خوشیوں اور شوخیوں میں ڈوبے قہقہے ۔نہ تو ہر پل کو یادگار بنانے کے لیے کلک ھوتی تصویریں لیکن پھر بھی تھی تو یہ شادی۔ثنا نے اپنے اسمارٹ فون سے ہی ان کی ڈھیروں کی ڈالی تھیں۔بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس طلال حسان کے چہرے پر بڑی فاتحانہ سی مسکان جلوہ افروز تھے۔آسودگی و اطمینان اس کے ہر انداز سے جھلک کر رہا تھا ۔وجیہہ تو وہ ویسے بھی بہت تھا مگر آج جو الوہی روشنی اس کے چہرے سے پھوٹ رہی تھی،اس کی سنہری رنگت میں گھل کر اسے اور بھی پروقار اور سحر انگیز بنا رہی تھی۔اس کے انداز و اطوار اس وقت کچھ ایسے معلوم ہوتے تھے

Copyright by New Era Magazine

جیسے وہ کسی ریاست کا شہزادہ اور وقت نے اس کے دامن میں ایک بہت بڑی فتح ڈال دی ہو ۔ مسکراتی نظروں سے گردن ترچھی کیے اس نے ساتھ بیٹھی معصومیت و خوبصورتی کے ساتھ سوگواریت کی تفسیر بنی بیٹھی مقدس کو دیکھا تو اس کی چمکتی آنکھوں کے ساتھ اس کے تراشیدہ عنابی ہونٹ بھی مسکرا دیئے۔اور یہ وہ پل تھا جب ثنا نے اس پل کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کیمرے کی آنکھ میں قید کر لیا تھا۔ایک شاندار یاد کے طور پر۔رخصتی کے وقت زریاب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے شانے سے لگایا تھا۔جواباً اس نے جن شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا تھا وہ اس کا دل تک دہلا گئی تھیں۔احساس ندامت سے اسکا سر جھکتا چلا گیا تھا ۔جبکہ ساتھ کھڑی لیلیٰ سجی سنوری بہت خوش و مسرور سی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

. . . .

بی بی جان اسے کمرے میں پہنچا گئی تھیں۔کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنے کے بعد جب وہ گئیں تو اس نے آرام دہ حالت میں بیٹھتے کمرے پر اک طائرانہ نگاہ ڈالی تھی۔ایش گرے اور وائٹ امتزاج اس کمرے کے در و دیوار،دبیز پردوں حتیٰ کہ فرنیچر اور قالین تک سے جھلک رہا تھا۔ اس کے نتھنوں سے ٹکراتی دلفریب مہک،وہ کمرہ اور اس کی ہر چیز اس کے مکین کی لاجواب چوائس کا منہ بولتا ثبوت تھی۔کوئی اور لڑکی ہوتی تو شاید خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی تصور کرتی۔یا پھر اس کی شادی کے پس منظر میں نارمل حالات و واقعات کو تو وہ خود بھی کلمہ شکر بجا لاتی۔مگر فلحال تو اسے اداسی نے اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔بیڈ کے کنارے بیٹھی وہ

Copyright by New Era Magazine

اپنی ہی لا متناہی سوچوں میں غلطاں تھی۔ایک گہرا سانس خارج کرتے اس نے اپنے اندر کی گھٹن کو کم کرنا چاہتا تھا، جو ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔ذہن و دل کو آنے والے لمحات کے لئے تیار کیا تھا۔گھڑی کی سوئیاں بیتابی کے ساتھ آگے بڑھے جا رہی تھی اور آنے والا وقت اسے اور بھی بہت کچھ دکھانے کا منتظر تھا۔

. . . .

اس نے اپنی پوری زندگی میں خود کو اتنا خوش و خرم اور آسودہ حال کبھی نہیں پایا تھا۔یوں معلوم ہوتا تھا گویا اس نے تمام کائنات تسخیر کر لی ہو۔مقدس کی صورت اسے زندگی کی وہ سب سے بڑی خوشی اور راحت نصیب ہوئی تھی جس کے سامنے اسے اپنی تمام عمر کی محرومیاں اور تشنگیاں لا معنی دکھائی دے رہی تھیں۔یوں لگنے لگا تھا جیسے سبھی زخم مندمل ہونے لگے ہوں

۔

ڈرائنگ روم میں بڑے آرام

[12/23/2020, 9:15 PM] عبّاس علی: ڈرائنگ روم میں بڑے آرام سے وہ صوفے پر براجمان تھا۔بی بی جان مقدس کو لئے روم میں گئیں تھیں ان کے سامنے اتنی جلدی کمرے میں جانا آکورڈ سا لگ رہا تھا۔اس لئے وہ وہاں چلا آیا۔

اپنی خوشیوں سے ابھی وہ مکمل طور پر لطف اندوز بھی نہیں ہو پایا تھا جب اسکے بجتے سیل نے اسکی دل افروز سوچوں کا ارتکاز توڑا۔جیب میں سے موبائل برآمد کیا۔سکرین پر ان نون نمبر جگمگا رہا تھا۔کچھ تردد کے بعد کال ریسیو کر لی گئی تھی۔یہیں اس سے غلطی ہوئی تھی۔یہ وہ پل

Copyright by New Era Magazine

تھا جب اسکی خوشیوں کو کسی کی کالی نظر لگ گئی تھی۔ کم از کم آج کے دن کسی صورت بھی وہ یہ صور اسرافیل پھونکتی آواز نہیں سننا چاہتا تھا۔

"میں جانتی تھی اگر اپنے نمبر سے کال کی تو تم کبھی ریسیو نہیں کرو گے"۔

دوسری طرف سے جو آواز سننے کو ملی تھی اسے تو وہ لاکھوں میں بھی پہچان سکتا تھا۔ اسکے چہرے کے نقوش میں تناؤ کی سی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔ آنکھوں میں غصے کا دبا دبا سا طوفان ہلکورے لیتا نظر آ رہا تھا۔

وہ موبائل کان سے ہٹانے کو تھا جب اسکی آواز نے ایک بار پھر سماعتوں میں زہر انڈیلا تھا۔

"کال کاٹنے کی غلطی مت کرنا مائی ڈیئر۔ اس میں نقصان سراسر تمہارا ہی ہو گا"۔ اس کے متوقع ردعمل کا شاید اسے پہلے سے ہی اندازہ تھا۔ مسکراتی تمسخر اڑاتی آواز میں گہری تنبیہ تھی۔

"فون کیوں کیا ہے؟"۔ وہ جب بولا تو منہ سے الفاظ نہیں سلگتے انگارے نکلے تھے۔ جنکی تپش اتنے دور بیٹھے فون پر بھی اس نے محسوس کی تھی۔ اسکے غصے سے تنے چہرے کو تصور میں لاتے وہ محظوظ ہوئی مسکرائی۔ ایک شاطر سی زہریلی مسکراہٹ۔

"کیوں طلال! میں کیا تمہیں فون نہیں کر سکتی؟۔ آخر اتنا گہرا قریبی رشتہ ہے ہمارا۔"۔ لہجے میں مصنوئی معصومیت اپناتے اس نے شکوہ کیا تھا۔ طلال نے سختی سے اپنے جبڑے بھینچے جیسے خود کو کچھ غلط کہنے سے روکنے کی تگ و دو میں مصروف عمل ہو۔ اسکی طرف سے خموشی پا کر وہ پھر اپنی دلکش مگر زہر میں ڈوبی آواز میں بولی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"اینی وے۔کچھ دنوں سے تمہیں اپنے خواب میں دیکھ رہی تھی۔ بڑا مسکرایا جا رہا تھا۔میں بھی سوچ میں پڑھ گئی کہ جس چاند کو گرہن میں نے لگایا ہو وہ آخریوں کیسے چاندنی میں نہا سکتا ہے ؟۔تو آج یہ راز بھی منکشف ہو ہی گیا۔بلاآخر تم نے شادی کر ہی لی۔اور مجھے بتایا تک نہیں ۔بہت ناانصافی ہے یہ"۔وہ متاسفانہ لہجے میں بول رہی تھی۔طلال صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا ۔اسکی آنکھوں میں ہلکورے لیتے وہ سرخ ڈورے ظاہر کر رہے تھے وہ ضبط کی آخری حدوں کو چھو رہا ہے۔

"تم نے کیا سوچا؟۔تم نہیں بتاؤ گے تو ہمیں معلوم نہ ہو گا۔مجھے بھی بلا لیتے۔تمہاری نئ نویلی دلہن سے ملاقات بھی ہو جاتی اور لگے ہاتھ تعارف بھی ہو جاتا۔لیکن طلال اگر اسے معلوم پڑ جائے جو تم نے میرے ساتھ کیا تو؟؟؟؟"۔شیریں آواز میں ڈوبے زہریلے الفاظ اس نے بڑے ڈرامائی انداز میں کہے تھے۔اور بس طلال حسان کی برداشت جواب دے گئی تھی۔ضبط کی دیوار مسمار ہوئی تھی۔دبی دبی آواز میں وہ اشتعال سے چلایا تھا۔

"شٹ اپ۔مزید ایک لفظ بھی اپنی گندی زبان سے مت نکالنا۔تم۔۔۔۔تم"۔خود کو کوئی بھی غلیظ لفظ استعمال کرنے سے روکتے اس نے سارا غصہ اور وحشت ہاتھ میں پکڑے موبائل پر نکالتے پوری قوت سے اسے سامنے دیوار پر دے مارا تھا۔موبائل کی سکرین چکنا چور ہوئی اور وہ زمین پر آ گرا تھا۔غم وغصے کی کیفیت میں کھڑا وہ ہانپ رہا تھا۔دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں بال جکڑے وہ جنونی سا ہوا سامنے دھرے سنگل صوفے کو زوردار ٹھوکر مارتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا تھا۔اسکی ہیجانی کیفیت کا پتہ اسکی سرخ رنگ ہوئی آنکھیں دے رہی تھیں

Copyright by New Era Magazine

۔گاڑی میں بیٹھتے دیکھ کر چوکیدار نے مین گیٹ کھولا تھا۔گیٹ سے نکلتے اسکے ماؤف ہوتے ذہن نے اتنا کام تو کیا تھا کہ چوکیدار کو بی بی جان کے لئے پیغام دیا اور پھر گاڑی اڑا لے گیا۔

. . . .

آج پھر اس نے ام الخبائث کو منہ لگایا تھا۔بی بی جان نے ایک بار اس سے کہا تھا۔کسی بھی نشے کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ یہ انسان کو ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیتا ہے۔مگر اسے تو یہ سب سے بڑی خوبی لگتی تھی۔جو کچھ لمحوں کے لئے ہی سہی اسے ہر تلخ سوچ،ہر اذیت بھری بات،اور ہر کڑوی کسیلی یاد سے بے بہرہ کر دیتی تھی۔وہ اس وقت اپنے اپارٹمنٹ میں موجود تھا۔گلاس ونڈو کے سامنے بیٹھا وہ ہاتھ میں گلاس لئے باہر گھپ اندھیرے میں کچھ تلاش کر رہا تھا۔

صبح سے ہی آسمان پر بادلوں کے جھنڈ سیر کو نکلے ہوئے تھے اب موسلادھار بارش کا روپ اختیار کر گئے تھے۔اوران برستی بارشوں سے اسکی وحشت میں مزید اضافہ ہوتا تھا۔اسکے اندر کی گھبراہٹ میں اضافہ ہوا تھا میکانکی انداز میں اسکا ہاتھ اپنے گریبان تک گیا تھا۔اوپری دو بٹن کھولے اس نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔وہ بھی ایک ایسی ہی سیاہ رات تھی مینا تب بھی تو چھاجوں برس رہا تھا۔شاید اسکے درد پر آسمان بھی اشکبار ہوا تھا۔جب اسکے کردار کی دھجیاں اڑائی گئیں تھیں۔رشتوں کے تقدس کو پامال کیا گیا تھا۔شراب کا نشہ بھی اسکے حواس کو تحلیل نہیں کر سکا تھا۔اسے وہ رات پوری جزیات کے ساتھ اب بھی ذہن نشین تھی۔گرم سیال مادہ اسے اپنے

Copyright by New Era Magazine

چہرے پر رینگتا محسوس ہوا تھا۔ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے وہ اچھا خاصا پسینہ میں شرابور ہو چکا تھا۔ ایک بار پھر اس نے اس کے مندمل ہوئے زخموں کو ادھیڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس کی گھائل روح پر پھر سے کوڑے برسائے گئے تھے۔ وہ سختی سے پلکوں کو میچ گیا۔ گویا اس کی قسمت نے آخری پل میں تمام بازی ہی پلٹ دی۔ کچھ دیر پہلے تک جن آنکھوں میں دنیا فتح کرنے کی سی چمک تھی اس وقت وہ شکست بیان کرتا گرم پانی تھا۔

. . . .

بی بی جان پریشانی سے راہداری میں ٹہل رہی تھیں۔ طلال کے اس طرح اچانک چلے جانے نے انہیں فکرمند کر دیا تھا۔ اوپر سے اس کا موبائل بھی بند مل رہا تھا۔ بار بار منتظر نگاہوں سے گھر کے اندرونی دروازے کی جانب دیکھتیں آنکھیں مایوس لوٹ آتیں۔ رشیدہ دوسری بار ان کے پاس آئی تھی۔

"بی بی جی! اب تو دوائی کھالیں دس بج گئے ہیں"۔ ان کے پاس آکر ایک مرتبہ پھر عاجزی سے اپنا مدعا بیان کیا۔

"کھالوں گی۔ بس ذرا طلال آجائے"۔ انہوں نے ایک بار پھر پریشانی سے دروازے کی جانب دیکھتے اسے ٹالا۔

"چوکیدار نے بتایا تو ہے کہ چھوٹے صاحب بتا کر گئے ہیں وہ کسی ضروری کام سے جا رہے ہیں تھوڑی دیر تک واپس آجائیں گے۔ اور اگر وہ آگئے اور انھوں نے دیکھا کہ آپ نے ابھی تک تو

Copyright by New Era Magazine

دوائی نہیں لی تو پچھلی بار تو صرف تم دھمکی دی تھی اس بار تو سچ میں نوکری سے نکال دیں گے "۔انتہائی لاچارگی کے ساتھ اس نے التجائیہ انداز میں کہا تو بی جان بھی دل مسوس کر رہ گئیں ۔

"اچھا لاؤ کھا لیتی ہوں "۔بی بی جان جان بوجھ کر دوا لینے سے گریز کر رہی تھیں۔دوا کے استعمال سے انہیں نیند آنے لگتی تھی اور طلال کی آمد سے پہلے وہ سونا نہیں چاہتی تھیں۔رشیدہ کے پیچھے وہ بھی اپنے کمرے میں داخل ہوئی تھیں اور پھر دوا لینے کے بعد بددلی سے بستر پر دراز ہو گئیں۔

ان سے فراغت کے بعد رشیدہ اپنا بستر نیچے زمین پر لگا رہی تھی۔کچھ دیر کے بعد وہ کچن میں پانی لینے کے لیے گئی تو طلال اسے سیڑھیاں چڑھتا نظر آیا تھا۔واپس آکر بی بی جان کو اس کی آمد کی نوید سنائی تو انہوں نے بھی تشکر کا سانس لیتے اپنے اندر سکون ملتا محسوس کیا اور اطمینان سے سونے کے لئے اپنی آنکھیں موند لیں۔

. . . .

اب تو بیٹھ کر کمر بھی اکڑنے لگی تھی۔الجھی ہوئی لامتناہی سوچوں کو سلجھاتے سلجھاتے دماغ بھی تھکنے لگا تھا مگر سب لاحاصل رہا۔کوئی امید کا جگنو،کوئی قندیل ہاتھ نہ لگی تھی۔اب تو سوچیں بھی بار بار اپنے دوہرائے جانے پر بےزار نظر آنے لگی تھیں۔

اسکی آنکھیں بھی خشک ہو گئیں تھیں۔غم کی کیفیت جو بھی ہو چشم نم ایک حد تک ہی رونے والے کا ساتھ دیتی ہے۔پھر یہ جھیلیں سوکھنے لگتی ہیں۔تھکے وجود کو کچھ راحت پہنچانے کو اس

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews
Copyright by New Era Magazine

نے تکیہ درست کر کے اس سے ٹیک لگائی تھی۔ دیوار کی زینت بنی گھڑی رات کے ساڑھے بارہ بجا رہی تھی۔ تھکے ہوئے اعصاب پر نیند کا غلبہ ساطاری ہونے لگا تھا۔ کسی نے ٹھیک ہی کہا تھا نیند تو سولی پر بھی آجاتی ہے۔ اس نے نیند کی پہلی وادی میں قدم رکھنا ہی چاہا تھا۔ کہ دروازہ کھلنے کی آواز پر سیدھی ہو کر بیٹھی گردن جھکا گئی۔ آنے والا بہت سست روی سے چلتا ہوا بیڈ تک تھا اور پھر ڈھے جانے والے انداز میں اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

کلون کی مہکتی سحر طاری کرتی خوشبو کے ساتھ ساتھ کوئی ناگوار بو بھی اس کے نتھنوں سے ٹکرائی تھی۔ مگر وہ سن ہوتے دماغ سے اس کا محور نہیں جان پائی تھی۔ پھر کتنے ہی پل بیت گئے ان دونوں کے درمیان خاموشی بولتی رہی مگر وہ خاموش رہے۔

طلال نے اس کی جانب ذرا گردن گھما کر دیکھا سر جھکائے، نظریں گود میں رکھے ہاتھوں کو جمائے وہ سپاٹ چہرہ لیے بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر ناگواری کے رنگ تھے نہ ہی فطری شرم و حیا کے۔ سبھی رنگوں سے ماورا بے تاثر چہرہ۔ وہ ایک زخمی سی ہنسی ہنس دیا۔

"جانتی ہو مقدس۔۔۔۔۔ آج کا دن میری زندگی کا سب سے خوبصورت دن تھا۔ مجھے اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی، سب سے بڑی چاہت نصیب ہوئی تھی۔ اگر نہیں۔ خدا نے ہر بار کی طرح اس بار بھی مجھ سے میری خوشی آخری لمحے پر چھین لی"۔ بات کرتے ہوئے آغاز میں اس کا لہجہ جتنا گداز رہا تھا آخر میں اتنا ہی تلخ ہوتا چلا گیا۔ مقدس کے ذہن میں اسکے آخری جملے نے کھلبلی مچائی۔

Copyright by New Era Magazine

"بہت مشکل سے ہی سہی۔۔۔۔۔میں سبھی تلخ یادوں کو بھلا کر ایک نئی شروعات کرنے لگا تھا ۔مگر نہیں اسے سب پتا چل ہی گیا۔میری روح سے ناسور بن کر۔۔۔۔۔تو پہلے ہی چمٹی ہوئی تھی میری یہ خوشی بھی برداشت نہیں ہوئی"۔اس کے مبہم ٹوٹے ہوئے لہجے میں کی جانے والی گفتگو اس کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔اس کے بے ربط سے جملے اسے چونکنے پر مجبور کر رہی تھی۔چھٹی حس نے کہیں کچھ غلط ہونے کی آگاہی دی تھی۔مشکل سے ہی سہی، جھکی نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تھا۔اور پھر غم و صدمے سے گنگ رہ گئی۔اس کی سرخ انگارہ ہوتی آنکھیں،شدت ضبط سے لال ہوتی چہرے کی رنگت اور کچھ مدہوش انداز،ٹوٹا ہوا لہجہ اور ناگوار سی بو۔اس پر شرٹ کا کھلا گریبان۔اس کی آنکھیں ایسی حالت زار دیکھ کر پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کچھ ہی پل لگے تھے اس پر تمام صورت حال منکشف ہونے میں۔تو گویا وہ شراب کا بھی شوق رکھتا تھا؟۔اس سوچ نے اسکے پورے وجود کو کسی آکٹوپس کی طرح جکڑ لیا تھا۔اسکا محرم ایک شرابی تھا۔اس نے تو کبھی اپنے باپ کو سگریٹ تک پیتے نہیں دیکھا تھا۔وہ تو پہلے ہی اسے قبول نہیں کر پارہی تھی اب یوں دیکھ لینے کے بعد دل پر قیامت سی برپا ہوگئی تھی۔بے ساختہ گردن نفی میں ہلاتے وہ پیچھے کی جانب کھسکی۔اسکے حرکت کرنے پر وہ اسکی طرف متوجہ ہوا تھا جو اتنی دیر سے سائیڈ لیمپ کی روشنی میں کچھ تلاش کرنے کی سعی میں تھا۔

"تمہیں مجھ سے ڈر لگ رہا ہے؟۔شراب کی بو بھی ناگوار گزر رہی ہو گی ناں۔مجھے بھی اچھی نہیں لگتی مگر میں کیا کروں؟۔مجھے اپنے اندر کے زہر کو مارنے کے لئے یہ زہر اپنے اندر سمانا ہی

Copyright by New Era Magazine

پڑتا ہے"۔ عجیب سے اضمحلال و بے بسی کا شکار کہتے ہوئے اسکی جانب ہاتھ بڑھایا تو سرا سیمگی سے وہ تھوڑا اور پرے ہوتی بیڈ کراؤن سے جا لگی۔ اسے دیکھ کر ہاتھ کی مٹھی سختی سے بند کرتے اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا تھا۔

"جانتا ہوں تم اپنے نام کی طرح ہو۔۔۔۔ مقدس ، پاک، کسی آسمانی صحیفے جیسی۔اور پاکیزہ چیزوں کو تو طہارت و پاکیزگی سے مکمل ہوش و حواس میں چھوا جاتا ہے ورنہ انکی حرمت پامال ہوتی ہے۔ جبکہ میں تو۔۔۔۔۔۔"۔اس نے زخمی انداز میں کہتے سفاکی سے اپنا نچلا ہونٹ کچلتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑا تھا۔ مقدس کی بے یقین آنکھوں سے آنسو موتیوں کی طرح گالوں پر پھسلتے چلے گئے۔ طلال کی نگاہ پڑی تھی اسکے چہرے پر مدہوشی کی حالت میں بھی اسے یوں اشکبار دیکھ اضطراب و اضمحلال کے کہیں رنگ آ کر ٹھہرے تھے۔

"تم رو ؤمت مقدس پلیز۔ مجھے اچھا نہیں لگتا تمہارا رونا۔۔۔ پہلے بھی تمہارے ان آنسوؤں نے کتنی راتیں بے چین رکھا تھا مجھے۔اب تو یوں مت رو۔۔۔۔ اچھا میں۔۔۔ تمہیں میرا چھونا اچھا نہیں لگ رہا لو میں نہیں چھور رہا تمہیں"۔ دونوں ہاتھ اٹھاتا وہ بے بس دکھائی دے رہا تھا ۔۔بے ربط و مبہم سے فقرے اسکے ہونٹوں سے ادا ہو رہے تھے۔ اسکی یہ ہوش و خرد سے بیگانہ حالت مقدس کے احساس زیاں میں ہر گزرتے لمحے اضافہ کر رہی تھی۔ اسکے رونے میں شدت آ رہی تھی۔ بھل بھل بہتے آنسوؤں کے ساتھ اس نے حقارت سے رخ پھیرا تھا۔

"تمہیں یہ بونا گوار گذر رہی ہو گی ناں۔ میں تم سے دور چلا جاؤں گا پر پلیز تم رونا مت۔ نہیں دیکھے جاتے یہ آنسو مجھ سے یار"۔ بے چارگی سے کہتا اپنے سر کے بالوں میں ہاتھ چلاتے وہ

Copyright by New Era Magazine

اسکے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ایک لمحے کے لیے اس کے قدم ڈگمگائے تھے اگلے ہی پل وہ سنبھل چکا تھا۔

متوازن چال چلتا سامنے دیوار کے ساتھ لگے صوفے پر وہ جا کر بیٹھا تھا۔اور پھر کروٹ کے بل لیٹ گیا۔کچھ دیر بعد وہ غنودگی میں جا چکا تھا۔آنکھوں میں خوف وہراس کے ساتھ ہلکورے لیتی بے یقینی لئے وہ اب بھی اسے دیکھ رہی تھی۔جوجوتوں سمیت ہی لیٹا ہوا اب نیند میں بھی جا چکا تھا۔منہ پر ہاتھ سختی سے رکھے اس نے اپنی گھٹی گھٹی سسکیوں کو روکا تھا۔کچھ دیر پہلے خشک ہوئی جھیلیں پھر سے پانیوں سے بھرنے لگیں تھیں۔

....

دور کہیں فجر کی اذان ہو رہی تھی۔وہ ساری رات نہیں سو پائی تھی اس انداز میں بیڈ کراؤن سے لگی دونوں ہاتھ گھٹنوں کے گرد لپیٹے وہ خاموش نظروں سے سامنے دیکھے جا رہی تھی۔موذن کی صدا پر چونک کر حواسوں میں واپس آئی۔سر کو دونوں ہاتھوں میں تھاما جو درد کی شدت سے پھٹا جا رہا تھا۔سہمی ہوئی نظروں سے بائیں جانب دیکھا تو وہ اسے اسی حالت میں سویا ملا اس کا ایک بازو صوفے سے نیچے جھول رہا تھا۔

آہستگی سے اپنی جگہ سے اٹھتے وہ ایک سرسری نگاہ طلال پر ڈالتے واش روم کی جانب بڑھی تھی۔اس کے شب خوابی کا لباس وہاں ہینگ کیا ہوا تھا۔جسے دیکھ کر وہ زخمی سے انداز میں مسکرائی۔سامنے لگے قد آور آئینے میں اس نے خود کو دیکھا تھا۔عروسی لباس میں ملبوس آنکھوں میں شب بیداری اور بہت سارونے کے باعث گلال سا امڈ آیا تھا۔چہرہ کسی مرجھائے ہوئے گلاب

Copyright by New Era Magazine

کی تشبیہ لگتا تھا۔ایک بار پھر اضمحلال واضطراب کے سیاہ بادل اسکے دل ودماغ پر بسیرا کرنے لگے تھے جنہیں اس نے سختی سے جھٹک دیا تھا۔شاور لے کر کپڑے تبدیل کرتی وہ باہر نکلی۔سر پر دوپٹہ حجاب کی صورت لیتے اس نے ارد گرد جائے نماز کی طلب میں نگاہ دوڑائی مگر بے سود رہا ۔پھر کچھ سوچ کر وہیں کارپٹ پر ہی نماز ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔

مکمل خشوع وخضوع کے ساتھ خود کو نماز میں مصروف کرتے اس نے تمام منفی اور لا معنی سوچوں کو اپنے پاس سے دور بھگا دیا۔مایوسی وبے چینی دم دبا کر دور دیوار کے ساتھ سہمے ہوئے انداز لئے چپک کر بیٹھ گئیں۔صلوۃ وتسبیح کے بعد جب باری دعا مانگنے کی آئی تو وہ آنکھیں موند گئی۔اس کے لب اب بھی خاموش تھے۔مگر اسکا رواں رواں شامل دعا تھا۔

"تمام تعریف وتسبیحات اس بزرگ وبرتر کے لئے جو نہ بھی مانگو تو بھی اپنے بندے کا برابر خیال رکھتا ہے۔اور مانگ لو تو بے تحاشا نوازتا ہے۔اے میرے رب کریم بے شک میں اپنی گزشتہ زندگی پر نگاہ ڈالو تو ہر سو تیری رحمت، تیری مہربانی نے میرے ارد گرد ایک مضبوط حصار باندھے رکھا۔اللہ تعالی میں تیرا شکر ادا کرنے سے قاصر ہوں۔بے شک تو ہی ہے جو مجھے سب سے زیادہ اچھے سے جانتے ہیں اور مجھے سب سے زیادہ چاہنے والی ذات بھی فقط تیری ہی ہے۔میں جانتی ہوں کہ تو اپنے پسندیدہ بندوں کو آزماتا ہے۔اور یہ میرے لئے وقت آزمائش ہے۔میں یہ سوال بھی نہیں کروں گی اللہ کہ میں ہی کیوں؟۔میرے ہی نصیب میں ایسا مرد کیوں لکھا گیا؟کیوں کہ میں جانتی ہوں اکثر ہمیں جو ناپسند ہوتا ہے اس میں بھی کوئی نا کوئی خیر آپ نے رکھی ہوتی ہے بس اس وقت ہمیں دکھائی نہیں دیتی۔بے شک وہ شخص خسارے میں

Copyright by New Era Magazine

رہتا ہے جو تیرے ذمہ کاموں کو بھی خود پر لا دلیتا ہے۔پریشانی اور بدامنی پھر اس کے گھر کا راستہ دیکھ لیتیں ہیں۔اے خداوند عالم تو جانتا ہے میں نے ہمیشہ اپنی ہر چھوٹی بڑی پریشانی کو تیرے ہی سپرد کر تجھ ہی سے مدد کی لو لگائی ہے۔اب بھی اپنی تمام پریشانیوں کو تیرے حوالے کرتی ہوں۔تو جانتے ہے میرے سبھی خدشات۔کیا مجھے بتانے کی ضرورت ہے؟۔تو مجھے مجھ سے بھی بہتر جانتا ہے ۔فلحال مجھے اس رشتے میں اپنے لئے کوئی بھلائی نظر نہیں آ رہی مگر تیرے لکھے پر راضی ہوتے میں نے اس رشتے کو ہر خوف و خدشے کے باوجود خلوص نیت سے اپنایا ہے۔میرے دل میں گنجائش رکھ دینا اللہ۔"

چہرے پر ہاتھ پھیر کر جس وقت اس نے اپنی آنکھیں کھولیں،اس کے دونوں ہاتھ آنسوؤں سے تر ہو چکے تھے۔اس کے دامن میں بہت سے شبنم کے قطرے جزب ہو چکے تھے۔

دل پر سے بے چینی اور ملال کا بھاری پتھر ڈھلکا تو امید کا ننھا جگنو ہاتھ آ گیا تھا۔اندر تلک کہیں سکون سا سرایت کر چکا تھا۔ گھائل ہوئی روح کو امید کے فرشتے نے اپنا نرم و نازک پروں میں سمو لیا تھا۔وہ اٹھی تھی،پلٹی تو نظر طلال پر پڑی جو ہنوز اسی حالت میں سو رہا تھا۔کچھ دیر تذبذب کا شکار ہوتے وہ آہستگی سے اس کے قریب آئی تھی۔ایک گہرا سانس فضا میں خارج کرتے،ذرا سا جھک کر اسکی کلائی کو تھام آرام سے اسکے سینے پر لا رکھا تھا۔وہ ذرا سا کسمسایا تھا پھر سے سکوت اختیار کر گیا۔

مقدس نے پہلی بار اس قدر قریب سے کسی مرد کا جائزہ لیا تھا۔ نظریں اسکے چہرے کے نقوش میں کہیں الجھ سی گئی تھیں۔وہ سنہری رنگت کا حامل تیکھے نقوش اور ستواں ناک لئے کوئی

Copyright by New Era Magazine

مغرور شہزادہ لگتا تھا۔اسکی آنکھیں زیادہ بڑی نہیں تھیں مگر پلکیں خمدار اور بڑی بڑی تھیں جو اسکی آنکھوں کو اور بھی سحر طراز بناتی تھیں۔ کلین شیو چہرے کے باعث متناسب قدرے بھرے بھرے ہونٹ اور بھی بھلے لگتے تھے۔بلاشبہ وہ ایک وجیہہ شخص تھا۔کسی بھی لڑکی کا بھی آئیڈیل ہو سکتا تھا۔ مگر سامنے بیٹھی مقدس ضیاء کی نظر میں مرد کی خوبصورتی کی تعریف کچھ اور ہی تھی۔

"کاش طلال حسان۔آپکا ظاہر بھلے اتنا خوبصورت نہ ہوتا، باطن حسین ہوتا تو میں خود کو خوش قسمتوں میں گردانتی"۔بستر پر سے کمبل اٹھا کر اس پر پھیلاتی وہ آہستگی سے باہر نکل آئی۔ اس محل نما گھر کے اونچے چھت اور بیش قیمت فانوس کو دیکھتے وہ قدم قدم چلتی آگے بڑھی تھی۔وہ تین منزلوں پر مشتمل گھر اور اسکی اونچی چھت خموشی میں ڈوبی پر اسرار سی لگتی تھی ۔مگر اسکی آرائش وزیبائش آنکھوں کو خیرہ کر کے رکھ دیتی تھی۔

طلال کا کمرہ دوسری منزل پر تھا۔کچھ دیر وہ غائب دماغی سے وہاں گھومتی رہی پھر خود ہی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔آہستہ سے نیچے اتر کر اس نے ٹی وی لاؤنج پر نگاہ دوڑائی تھی وہ کافی کشادہ جگہ تھی عین وسط میں تینوں اطراف صوفے رکھے گئے تھے۔وائٹ اینڈ بلیک کمبینیشن کو ملحوظ خاطر رکھتے سجائے گئے اس ٹی وی لاؤنج کے سامنے والی دیوار میں بڑی سی سکرین نصب تھی جیسے کہ کوئی سنیما گھر ہو۔ایک طائرانہ نگاہ اطراف میں ڈالتے ہوئے وہ آخری سیڑھی پر تذبذب کا شکار کھڑی تھی۔سامنے والے صوفے پر اسکی طرف پشت کیے بی بی جان بیٹھی ہوئی تھیں۔وہ شاید چائے پی رہی تھیں۔راضیہ پاس ہی ڈسٹنگ کر رہی تھی مگر وہ

Copyright by New Era Magazine

بھی اسکی طرف متوجہ نہیں تھی۔وہ دونوں ساتھ ساتھ باتیں کر رہی تھیں۔مقدس خود ہی آگے بڑھ آئی۔پاس آکر آہستگی سے سلام کیا توان دونوں نے بیک وقت اسکی طرف دیکھتے جواب دیا تھا۔بی بی جان نے مسکرا کر اسے اپنے پاس بٹھایا تھا۔

"آج پتہ چلا بیٹیوں کے قدموں کی آہٹ کیسے گھر آنگن میں زندگی کا احساس پیدا کر دیتی ہے۔جیتی رہو۔سدا خوش و آباد رہو۔رب سوہنا سر کے سائیں کا سایا سلامت رکھے۔"اسکی پیشانی چوم کر جس خلوص سے وہ کہہ رہی تھیں اس کا دل سکون سے بھر گیا تھا۔مقدس نے انکا بے ضرر چہرہ دیکھا تھا۔دل میں ایک خیال سا آیا تھا کیا وہ طلال کی کل رات کی حالت کے بارے میں جانتی ہوں گی؟۔مگر انکے چہرے کا اطمینان دیکھ کر اس نے خود ہی اس خیال کی نفی کر دی تھی۔

"چائے پیو گی یا جوس۔کیا منگواؤں میں اپنی بیٹی کے لئے۔"

"چائے۔"انکے اس قدر پر خلوص انداز پر اسکی جھجک کچھ حد تک زائل ہوئی تھی اب وہ پہلے سے کچھ پر اعتماد دکھائی دیتی تھی۔

"راضیہ جاؤ چھوٹی بی بی کے لئے اچھی سی چائے لے کر آؤ۔ "

وہ خوشی سے دمکتے چہرے کے ساتھ کہہ رہی تھیں۔راضیہ جس کی نظروں میں اپنی نئی بی بی کے لئے ستائش جھلک رہی تھی جھٹ سے مسکراتی سر ہلا کر کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

Copyright by New Era Magazine

"پتہ ہے جب طلال نے مجھے تمہارے بارے میں بتایا تھا تو میں کتنی خوش ہوئی تھی۔ایک ہی بیٹا ہے میرا۔خیر سے اس کی خوشیاں دیکھنے کی خواہش ایک عرصے سے دل میں پل رہی تھی ۔مگر وہ ہے کہ ہر بار ایک ہی جواب ابھی نہیں ابھی نہیں۔مگر پھر اللّٰہ نے میری سن ہی لی۔"

ہلکے سے تبسم کے ساتھ وہ بول رہی تھیں۔مقدس کا دل ڈوب کر ابھرا۔طلال نام کی قرعہ فال اپنے نام کھلتے جان کر فلحال اسے کوئی خوشی کا احساس تو قطعی نہیں ہوا تھا۔مگر یہ بات وہ ان سے کہہ نہیں سکتی تھی۔

راضیہ اسکی چائے لے آئی تھی۔جسے شکریہ کے ساتھ وہ لیتی گھونٹ گھونٹ پینے لگی۔کل سے خالی پیٹ اور سر درد کے باعث اس وقت یہ چائے بھی من و سلوی ہی لگ رہی تھی۔

بی بی جان اس سے چھوٹی چھوٹی باتیں کر رہی تھیں اور اتنی سی دیر میں ہی وہ انکی سادہ لوح اور پر شفیق طبیعت کی معترف ہو چکی تھی۔راضیہ پھر سے ڈسٹنگ میں جت گئی تھی۔ایک بات جو مقدس نے نوٹ کی تھی وہ تھی انکی راضیہ سے ہونے والی گفتگو میں بھی اپنائیت کا احساس۔اور وہ بھی خوش دلی سے کام کے ساتھ ساتھ ان سے باتوں میں مگن تھی۔

ان دونوں کی باتوں سے اسکا دھیان بٹ گیا تھا۔اب وہ پہلے سے بہتر اور خود کو فریش محسوس کر رہی تھی۔

ترچھی ہو کر بیٹھی وہ بی بی جان کی کسی بات کا مسکرا کر جواب دے رہی تھی۔جب سیڑھیوں پر ہونے والی آہٹ پر بے ساختہ نگاہ اس سمت اٹھی تھی اور وہاں سے اترتے طلال کو اپنی جانب دیکھ کر سرعت سے مڑی تھی۔منہ میں گھلی چائے کی چاشنی کی جگہ کڑواہٹ نے لے لی تھی

Copyright by New Era Magazine

۔کوشش کے باوجود وہ دل میں اٹھتی ناگواریت کی لہر کو دبا نہیں پائی تھی۔ بڑی مشکل سے
چہرے کے تاثرات میں سرد پن آنے سے خود کو روکا تھا۔
بی بی جان کی نگاہ بھی اس پر پڑی تھی اور انکے چہرے پر چھائے نور میں کچھ اور بھی اضافہ ہوا تھا
۔
وہ انکے قریب آکر دوسری طرف بیٹھتا انکو خود سے لگائے سلام کر رہا تھا۔ مقدس جھکی نظروں
کے باوجود اسکی نگاہوں کی تپش بخوبی محسوس کر رہی تھی۔
"ماشاءاللہ ایسے ہی خوش رہے میرا بچہ۔اللہ پاک ہر بلا سے محفوظ رکھے۔" اسکا دھلا دھلایا
سراپا اپنی آنکھوں میں بسائے وہ سرشار ہوئے دل سے کہہ رہی تھیں۔ طلال کی مسکراہٹ
بڑی جاندار تھی۔
جو خود ہی ایک بلا ہو اسے بلاؤں نے کیا کہنا ہے۔" مقدس نے کلس کر سوچا تھا۔ کم از کم اس پر تو
وہ کسی بلا کی صورت ہی مسلط ہوا تھا۔ اسکے چہرے پر اس وقت ایسے تاثرات سجے تھے جیسے اسے
کسی نے بحالت مجبوری یہاں بٹھا رکھا ہو اور طلال نے اس بات کو بخوبی نوٹ کیا تھا۔
راضیہ اسے آتا دیکھ کر سلام کرتے ہوئے وہاں سے چلی گئی تھی۔
"بی بی جان لیلیٰ اور زریاب بریک فاسٹ ہمارے ساتھ ہی کریں گے پھر یہیں سے مل کر وہ آج
دن ساڑھے بارہ کی فلائٹ سے واپس جا رہے ہیں۔ تو کچھ خاص اہتمام کر لیجئے گا۔"
سیدھا ہو کر بیٹھتا وہ ایک سرسری سی نظر اس پر ڈالتا ہوا کہہ رہا تھا۔ ان دونوں کے ذکر پر دل اور
بھی اداس ہوا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"ست بسم اللہ بچے۔جگ جگ آئیں۔آج میری بیٹی کا بھی پہلا دن ہے اس گھر میں تو اہتمام تو ہو ہی رہا ہے۔ کل لیلیٰ بیٹی نے ذکر کیا تھا واپسی کا۔وہ دونوں اگر دعوت ولیمہ میں شرکت کر جاتے تو خوشی ہوتی مگر کام کا کہہ رہی تھی کوئی مسئلہ ہے۔"وہ عام سے انداز میں کہہ رہی تھیں اور مقدس کا دل یک بار افسردگی میں گر گیا تھا۔میکے کا مان بھی تو بڑی ڈھارس ہوتی ہے اور اسکے پاس یہ نہیں تھا۔آنکھوں میں آتی نمی کو پیچھے دھکیلتے ہوئے وہ خود پر قابو رکھے ہوئے تھی۔صد شکر کہ بی بی جان کی ساری توجہ طلال پر تھی۔

تبھی راضیہ ہاتھ میں ٹوٹا ہوا سیل فون لے کر آئی تھی اور طلال کے پاس رکتے اسی سے مخاطب ہوئی تھی۔

"صاحب جی یہ آپ کا فون ملا ٹوٹا ہوا ڈرائینگ روم سے۔"کرچی کرچی ہوئی سکرین والا موبائل اسکی طرف بڑھایا تو بی بی جان کے ساتھ ساتھ مقدس بھی اسکی جانب متوجہ ہوئی تھی

۔

موبائل دیکھ کر ایک پل کے لئے اسکی آنکھوں میں تغیر کا کوئی رنگ کوندا تھا۔مگر کمال کی کمانڈ حاصل تھی اسے خود پر۔اگلے ہی پل پر سکون سا وہ تھوڑا آگے ہو کر موبائل تھام رہا تھا۔

"ہاں وہ کل میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔"سنبھل کر سرسری سے انداز میں کہتا اب وہ اس میں سے سم کارڈ نکال رہا تھا۔راضیہ واپس مڑ گئی۔

"طلال! کل رات تم اچانک کہاں چلے گئے تھے بچے؟"

Copyright by New Era Magazine

بی بی جان کو بڑے غلط وقت پر بڑی صحیح بات یاد آئی تھی۔طلال نے تھوگ نگل کر گلا تر کیا ۔ان سے جھوٹ بولنا اسے ہمیشہ مشکل میں ڈال دیتا تھا۔

"وہ بی بی جان ایک بہت ضروری کام پڑ گیا تھا۔جانا ضروری تھا تو اس لئے ایمر جنسی میں جانا پڑا ۔۔۔۔"بہت سکون سے کہتے ہوئے اس نے نگاہیں انکی جانب کرنے سے گریز برتا تھا۔بی بی جان کے ساتھ بیٹھی مقدس نے خشمگیں نظروں سے اس ڈھیٹ شخص کو گھورا تھا۔اسکے چہرے پر حتیٰ کہ لب ولہجے میں بھی اپنی گزشتہ رات کی کارستانی پر کوئی ندامت کا شائبہ تک نہ تھا۔وہ ہی پر اعتماد انداز،وہ ہی دبنگ لب ولہجہ۔

"ضروری کام؟...ایمر جنسی؟۔۔۔۔ہونہہ۔۔۔۔جس کام کے لئے آپ گئے تھے وہ تو واقعہ ہی بہت اہم تھا۔"سر جھٹک کر مقدس نے تاسف سے سوچا تھا۔

"ٹھیک ہے بچے لیکن یہ جو کام کام ہر وقت تمہارے سر پر سوار رہتا ہے۔یہ عادت بدلو اب اپنی ۔خیر سے بیوی والے ہو گئے ہو اب۔"سر ہلا کر وہ اس کی کہی بات پر یقین کرتے ساتھ اسے سمجھا بھی رہی تھیں۔مقدس انکی سادہ لوحی پر حیران ہوئی تھی کس طرح وہ ایک ہی لمحے میں اس شاطر انسان کے جھانسے میں آ گئی تھیں۔طلال نے انکی بات سے محظوظ ہوتے ایک مسکراتی نظر حیران کم پریشان بیوی پر ڈالی تھی اور پھر سر اثبات میں ہلا گیا۔

"آئندہ خیال رکھوں گا۔ابھی مجھے ایک دو کالز کرنی ہیں۔آپ سے میں ناشتے کی ٹیبل پر ملتا ہوں۔"انکا سر چومتا وہ تیزی سے کہتا اٹھ کر سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا تھا۔بی بی جان کو بھی اس کے جانے پر مقدس کا خیال آیا تھا جو اتنی دیر سے خاموش تماشائی بنی بیٹھی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"بیٹا تم بھی جا کر تیار ہو جاؤ۔ تمہارے گھر والے آتے ہوں گے۔ میں تب تک جا کر کچن میں دیکھتی ہوں کیا ہو رہا ہے۔" اسکا گال تھپک کر وہ اٹھ کھڑی ہوئیں تو بے دلی سے مسکرا کر وہ سر ہلا گئی۔

لیلٰی اور زریاب کا وہ نام سننے کی روادار نہیں تھی ملنا تو دور کی بات تھی۔ مگر اپنے نئے نئے سسرال میں وہ کوئی تماشہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ جو بھی تھا یہ تو اب طے شدہ تھا کہ رہنا اسے اب یہی اسی گھر میں تھا۔ ان سے خوش اخلاقی سے ملنا کٹھن تھا مگر فلحال ایک اور محاذ اسکا منتظر تھا اور وہ تھا اس جھوٹ بولنے میں ماہر شخص کا سامنا کرنا۔ کچھ دیر یونہی بیٹھے رہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ سست روی سے چلتی اسکا رخ سیڑھیوں کی جانب تھا۔

....

کمرے میں قدم رکھتے ہی پہلی نظر اسی پر پڑی تھی جو بیڈ پر بیٹھا ہاتھ میں پکڑے سمارٹ فون میں سم کارڈ انسرٹ کر رہا تھا۔ کھٹکے پر سر اٹھا کر دیکھا تھا اسے سامنے پا کر چہرے پر خیر سگالی کی اک مسکراہٹ لئے اپنا کام ملتوی کرتے بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے اپنی جانب متوجہ ہوتے دیکھ وہ لحظہ بھر نروس ہوئی تھی پھر کل رات کا سوچ کر چہرے پر سختی بھرا تاثر لئے فوری طور پر سنبھل بھی گئی تھی۔ اسے مکمل طور پر نظر انداز کیے وہ خود وارڈروب کی جانب بڑھی تھی۔ جیسے اس سے اہم کام اس کے لئے کوئی اور تھا ہی نہیں۔ خود کو یوں نظر انداز کیے جانے پر طلال کی مسکراہٹ کچھ اور بھی گہری ہوئی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

وہ جب سے اٹھا تھا سب سے پہلا خیال اسی کا آیا تھا۔ مگر تب وہ کمرے میں موجود نہیں تھی ۔ جلدی سے صوفے سے اٹھ کر اس نے ذہن پر زور ڈالا تھا اور پوری طرح نہیں تو کچھ کچھ اسے کمرے میں آنے کے بعد کے واقعات یاد تو آہی گئے تھے۔ وہ جی بھر کے خود کو کوستا ہوا تیزی سے باہر نکلا تھا۔ ریلنگ پر ہاتھ جمائے جھک کر نیچے جھانکا تو وہ بی بی جان کے ساتھ بیٹھی نظر آئی تھی۔ اک جانچتی نگاہ ڈالی تھی وہاں سے تو سب شانتی ہی شانتی دکھائی دیتی تھی۔ وہ دونوں بڑے خوش گوار سے انداز میں باتیں کر رہی تھیں گو کہ آواز نہیں آرہی تھی مگر کسی تناؤ کی سی کیفیت کو نہ پا کر وہ سکون میں آگیا تھا۔ صد شکر مقدس نے بی بی جان سے کچھ نہیں کہا تھا اتنا تو اندازہ اسے ہو ہی گیا تھا۔ اک گہرا پر اطمینان سانس اندر کھینچتے وہ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

اس کے نیچے جانے پر بھی اس کے چہرے پر سجے ناراضگی و ناگواری کے تاثرات بڑے واضح تھے اور اب بھی وہ اسے بڑے آرام سے بنا لڑے جھگڑے ہی خاموشی کی مار دے کر بھرپور احتجاج کرتی نادم کر گئی تھی۔ دل ہی دل خود کو کہیں مہذب گالیوں سے وہ نواز چکا تھا۔ نئی زندگی کا ایسا آغاز تو اس نے نہیں سوچا تھا۔ بالکل نہیں سوچا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہمیشہ اسکی سوچوں کے الٹ ہو جایا کرتا تھا۔ دانستہ یا نادانستہ مگر یہ اسکی ٹریجڈی رہی تھی۔

جتنی دیر لگا کر اس نے اپنے لئے ڈریس چوز کیا تھا وہ پر سوچ انداز میں نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اسکی پشت کو دیکھتا رہا تھا۔ وارڈروب کا پٹ بند کرتے وہ جوں ہی پلٹی تھی وہ بھی سوچوں کے دائرے سے نکل کر بڑے دلکش سے انداز میں مسکرایا تھا۔ اور بے ارادہ پڑنے والی اس

Copyright by New Era Magazine

اک سرسری نگاہ کے باوجود مقدس کے دل نے اعتراف کیا تھا وہ شخص مسکراتا ہوا کس قدر پیارا لگتا ہے۔

وہ وہاں سے ہٹ جانا چاہتی تھی مگر اسکی آواز نے اسکے قدم روک لئے تھے۔

"اب اگر آپکا کام ختم ہو گیا ہو تو کیا میں بات کرنے کی جسارت کر سکتا ہوں؟"

چہرے پر مکمل سنجیدگی لئے وہ مؤدبانہ سے انداز میں کہہ رہا تھا مگر آنکھوں میں شرارت صاف عیاں تھی۔ناچاہتے ہوئے بھی مقدس کے تاثرات میں تلخی سی گھل گئی تھی۔حالانکہ اس نے طے کیا تھا وہ ہر ممکن حد تک اس رشتے کو کڑواہٹوں کی نذر ہونے سے بچائے گی۔

دونوں ہاتھ باندھے وہ اپنا کامدار سوٹ ایک بازو پر ڈالے ہوئے رک کر پوری طرح اسکی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"آپ کو اجازت کی ضرورت کیوں کر پیش آنے لگی؟ میں تو آپ کے لئے پرسنل پراپرٹی کی سی حیثیت رکھتی ہوں۔"

پرسکون چہرے کے ساتھ اسکا لہجہ تو کسیلا تھا ہی الفاظ بھی طنز سے بھرپور تھے۔اسے لگا سامنے کھڑا شخص ضرورت سے زیادہ ہی معصوم بننے کی اداکاری کر رہا تھا۔طلال اس کے لب ولہجے پر چونکا ضرور تھا مگر نظرانداز کر گیا۔

"پراپرٹی مطلب؟۔۔۔۔تم کوئی بے جان چیز تھوڑی نا ہو۔" مسکرا کر چند قدموں کا فاصلہ پاٹ کر وہ اسکے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔آپ سے تم تک کا سفر بڑے غیر محسوس انداز میں طے کر لیا گیا تھا۔نگاہیں اس کے ضبط سے سرخ پڑتے چہرے پر جیسے ٹھہر سی گئی تھیں۔وہ اتنی بھی

Copyright by New Era Magazine

خوب صورت نہیں تھی مگر وہ اس کے دل و نگاہ کو باندھ رکھنے کی کشش خوب رکھتی تھی۔اس کی گہری نظروں کا ارتکاز بھی مقدس کو نظریں چرانے پر مجبور نہیں کر پایا تھا۔نہ ہی اس کا اعتماد متزلزل ہوا تھا۔اٹھی گردن اب بھی اٹھی تھی۔اور وہ آنکھیں اب بھی بے خوفی سے اس کے چہرے پر جمی تھیں۔وہ بے قصور تھی تو بلاوجہ کی شرمساری اپنے حصے آپ کیوں لکھتی۔نادم تو وہ ہوں جو غلط تھے۔اسکا دامن تو ہر داغ سے پاک تھا اور وہ اسے یہ باور کروا دینا چاہتی تھی۔

"لیکن جہاں تک میرا خیال ہے سودے تو بے جان چیزوں کے ہی ہوا کرتے ہیں۔انسانوں کی قیمتیں تو طے نہیں کی جاتیں۔"اب کی بار طلال کی تیوری چڑھی تھی۔وہ جو سمجھ رہا تھا معاملہ وہ نہیں تھا۔کچھ اور تھا جو اس ساری تلخی کے پیچھے چھپا ہوا تھا مگر کیا؟

"مقدس تمہیں جو بھی کہنا ہے ٹو دا پوائنٹ کہو۔یوں گھما پھرا کر نہ تو مجھے بات کرنا پسند ہے اور نہ ہی سننا۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آنکھوں میں سنجیدگی لئے وہ بہت تحمل سے ہاتھ پشت پر باندھے کھڑا تھا۔ماتھے پر پڑنے والے بل اسے رعب دار بناتے تھے۔اور کہیں نہ کہیں مقدس بھی اسکی اس درجہ سنجیدگی و رعب سے مغلوب ہوئی تھی۔اتنی دیر سے بے خطر نظریں اس کے چہرے پر سے ہٹ سی گئی تھیں۔

"مجھ سے شادی کرنے کے لئے میری بھابھی کو اپنے عالیشان محل جیسے گھر سے نوازا ہے آپ نے۔اسے سودا بازی نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے آپ طلال حسان۔ "

Copyright by New Era Magazine

خود ترسی کی سی کیفیت میں گھرے وہ دھیمی مگر درشت آواز میں بولی تھی۔اپنی بے وقعتی کا خود اعتراف تکلیف دہ ہوتا ہے۔آنکھوں میں ناچاہتے ہوئے بھی ہلکی سی نمی سی آگئی تھی۔اور طلال حسان کے صحیح معنوں میں چودہ طبق روشن ہوئے تھے۔

وہ تو اس ناراضگی و خفگی کی وجہ پہلے کی ملاقاتوں میں اسے زچ کرنے اور کل رات کی اپنی حالت اخذ کیے ہوئے تھے۔یہ وجہ تو اسکے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔ پچھلے تین دن سے جس طوفان نے مقدس کی راتوں کی نیند حرام کی ہوئی تھی اس لمحے طلال حسان کا سکون بھی ساتھ بہالے گیا تھا۔ماتھے کے بل چند پلوں میں غائب ہوئے تھے۔ سنجیدگی کی جگہ اب چہرے پر کچھ کچھ بے آرامی کے رنگ پھیلتے چلے گئے تھے۔اور جب وہ بولا تو لہجہ خود بخود نرم پڑتا چلا گیا۔

"دیکھو مقدس! تمہیں کوئی مس انڈرسٹینڈنگ ہوئی ہے۔۔۔"ہاتھ اٹھا کر وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ مقدس نے اسکی بات کو درمیان میں ہی بے یقینی بھری نظروں سے اسے دیکھتے کاٹ دیا تھا۔

"مس انڈرسٹینڈنگ ؟آپ اب بھی یہ کہہ رہے ہیں طلال۔ چلیں ٹھیک ہے ایسا ہے تو آپ ۔۔۔آپ میری مس انڈرسٹینڈنگ دور کردیں۔کیا مجھ سے شادی کے بدلے آپ نے میری بھابھی کو اپنا گھر نہیں دیا؟"

وہ سراپا سوال بنی کھڑی تھی اور اس کے آر یا پار والے انداز پر وہ اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔آج کا دن اسکا نہیں تھا۔ستارے شاید گردش میں تھے وہ بری طرح پھنسا تھا۔سامنے کھڑی ہستی پہلے ہی دن اسے واضح احساس دلا گئی تھی کہ وہ اب بی بی جان کے علاوہ کسی اور کے سامنے بھی جواب دہ

Copyright by New Era Magazine

ہے۔اتنی سنگین صورت حال میں بھی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئ تھی۔جسے وہ فوری طور پر چھپا گیا تھا۔پارہ پہلے ہی بڑاتابناک تھا۔اسکی مسکراہٹ جلتی پر تیل ڈالنے کے مترادف ہوتی۔

"تم میری بات تو سن لو ایک بار۔"

"صرف ہاں یاناں۔"وہ تو جیسے اس کے علاوہ کچھ سننے کی متمنی ہی نہیں تھی۔ایک گہرا سانس خارج کرتے جیسے اس نے ہار مانی تھی۔

"ہاں دیا ہے مگر تم اسے غلط انداز میں لے رہی ہو۔میری ایسی کوئی نیت نہیں تھی۔"وہ وضاحت کرنا چاہتا تھا مگر ہاتھ اٹھا کر وہ اسے روک گئ تھی۔

"اٹس اینف۔مزید نہ تو مجھے آپ سے کوئی بازپرس کرنی ہے نہ ہی آپ کی کسی وضاحت کی ضرورت ہے۔آپ نے یہ رشتہ جو بھی سوچ کر جوڑا ہے وہ آپکا اور اللّٰہ کا معاملہ ہے۔مگر میں نے اسے پوری ایمانداری سے نہ صرف قبول کیا ہے بلکہ ہر ممکن حد تک نبھاؤں گی بھی۔"اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتے ایک لمحے کے لئے بھی نہ تو اس کا لہجہ ڈگمگایا تھا نہ ہی وہ کمزور پڑی تھی۔مگر بات کے اختتام تک نہ چاہتے ہوئے بھی اسکی آنکھوں کے گوشے تر ہونے لگے تھے۔وہ اس کے سامنے کسی قسم کی کمزوری ظاہر نہیں کرنا چاہ رہی تھی مگر آج کل اسکے آنسوؤں پر بہت سی دوسری باتوں کی طرح اسکا اختیار نہیں رہا تھا۔سامنے کھڑا چند قدموں کا فاصلہ لئے طلال بس اسے دیکھتا رہ گیا تھا جو اس لمحے تو کم از کم اسکی کوئی بھی وضاحت کوئی بھی صفائی سننے کی روادار نظر نہیں آتی تھی۔اپنی بات مکمل کرتی وہ اسے ہکا بکا چھوڑ کر خود

Copyright by New Era Magazine

واش روم کی جانب بڑھ گئی تھی اور وہ اسے خود سے دور جاتا دیکھتارہ گیا۔بند دروازے کو دیکھ کر اپنے بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے وہ پریشان دکھائی دیتا تھا۔یہ سب غیر متوقع تھا اور وقت رہتے اسے سب ٹھیک کرنا تھا۔اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے۔

. . . .

شام کو انکے ولیمے کی بینکوئٹ میں بڑی پر وقار تقریب منعقد کی گئی تھی۔اور اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا جب مردوں اور عورتوں کے لئے الگ الگ انتظام کیا گیا تھا۔رائل بلیو اینڈ سلور کنٹراسٹ کی میکسی میں سجی سنوری وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔سر پر کامدار دوپٹہ یوں لیا گیا تھا کہ اس کے بال نظر نہیں آرہے تھے۔بلاشبہ وہ بہت خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔ رائل بلیو ڈنر سوٹ میں اپنی شہزادوں کی سی آن بان کے ساتھ وہ پوری طرح ماحول پر چھایا ہوا تھا۔مسکراہٹ اسکے ہونٹوں پر سے ایک پل کے لئے بھی رخصت نہیں ہوئی تھی۔وہ زیادہ تر مردوں والے حصے میں رہا تھا مگر تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس طرف کا چکر بھی لگا لیتا۔وہاں موجود زیادہ تر خواتین اپنی کلاس اور کلچر (جو کہ ہم نے مغرب سے بڑی خوشی خوشی اڈاپٹ کیا ہے) کے حساب سے نیم برہنہ لباس میں اپ ٹو ڈیٹ سی تھیں۔بہت ساری تو طلال سے ہاتھ ملا کر بھی ملی تھیں۔بھابھی نے سرسری سا بتایا تھا وہ ایڈ ایجنسی اون کرتا ہے وہاں کہیں ایسے چہرے بھی تھے جو ٹی وی سکرین پر اس نے دیکھ رکھے تھے۔کہیں بار تو کسی سے بات کرتے

Copyright by New Era Magazine

ہوئے سامنے کھڑی خواتین نے بڑی نزاکت سے اس کے کندھے پر ہاتھ بھی رکھا تھا۔اور یہ سب مقدس کے لئے کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔کل رات اس نے جو دیکھا تھا اس کے بعد اب کچھ بھی غیر معمولی نہیں رہا تھا۔بی بی جان ابھی کچھ دیر پہلے ہی اس کے پاس سے اٹھ کر گئیں تھی۔اور طلال نے تو صرف چند منٹ ہی اسٹیج پر اسکے پہلو میں بیٹھنے کی زحمت گوارا کی تھی۔اس کے بعد سے وہ مسلسل اپنے مہمانوں کے ساتھ مگن تھا۔وہ کچھ دیر تو وہاں موجود سب انجان چہرے دیکھتی رہی پھر نظریں اپنی گود میں دھرے مہندی سے سجے ہاتھوں پر جما دیں۔ذہن میں زریاب کا شرمسار چہرہ اب بھی جگمگا رہا تھا۔جاتے ہوئے اس سے ملتے ہوئے اس نے ایک بار پھر اس سے معافی طلب کی تھی مگر اس کی چپ نہیں ٹوٹی تھی۔دل،امید،مان اتنا کچھ ٹوٹ چکا تھا کہ اب کچھ اور ٹوٹنے سے دل ڈرنے لگا تھا۔

لیکن پھر ثنا کی آمد نے اسے خوش گواریت سے دوچار کر دیا تھا۔انجانی بھیڑ میں اتنے انجان چہروں میں کوئی ایک اپنا نظر آجائے تو اسکی خوشی کیا ہوتی ہے یہ کوئی اس وقت مقدس کے دل سے پوچھتا۔بی بی جان خود اسے اسٹیج تک چھوڑ کر گئیں تھی۔

"ماشاءاللہ کتنی حسین لگ رہی ہو تم مقدس۔ "

اس کے برابر بیٹھی اس سے ملنے کے بعد اسکا بھرپور جائزہ لیتے وہ چہک کر بولی تھی۔

"میرے نام ہونے کا اعجاز ہے۔حسین تو ہونا ہی تھا۔"

Copyright by New Era Magazine

اسٹیج پر آتے طلال نے اس کا جملہ سن لیا تھا۔وہ جو پوری طرح اس کو دیکھنے میں مگن تھی چونکے بنانہ رہ سکی۔البتہ مقدس نے اس کے اس عام سے جملے سے بھی خاص معنی اخذ کرتے اپنا جی جلانا خود پر فرض کر لیا تھا۔

"اسلام علیکم بھائی۔کیسے ہیں آپ۔"وہ شائستگی سے اٹھتے اس کا حال احوال دریافت کر رہی تھی جب طلال نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

"وعلیکم سلام۔میں ٹھیک آپ سنائیں؟آنے میں اتنی دیر کر دی؟گھر والے بھی آئے ہیں کیا ؟"وہ بھی میزبانی کے فرائض بڑی خوبی سے نبھا رہا تھا۔مقدس کی دوست ہونے کے ناطے ایک اسپیشل پروٹوکول سے بھی نواز رہا تھا۔اس سے بات کرتے ہوئے وہ مقدس کو سرے سے نظرانداز کیے ہوئے تھا جو خود بڑی مشکل سے چہرے پر دھیمی سی مسکان سجائے ہوئے تھی۔

"میں بھی ٹھیک ہوں الحمدللہ۔گاڑی خراب ہو گئی تھی تو اسی وجہ سے دیر ہو گئی آنے میں۔ابو آئے ہیں ساتھ۔"اس کے بتانے پر وہ سر ہلا گیا تھا۔

"اوہ اچھا۔میں دیکھتا ہوں انھیں جا کر۔آپ انجوائے کریں اپنی دوست کی کمپنی۔سی یو۔" ایک اچٹتی مگر بھرپور نظر مقدس پر ڈالتا وہ اسٹیج سے نیچے اتر گیا تھا۔

"کیا پرسنالٹی ہے یار طلال بھائی کی۔بندہ بات کرتے ہوئے خواہ مخواہ نروس ہونے لگتا ہے۔" اسکے جاتے ہی ایک گہرا سانس خارج کرتے کھسیانی سی ہنس کر وہ کہہ رہی تھی۔اور مقدس کو اس سے اپنی صبح ہونے والی گفتگو یاد آئی تھی۔

"تم کہاں کھوئی ہوئی ہو؟ "

Copyright by New Era Magazine

ثنانے جیسے اسکی بے دھیانی نوٹ کی تھی۔

"کہیں نہیں۔اب تمہاری ان بے سروپا باتوں کا کیا جواب دوں میں۔"

فوری طور پر اپنے حواس کو کھینچ کر حال کا ساتھی کرتے وہ ہلکا سا مسکائی۔ثنانے ابرو اچکا کر اسے گھورا۔

"بے سروپا باتیں۔اچھا بیٹا جی۔خیر اتنا خوبرو بندہ پا کر انسان میں تھوڑی بہت اکڑ آ ہی جاتی ہے۔"

اسکے جلے بھنے انداز پر مقدس ہنس دی۔کچھ وقت کے لئے وہ اس کی سنگت میں ارد گرد سے اور اپنی زندگی میں آئے بھونچال سے یکسر بے نیاز ہو گئی تھی۔

"اب ایسے بھی اس بندے کو سرخاب کے پر نہیں لگے ہوئے۔پتہ نہیں تمہیں کیا نظر آرہا ہے۔"اس نے سر کو جھٹکا تو ثنا کا منہ حیرت کے مارے کھلا۔

"کچھ تو خوف خدا کرو مقدس۔اتنی غلط بیانی بھی اچھی نہیں ہوتی۔بندہ ہے تو کلاسی۔باقی اب تم کسر نفسی سے کام لے رہی ہو تو کیا کہہ سکتی ہوں۔آخر کو چیز تو تمہاری ہے بھئی۔خیر چھوڑو ان باتوں کو یہ بتاؤ منہ دکھائی میں کیا ملا؟"وہ پرجوش سی پوچھ رہی تھی اور مقدس گڑبڑائی۔

جی چاہا کہہ دے منہ دکھائی میں اس نے اپنی اصلیت دکھادی ہے مگر ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے۔

"جیولری ہے۔تم جب گھر آؤ گی تو دکھاؤں گی تمہیں۔"

زبردستی مسکرا کر اس نے کہتے اپنی جان چھڑائی تھی۔اور صد شکر ثنانے بھی سر ہلا دیا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

واپسی پر وہ جان بوجھ کر پچھلی سیٹ پر بی بی جان کے ساتھ بیٹھی تھی۔ صبح کے بعد سے اس نے دوبارہ اس سے کوئی بات کرنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔اور اسکی یہ ڈھٹائی اسے اور بھی افسردہ کر رہی تھی۔بی بی جان اس سے باتیں کرتی رہی تھیں جن کا مختصر ہی سہی مگر خوش اسلوبی سے وہ جواب دے رہی تھی۔ڈرائیونگ کرتے طلال نے متعدد بار مرر میں سے اسکو اپنی نظروں میں بسایا تھا مگر وہ جان کر بھی انجان بنی رہی۔

اسے کمرے میں آئے ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی جب وہ کمرے میں داخل ہوا مقدس جو اکڑی کمر کو ذرا اسکون پہنچانے کو تکیے کے سہارے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی سرعت سے سیدھی ہوئی۔ صبح سے بھلے وہ شیرنی بنی ہوئی تھی مگر اس وقت رات کے فسوں اور اپنے اور اسکے بیچ بنے نئے نئے تعلق کا احساس مل کر اس کی ہتھیلیوں کو بھگا گئے تھے۔گھبراہٹ نے اسے اپنے گھیرے میں لیا تھا تو نظریں آپ ہی آپ جھک سی گئی تھیں۔اسے نظروں کے حصار میں رکھتے ہوئے وہ بیڈ سے ذرا فاصلے پر کھڑا اپنا کوٹ اتار رہا تھا۔اس سے فراغت کے بعد اب ٹائی نکالی گئی تھی۔صوفے پر بیٹھ کر بڑی فرصت سے جوتے اتار کر شوز ریک میں رکھتا وہ بنا کچھ بھی کہے واش روم میں بند ہو چکا تھا۔اور مقدس کی کب سے رکی سانس بحال ہوئی تھی۔اسکا رویہ ناقابل فہم تھا۔وہ الجھ کر رہ گئی۔تو کیا اس کے سامنے سب کہہ کر وہ خود کو اور بھی بے وقعت کر گئی تھی۔اب تو اسے بھی کوئی ڈر کوئی خوف نہیں رہا ہوگا۔

Copyright by New Era Magazine

وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی جب وہ اس کے سامنے سرمئی شلوار قمیض میں ملبوس آکر بیٹھا تھا ۔وہ جو غائب دماغی سے خلاؤں میں گھور رہی تھی۔اس کے بیٹھنے پر ہونے والی حرکت پر گڑبڑا کر اسکی طرف متوجہ ہوئی تھی اور پھر سرعت سے نظریں جھکا گئی۔

"صبح تم نے کہا اور میں نے سنا۔اب میری باری۔میں کہوں گا اور تم سنو گی۔" ایک گھٹنہ بیڈ پر اسکے سامنے موڑے بیٹھا وہ ذرا اسکی طرف جھکا تھا۔دھیمی سی آواز میں تحکم بڑا نمایاں سا تھا۔

"میں پہلی اور آخری بار اس موضوع کو ڈسکس کروں گا۔دوبارہ کبھی نہ تو مجھے اس بارے میں کچھ کہنا ہے اور نہ سننا۔اور ایک بات اچھے سے ابھی سے ذہن نشین کر لو بار بار کی وضاحتیں نہ تو میں دے سکتا ہوں اور نہ ہی دوں گا۔فائن؟"

مکمل سنجیدگی سے کہتے وہ ہاتھ بڑھا کر اپنی شہادت کی انگلی سے اسکی ٹھوڑی اٹھائے اسکی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔اس کے لب و لہجے کا رعب اور سحر طاری کر دینے والے سراپے کے زیر اثر بے خودی میں آپ ہی آپ اس کا سر ہاں میں ہلا تھا۔اسکے نروس سے انداز پر طلال کے ہونٹوں پر نرم سا تبسم در آیا تھا۔جب وہ بولا تو آواز میں نرم سا تاثر بڑا واضح تھا۔

"تم انمول ہو میرے لئے۔انمول چیزوں کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔نہ ہی انکے سودے طے کیے جاتے ہیں نکاح کیا ہے میں نے تم سے۔عزت ہو تم میری۔اور عزتوں کے سودے نہیں ہوتے مسز طلال حسان۔آج تو سن لیا ہے میں نے آئندہ ایسی کوئی فضول بات میں برداشت نہیں کروں گا۔رہی گھر دینے کی بات تو جب میں نے پرپوزل کی بات کی تو یہ ڈیمانڈ لیلیٰ کی جانب سے کی گئی تھی۔میں دو سال ان لوگوں کے درمیان رہا ہوں اچھے سے جانتا ہوں اسکی

Copyright by New Era Magazine

لالچی فطرت کو۔اس لئے وہ کوئی مسئلہ کھڑا نہ کرے میں نے ہامی بھر لی۔ مگر وہ تمہاری قیمت کسی صورت نہیں ہے مقدس۔ تم نے اس سے جو بھی مطلب نکالا وہ غلط ہے میری ایسی کوئی نیت نہیں تھی یار۔ کیا ایک گھر تمہاری قیمت ہو سکتا ہے؟ تمہارے لئے تو طلال حسان اپنا آپ بھی بیچ دے تو بھی کم ہے۔ لہذا اب اس فتور کو اپنے دماغ سے نکال دو ورنہ اندر ہی اندر گھلتی رہو گی جو کہ میں بالکل نہیں چاہتا۔"

بات کے اختتام تک اسکا انداز شریر ہوتا گیا تھا۔ اپنی انگلی سے اسکی ناک کی نوک کو چھوا تو وہ جو تیز دھڑکنوں کے شور میں رواں رواں سماعت بنی سنتے اسے یک ٹک دیکھ رہی تھی نظریں جھکانے پر مجبور ہو گئی۔ اپنے کرتے کی جیب میں سے ایک مخملی کیس برآمد کرتے وہ سیدھا ہوا تھا۔ اسکے ہاتھ میں بہت نفیس سی وائٹ گولڈ کی چین تھی جس میں "T" حرف کا چھوٹے چھوٹے ڈائمنڈز جڑا پینڈنٹ جگ مگا رہا تھا۔ احتیاط سے اسکی جانب ذرا جھک کر وہ چین اسکے گلے کی زینت بنائی گئی تھی اور جیسے اسکی قیمت میں کہیں گنا اضافہ ہوتا چلا گیا۔ مقدس دم سادھے ساکت و جامد بیٹھی رہی تھی۔ اس کے انداز میں ہلکی سی مزاحمت کی رمق تک نہیں تھی۔ طلال نے اسکے گلے میں جھولتے پینڈنٹ سے اسکے گلابی ہوئے عارضوں تک کا سفر طے کیا تھا۔ جھکی پلکوں کے ساتھ وہ شرم و حیا کے رنگ لئے چہرہ کچھ اور بھی دلنشین لگ رہا تھا وہ مبہوت نہ ہوتا تو کیا ہوتا۔

طلال نے اسکے دائیں رخسار کو بے خودی کے عالم میں چھوا تھا، ذرا سا اور نزدیک ہوتے اسکی روشن پیشانی کو اپنے پر حدت لبوں کا پہلا لمس بخشا۔

Copyright by New Era Magazine

"میں لفظوں کے استعمال میں تھوڑا اناڑی ہوں۔مجھے زبانی محبتوں کا اظہار کرنا بھی ٹھیک سے نہیں آتا۔اس لئے میں ہمیشہ بی بی جان کی پیشانی پر پیار کرتا ہوں۔جانتی ہو کیوں؟۔۔۔کیوں کہ ماتھے پہ بوسہ پاکیزہ محبت کی نشانی ہوتی ہے۔جس میں عزت و تقدس کا درجہ پہلا ہوتا ہے۔میرے کم کہے کو زیادہ سمجھنا۔میں آتا ہوں تھوڑی دیر تک۔تم بھی چینج کر لو تھک گئی ہو گی۔"

اسکا گال تھپتھپا کر کہتا وہ اٹھنے لگا تھا جب کچھ یاد آنے پر واپس سے ٹک گیا۔وہ جو اس کے جانے کا سن کر چہرہ اٹھانے لگی تھی اسے دیکھتی رہ گئی۔

"کل رات کے لئے آئی ایم سوری۔ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔اور میں نے جان بوجھ کر ایسا کیا بھی نہیں۔میں جانتا ہوں تم میرے بارے میں کیا سوچ رہی ہو گی۔مگر اتنا برا بھی نہیں ہوں میں۔میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہوتے ہیں۔ایک دوسرے کی برائیوں کو ڈھانپ لینے والے۔اس لئے ایک ریکویسٹ ہے تم سے میری خامیوں کو بھی نظر انداز کر دینا باقی آدمی اتنا برا بھی نہیں ہوں میں۔یہ تم بہت جلد جان جاؤ گی۔"

اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ آخر میں دائیں آنکھ کا کونہ دبائے مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔اس کے جانے کے بعد بھی وہ خالی خالی نظروں سے اسکی چھوڑی جگہ کو دیکھتی رہی تھی۔غیر ارادی طور پر اسکا ہاتھ اپنے گلے میں پڑی چین تک گیا تھا۔اس سے سو اختلاف سہی مگر دل پھر بھی گداز ہوا تھا۔وہ اچھا تھا یا برا وہ یہ نہیں جانتی تھی مگر وہ ساحر تھا اس کا اسے ان چند لمحوں میں

Copyright by New Era Magazine

ہی احساس ہو گیا تھا۔وہ سامنے والے کو خود سے سو شکایتوں کے باوجود باندھ لینے کی خاصیت رکھتا تھا۔ جیسے اس پل وہ اس سے بندھ گئی تھی۔

وہ اسے سمجھ اب بھی نہیں پائی تھی۔وہ ہر بار اسے چونکاتا تھا۔ جیسے اب سے کچھ دیر پہلے سامنے بیٹھا شخص اس طلال حسان سے بالکل الٹ تھا جس کا خاکہ اتنے دنوں میں اسکا ذہن تشکیل دے چکا تھا۔وہ تو اسے دل پھینک، بگڑا شہزادہ، چھچھورا اور کل رات کے بعد سے اپر کلاس کا وہ مرد سمجھ چکی تھی جو ہر ایک برائی میں ملوث ہو سکتا ہے۔ مگر ابھی جو سامنے سے اٹھ کر گیا تھا وہ تو کوئی اور ہی تھا۔احساس کرنے والا، عزت دینے والا اور حیرت انگیز طور پر معافی مانگنے والا ۔وہ الجھ کر رہ گئی تھی دونوں میں سے حقیقی روپ کون سا تھا وہ جاننے سے قاصر تھی۔ مگر ایک بات تو طے تھی اسکی آنے والی زندگی اس شخص کی پرت در پرت لپٹی شخصیت کی بھول بھلیوں میں ہی گزرنے والی تھی۔

. . . .

ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے رکھے سٹول پر بیٹھی وہ اپنے بال ڈرائے کر رہی تھی۔ مگر آئینے میں جگمگاتے اسکے عکس کو چاہ کر بھی نظر انداز نہیں کر پا رہی تھی۔وہ جاگ رہا تھا مگر بستر چھوڑنے کا شاید ابھی موڈ نہیں تھا۔اوندھے منہ لیٹا بازو سرہانے کے گرد لپیٹے وہ جذبے لٹاتی پر شوق نظروں سے اسے دیکھ کم نروس زیادہ کر رہا تھا۔ جسے وہ چاہنے کے باوجود چھپا نہیں پا رہی تھی

Copyright by New Era Magazine

۔بظاہر وہ اس کی نظروں سے بے نیاز نظر آنے کی کوشش کر رہی تھی مگر اسکی پلکوں کا گلال ہوتے عارضوں پر کیا جانے والا سایہ اس کی اس کوشش کو بری طرح ناکام کر رہا تھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی تم زیادہ خوبصورت ہو یا تمہارے بال۔ "

رات کو اس کے قرب میں سرشار سا وہ اسکے سیاہ لمبے کمر سے بھی نیچے جاتے بالوں کو دیکھ کر مبہوت سا اسکے ریشم سے بالوں کی نرماہٹ اپنی انگلیوں کے پوروں پر محسوس کرتا سرگوشی نما کہہ رہا تھا۔

اپنی محبت کا یقین دلاتے، آنے والے وقت کو لے کر بہت سارے عہد باندھتے اس کی گئی سرگوشیوں میں سے ایک اس کے ارد گرد بازگشت کرنے لگی تھی۔ وہ محبتوں کے معاملے میں جنونی تھا۔ جیسے سمندر کو باندھ کر رکھا جائے اور پھر اسکا بندھ جب ٹوٹے تو سب ساتھ بہا لے جائے۔ اسکی شدت پسندی کا سوچ کر اس نے جھرجھری سی لی تھی۔

اے سی کی کولنگ کے باوجود اس وقت مقدس کے ہتھیلیاں پسینے سے بھیگتی چلی گئی تھیں ۔بال تو خشک ہو ہی چکے تھے جلدی سے ڈرائیر رکھتے اس نے ہیئر برش اٹھایا تھا۔ اسے جلد از جلد کمرے سے نکلنا تھا یا پھر شاید وہ اسکی نظروں سے اوجھل ہونا چاہتی تھی۔

بال سلجھا کر وہ معمول کے جیسے ڈھیلی سی چوٹی کرنے کا ارادہ رکھتی تھی جب اسکے بالوں پر رکھے ہاتھوں پر دو مضبوط ہاتھ آن رکے تھے۔ نظریں اٹھا کر مقدس نے آئینے میں دیکھا تھا وہ بھی اسے ہی دیکھتے مسکرا رہا تھا۔ اپنے ہی دھیان میں وہ جان ہی نہیں پائی تھی وہ کب بستر چھوڑ کر اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

بنا کچھ کہے اس کے ہاتھ ہٹا کر وہ اس کے پیچھے کھڑا

اب اس کے بالوں کا بھرپور جائزہ لے رہا تھا اور مقدس آئینے میں نظر آتے اسکے عکس کی

۔چہرے پر آسودگی اور ڈھیر سارا اطمینان لئے ماتھے پر بکھرے بالوں کے ساتھ وہ اپنے

مخصوص لش پش سے انداز کے برعکس اس عام سے بے ترتیب حلیے میں بھی بلا کا خوبرو دکھتا تھا

۔وہ بالکل بے دھیانی میں اسے دیکھ رہی تھی پھر اسکی حیرت کی حد نہیں رہی تھی جب کچھ دیر

بعد اس نے بڑی نفاست سے چوٹی بنا کر اس کے دائیں کندھے سے لا کر اسکے آگے کی تھی ہیئر

بینڈ لگانے والی جگہ سے بالوں کو ایک ہاتھ سے پکڑے وہ دوسرا ہاتھ مضبوطی سے اس کے

دوسرے کندھے پر جمائے جھکا تھا اور اپنا بایاں گال نرمی سے اسکے دائیں گال سے مس کیا تھا

۔شیو کی ہلکی سی چبھن کے ساتھ وہ جو چوٹی کا جائزہ لے رہی تھی اس کے چہرے سے اپنا چہرہ

ذرا پرے کرتے اسکی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"اتنی حیران مت ہو۔بی بی جان کا ہیئر سٹائلسٹ میں ہی ہوں۔اس لئے چوٹی بنانا تو اب میرے

بائیں ہاتھ کا کمال ہے۔ "

اسکی آنکھوں میں سے جھلکتی حیرت کو وہ بھانپ چکا تھا اس لئے چہرہ گھما کر اسے نظروں کے حصار

میں رکھتے متبسم لبوں کے ساتھ بتانا ضروری سمجھا۔

وہ نظریں چرا گئی تھی۔آگے کی طرف جھکتے ہیئر بینڈ اٹھایا تھا اور پھر آہستگی سے اپنے بال اسکی

گرفت سے آزاد کروائے تھے۔

Copyright by New Era Magazine

"شکریہ۔"ہیئر بینڈ میں بال جکڑتے ہوئے پتہ نہیں اس نے یہ کیوں کہا تھا شاید اپنی گھبراہٹ چھپانے کے لئے۔ طلال نے وہ شکریہ سر کو ہلکا سا خم دیتے بڑی شان تمکنت سے وصول کیا تھا اور پھر اسکے کندھے پر ہلکا سا دباؤ ڈال کر وہاں سے ہٹتا واش روم میں گم ہو گیا تھا۔اور مقدس کی کب سے رک رک کر چلتی سانسوں کو قرار سا آ گیا تھا۔

ہونٹوں پر لب گلوس لگاتے وہ ایک نظر اپنے سراپے پر ڈالتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔اگلے دس منٹ میں بستر ٹھیک کرتے ایک مطمئین نظر کمرے پر ڈال کر گلے میں جھولتا دوپٹہ سر پر ٹھیک سے لیتے وہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ کل کی نسبت آج نیچے ہال خالی تھا۔ایک نظر بی۔بی جان کے کمرے کے کھلے دروازے پر ڈالی تھی۔انکے اندر ہونے کے امکان نہ پا کر وہ کچن کی طرف آئی تھی۔

"اسلام علیکم چھوٹی بی بی۔"

اسے کچن کی چوکھٹ پر کھڑا دیکھ کر ناشتہ بناتی نفیسہ کی نظر اس پر پڑی تھی۔

"وعلیکم سلام۔بی بی جان کہاں ہیں۔"

کچن میں ناشتہ بننے کی بھینی بھینی اشتہار انگیز خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

"وہ جی باہر لان میں ہوتی ہیں اس وقت۔"

سر ہلا کر وہ وہاں سے مڑنے لگی تھی۔

"آپ کو کچھ چاہیے چھوٹی بی بی؟"

نفیسہ نے اس کے مڑنے سے پہلے ہی خوش دلی سے کہا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"نہیں ایک ساتھ ہی ناشتہ کریں گے۔"

یہ کہتے ہوئے لاشعوری طور پر اس کے ذہن میں طلال کا عکس جھلملایا تھا۔

وہاں سے نکل کر وہ اندرونی بڑا سا بھاری دروازہ پار کرتے باہر نکل آئی تھی۔ سورج کی کرنیں اس بڑے سے پر شکوہ کسی قصر نما گھر کی اوٹ سے چھن چھن کر لان کے سبزے پر پڑ رہی تھیں ۔ایک طرف بنے پورچ میں اس وقت دو گاڑیاں کھڑی تھیں۔اور سامنے گیٹ پر گیٹ سے ملحق بنے اس چھوٹے سے کمرے میں بیٹھے گارڈ کی پشت بھی دکھائی دیتی تھی۔دائیں طرف پھیلے بڑے سے رقبے پر سجایا گیا وہ وسیع و عریض لان بہت سارے ملکی اور غیر ملکی پلانٹس اور پھولوں سے سجایا گیا تھا۔بیرونی دیوار کے باہر روڈ کے ساتھ چھوڑی جگہ پر لگائے گئے کھجور کے درخت دیوار کے پار سے اندرونی حصے میں جھانکتے دکھائی دیتے تھے۔وہاں لان میں بنائے گئے بانس کی لکڑی کے چبوترے کے نیچے رکھی کرسیوں پر بی بی جان اسے بیٹھی نظر آئی تھیں ۔انکی گود میں ٹرے رکھی ہوئی تھی۔ جس میں سے وہ مٹھی بھر بھر کر دانے ایک سائیڈ پر ڈال رہی تھیں جہاں لان میں ایک طرف چڑیوں کا جھنڈ سا بیٹھا ہوا تھا جو بے خوف و خطر دانے چگ رہی تھیں۔اس کے قدموں کا رخ انھیں دیکھ کر اس جانب ہوا تھا۔

اسے قریب آتا دیکھ کر بی بی جان نے بھی چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا اور پھر انکے چہرے پر بڑی پر شفیق سی مسکراہٹ نے ڈیرہ لگایا تھا۔اس نے ان دو دنوں میں انھیں جب بھی دیکھا تھا مسکراتے ہی دیکھا تھا تبھی تو ان کے چہرے پر ہمیشہ ایک نرمی بھرا تاثر قائم رہتا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

سلام کرتے جھک کر ان سے پیار لیتے وہ ایک ہاتھ سے دوپٹہ سنبھالتے ہوئے دوسری کرسی پر بیٹھ چکی تھی۔اسکی آمد پر وہاں موجود چڑیوں میں ایک بے چینی کی سی کیفیت پیدا ہوئی تھی اور وہ پورا غول اڑ کر دیوار پر جا بیٹھا تھا اب اسے یوں بیٹھتے بے ضرر جان کر تسلی کرتے پھر سے لان میں آہستہ آہستہ آنے لگا تھا۔

"میں آپ کو اندر ڈھونڈھ رہی تھی۔"اس نے جیسے بات شروع کرنی چاہی تھی۔بی بی جان مسکراتے ہوئے سر ہلا گئیں۔

"صبح کے وقت میں تمہیں یہی ملوں گی بیٹا۔یہ دیکھ رہی ہو؟"انہوں نے آنکھوں سے چڑیوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔مقدس بھی انھیں دیکھنے لگی جواب۔ایک بار پھر سے دانا چگنے میں مگن ہو چکی تھیں۔"یہ میری ہم جولیاں ہیں۔برسوں کا ساتھ ہے ہمارا۔صبح کی پہلی کرن کے ساتھ ہی یہاں دیوار پر آ بیٹھتی ہیں۔پھر بار بار منتظر نظروں سے دروازے کو دیکھتی ہیں کہ کب بی بوڑھی آئے گی اور ہمارا رزق جو اللّٰہ نے لکھ رکھا ہے لا کر ہماری امانت ہمارے حوالے کرے گی۔"

اپنی بات سے وہ خود ہی حظ اٹھائے ہلکا سا مسکرا دی تھیں۔

"آپ روزانہیں دانہ ڈالتی ہیں؟"اس نے ان چڑیوں سے نگاہ ہٹا کر صبح کی پہلی کرنوں میں روشن ہوتا انکا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"اللّٰہ نے ہر ذی روح کا رزق لکھا ہوا ہے بیٹا اور وہ ہر ایک کا رزق اس تک پہنچاتا بھی ہے۔یہ تو کرم نوازی ہے اسکی ان چند بے زبانوں کی خوراک کا وسیلہ مجھے بنا رکھا ہے۔"

Copyright by New Era Magazine

وہ سادگی سے کہہ رہی تھیں اور مقدس دل سے انکی نرم دلی کی معترف ہوئی تھی۔یہ دلوں کی ہی نرمی تو ہوتی ہے جو چہرے پر سے چھلکتی ہے۔

"میرے بابا بھی چھت پر پرندوں کے لئے پانی کا چھوٹا سا مٹکا اور دانے رکھا کرتے تھے۔کہا کرتے تھے مقدس اللہ ّ کو پسند ہیں ایسے لوگ جو بے زبانوں کا احساس کرتے ہیں۔انکی اللہ ّ دعائیں بھی جلدی سن لیتا ہے۔"

اپنے بابا کا ذکر کرتے جہاں اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی وہیں کہیں اداسی سی بھی اسے اپنی لپیٹ میں لے گئی تھی۔

"اللہ ّ کی مخلوق سے جو جتنا پیار کرتا ہے اللہ ّ بھی اسے اتنا ہی قریب کرتا چلا جاتا ہے۔اور یوں اداس مت ہوا کرو اپنے بابا کا ذکر کرتے وقت۔دعا کیا کرو۔انکے نام کے اچھے اچھے کام کیا کرو صدقہ کیا کرو اس سے انھیں بھی سکون ملے گا۔"

وہ اسکی اداسی محسوس کر گئیں تھی۔نرمی سے مسکراتے ہوئے سمجھا رہی تھیں۔وہ سر ہلا گئی پھر جیسے کچھ یاد آیا تھا۔

"بی بی جان ایک بات پوچھوں؟"

"ایک نہیں سو باتیں پوچھو۔اجازت کیوں مانگ رہی ہو؟"

ٹرے سامنے والے ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ اسکی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔

"اس گھر میں آپ اور طلال ہی رہتے ہیں بس؟"

Copyright by New Era Magazine

"ہاں ہم دو ہی رہتے تھے مگر اب تو ماشاءاللہ تین ہو گئے ہیں تم جو آگئی ہو۔" انھوں نے اپنے سفید دوپٹے کو سر پر ٹھیک کیا تھا۔

"اور طلال کے ابو؟" انکے محبت بھرے انداز پر مسکرا کر اس نے پوچھا تھا۔ اور ایک پل کے لئے بی بی جان کا روشنی بکھیرتا چہرہ دھواں دھواں ہوا تھا۔

"وہ اس دنیا میں نہیں ہیں۔" کہتے ہوئے انکی آواز میں غیر محسوس سی کسک در آئی تھی ۔ مقدس کو افسوس ہوا انکو دکھی ہوتا دیکھ کر۔ کیا ضرورت تھی پوچھنے کی۔ اب جب یہی رہنا تھا تو سب پتہ چل ہی جاتا۔ اس نے جیسے خود کو ملامت کی تھی۔ ابھی کتنی اچھی لگ رہی تھیں مسکراتی ہوئیں۔

"آؤ اندر چلتے ہیں بیٹا۔ طلال کا نیچے آنے کا وقت ہو گیا ہے پھر شور مچاتا ہوا یہی آجائے گا۔" اسکی خاموشی پر وہ بھی جیسے سنبھل گئی تھیں۔ فوری طور پر چہرے پر اپنی ازلی نرمی بھری مسکراہٹ لاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"یہ میں اٹھا لیتی ہوں۔" انھیں ٹرے اٹھاتا دیکھ کر اس نے اٹھتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھائے تھے

۔

"خوش و آباد رہو۔"

انکی معیت میں وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اندر کی جانب بڑھی تھی۔ سورج کی کرنیں اب اور بھی چمکیلی اور روشن ہوتی ہر طرف اجالا بکھیرنے لگی تھیں۔

. . . .

Copyright by New Era Magazine

"یہ کیا حرکت تھی طلال؟ تمہیں اندازہ بھی ہے مجھے کتنی انسلٹ فیل ہوئی ہے تمہاری پرنسپل کے سامنے۔اتنے زور سے پیٹا ہے اس بچے کو تم نے۔ تمہیں اسکول سے بھی نکالا جا سکتا تھا۔"

لیونگ ایریا میں وہ سر جھکائے بالکل سپاٹ چہرہ لئے بیٹھا ہوا تھا اور اس کا باپ گردن میں ڈھیلی جھولتی ٹائی کے ساتھ سخت غصے میں یہاں وہاں چکر کاٹ رہا تھا۔ پچھلے دس منٹ سے وہ مسلسل ڈانٹ کھا رہا تھا مگر مجال ہے جو اس کے چہرے پر ذرا بھر ندامت کا شائبہ بھی ہو۔اب بھی وہ یوں بے نیاز بیٹھا تھا جیسے اس کا باپ اسکی نہیں کسی اور کی بات کر رہا ہو۔آج اسکول میں سپورٹ ڈے تھا۔اپنے کلاس فیلو سے اسکی لڑائی ہو گئی تھی اور شدید غصے میں اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا بیٹ اس کے سر پر دے مارا تھا پرنسپل نے حسان شاہ کو کال کی تھی۔اور ایک گھنٹے تک انکے ساتھ میٹنگ جاری رہی تھی۔ جس میں طلال کی گرتی پراگریس سے لے کر اس کے روڈ بی ہیوئیر تک کی ایک پوری چارج شیٹ تیار تھی۔

"میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں؟ اب منہ میں زبان کیوں نہیں ہل رہی۔ طلال ادھر دیکھو میری طرف۔"

اسے اپنی بات کا مطلق اثر نہ لیتے دیکھ کر وہ اس کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھا تھا اور بازو سے پکڑ کر اسے نظریں اٹھا کر خود کو دیکھنے پر مجبور کیا تھا۔ مگر جن نظروں سے اس نے اسے دیکھا تھا اس کا جی چاہا وہ اسے یوں ہی نظریں جھکائے بیٹھا رہنے دیتا تو ہی اچھا تھا۔وہ نظریں ایک آٹھ سالہ بچے کی تو بالکل معلوم نہیں ہوتی تھیں۔اتنی بے تاثر اور منجمد جیسے برف کی یخ بستگی ان میں سما

Copyright by New Era Magazine

گئی ہو۔ یہ اسکا وہ بیٹا تو نہیں تھا جو بہت معصوم سا ہوا کرتا تھا اور ذرا سی اونچی آواز پر سہم جایا کرتا تھا۔

"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ مجھے بتاؤ۔ میں آج سننا چاہتا ہوں۔ "

اس کے تاثرات نے اس شخص کا دل بھی پگھلا دیا تھا۔ جو بھی تھا وہ اسکا بیٹا تھا۔ ایک فطری سی محبت تو تھی۔ طلال کے چہرے پر اب بھی ویسی ہی تندہی تھی۔ خالی خالی نظروں سے اس نے اپنے باپ کو دیکھا تھا جسے بلاآخر پانچ ماہ بعد ہی سہی بیٹے سے اس کے مسائل پوچھنے کا وقت مل گیا تھا۔ اسکی ماں کے جانے کے بعد بھی اسکی روٹین میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ اکثر گھر سے غائب رہتا اور اگر گھر آتا بھی تو رات گئے جب تک وہ سو چکا ہوتا اور صبح جب وہ اسکول جاتا تب بھی اسکا باپ سو رہا ہوتا تھا۔ ان مہینوں میں وہ چاہتا تو انگلیوں کے پوروں پر گن کر بتا سکتا تھا کہ اس نے کتنی بار اپنے باپ کا چہرہ دیکھا مگر وہ ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ چہرہ دیکھنا نہ دیکھنا اس کے لئے بے معنی تھا۔

"مجھے مما پاس جانا ہے۔ یہاں نہیں رہنا۔"

کچھ دیر خاموشی کے بعد اس نے لب کشائی کی تھی۔ حسان نے بیٹے کے مطالبے پر ہونٹوں کو سختی سے بھینچا تھا جیسے اپنے غصے کو کنٹرول کرنا چاہا ہو۔

"تم وہاں نہیں جا سکتے۔ تم حسان شاہ کے بیٹے ہو یوں غیروں کے در پر نہیں ڈال سکتا میں تمہیں۔"

Copyright by New Era Magazine

دبے دبے غصے میں اک تنفر ور عونت کے ساتھ اس نے بیٹے کو باور کروایا تھا۔وہ ایک خود پسند انسان تھا۔اپنے خاندان کا اکلوتا وارث۔انا اور ضد اسکی گھٹی میں شامل تھی۔اور اسکا بیٹا جو کہہ رہا تھا یہ اسکی انا کو گوارہ نہیں تھا۔

"میں اپنی مما کا بیٹا ہوں۔آپ کا بیٹا نہیں ہوں میں۔آپ نے انھیں چیٹ کیا ہے اس لئے وہ یہاں سے چلی گئی ہیں۔مجھے بھی یہاں نہیں رہنا۔مجھے مما ساتھ رہنا ہے۔"

سفید یونیفارم شرٹ پہنے سرخ و سپید رنگت میں غصے کا جوش لئے وہ دوبدو جواب دے رہا تھا ۔وہ بھی تو اسی کا خون تھا اور خون اپنی تاثیر تو رکھتا ہے۔آنکھیں چھوٹی کرتے ماتھے پر شکنوں کا جال لئے اس کا باپ اسے دیکھ رہا تھا۔وہ اسکی بات پر ٹھٹکا تھا۔اتنی بے زاری و نفرت اس کے لب و لہجے سے جھلک رہی تھی کہ وہ کچھ دیر کے لئے بول ہی نہ سکا۔وہ بے یقینی بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جو بلا خوف دیدہ دلیری سے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے تھا ۔اسکی پوری بات میں جو سب سے قابل گرفت بات تھی وہ "چیٹ" کا لفظ تھا۔اسکا عکس اپنے بیٹے کی نظروں میں اس قدر برے طریقے سے ڈگمگا چکا تھا کہ پہلی بار اسے ندامت ہوئی تھی ۔بہت دیر بعد جب وہ بولا تو اسکی آواز میں ایک پستی تھی۔

"میری بات سنو طلال۔میں جانتا ہوں میں تمہارے لئے اچھا باپ ثابت نہیں ہوا لیکن میں کوشش کروں گا خود کو بدلنے کی۔مگر ایک بات تم بھی اچھے سے سمجھ لو۔تم اپنی مما پاس نہیں جا سکتے۔"نرم آواز میں اس نے اپنے بیٹے کے ننھے شانوں پر دونوں ہاتھ رکھے تھے۔"تمہاری

Copyright by New Era Magazine

مما ہم سے بہت دور چلی گئی ہیں۔انکی شادی ہو گئی ہے بیٹا۔اب وہ کبھی واپس نہیں آسکتی نہ ہی تم جا سکتے ہو۔"

وہ یہ بات اسے بتانا نہیں چاہتا تھا مگر اس کی ضد کے آگے ہار مان کر بتا گیا تھا۔اور شاید اس نے غلط کیا تھا۔اس کا احساس اسے اسکی آنکھوں میں اترتی نمی سے ہوا تھا۔وہ تیزی سے اٹھ کر وہاں سے بھاگتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔اسکی پکار پر بھی وہ رکا نہیں تھا۔وہ پوری رات اس نے اتنے ماہ بعد پھر سے رو کر گزاری تھی۔اتنے مہینوں میں اس کے دل میں ایک آس تھی کہ اگر اسکی ماں نہیں آسکتی تو کیا ہوا کبھی نہ کبھی وہ خود ہی اسکے پاس چلا جائے گا۔وہ شاید وہ اسکے باپ سے ناراض ہیں اسی لئے اس سے بھی ناراض ہوں گئی ۔ مگر وہ اسے منالیتا۔رو کر معافی مانگ کر کسی بھی طرح۔آج اس نے یہ آخری امید بھی کھو دی تھی۔اس رات اس نے صرف ماں سے دوبارہ ملنے کی امید نہیں کھوئی تھی۔اس نے اپنا یقین بھی کھو دیا تھا وہ یقین جو اسے اپنی ماں پر تھا کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے۔

. . . .

حسان نے کچھ دن تو اس کے ساتھ وقت گزارنے کی کوشش کی تھی۔ مگر اس کے لئے دیے سے انداز پر وہ جلد ہی گیو اپ کر گیا تھا۔وہ اس سے کوئی بات نہیں کرتا تھا اور وہ کوئی بات کرنے کی کوشش کرتا بھی تو اسکے چہرے کے تاثرات میں اس قدر بے زاری رچ بس جاتی کہ اس کی زبان تالو سے چپک جاتی الفاظ اپنا آپ کھو دیتے۔احساس ندامت کا ریلا کچھ دن کا مہمان ثابت ہوا وہ اپنی غیر مستقل مزاجی کے باعث جلد ہی اپنی پہلے والی روٹین پر واپس آگیا تھا وہ کسی

Copyright by New Era Magazine

دوسرے ملک بزنس ٹور پر چلا گیا تو طلال ایک بار پھر سے احساس تنہائی کا شکار ہو گیا۔ باپ کے لئے دل میں لگی گرہیں اور بھی سخت ہوتی گئیں کبھی نہ کھلنے کے لئے۔

کلاس میں وہ سب سے کٹ کر یوں بیٹھتا کہ آہستہ آہستہ سبھی بچے اس سے دور ہوتے چلے گئے ۔وہ اپنے اندر کی تنہائی میں یوں گم ہوا کہ باہر کی دنیا نے بھی اسے تنہا کرنا شروع کر دیا تھا ۔اسلامیات کی کلاس میں اب وہ پہلے کی طرح بڑھ چڑھ کر سوال نہیں پوچھتا تھا۔بس خاموشی سے سنتا رہتا۔

"تو بچو! سمجھ آیا اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ پیار بچوں سے کرتے ہیں۔اور بچوں کی دعائیں بھی جلدی قبول ہو جاتی ہیں۔ "

ٹاپک کے خاتمے پر اسکی ٹیچر مسکرا کر کہہ رہی تھی۔مگر اسکا معصوم ذہن اب یہ بات قبول کرنے پر تیار نہیں تھا۔

"ٹیچر کو بھی کچھ نہیں پتہ۔پتہ نہیں کیسی باتیں کرتی ہیں۔میں بھی تو بچہ ہوں میری تو دعا کوئی نہیں قبول ہوتی۔یا پھر شاید اللہ تعالیٰ مجھے پیار ہی نہیں کرتے۔"

ہاتھ میں پکڑی پنسل سے نوٹ بک پر حاشیے لگاتے وہ اپنے ہی چھوٹے اور ناپختہ ذہن کی گھمبیر سوچوں میں الجھا ہوا مایوس دکھائی دیتا تھا۔اس کے اندر کہیں سوال اودھم مچائے رکھتے تھے ۔مگر وہ انھیں زبان پر نہیں لاتا تھا۔کاش لے آتا کیوں کہ پھر وقت نے دیکھا تھا یہ سوال اس کی عمر کے ساتھ اور بھی بھیانک ہوتے چلے گئے تھے۔

. . . .

Copyright by New Era Magazine

وہ ایک سیاہ و سرد رات تھی جب وہ اچانک ہی بنا اطلاع کیے بیرون ملک سے واپس آ گیا تھا ۔آ گے ٹی وی لاؤنج میں مووی نائٹ کا اہتمام کیے وہ دونوں عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔اسے یوں اچانک سامنے دیکھ کر انکی سٹی گم ہوئی تھی۔

"آپ اس وقت یہاں کیا کر رہی ہیں مس فرح۔آپ کو تو طلال کے پاس ہونا چاہیے تھا۔"
کھردری آواز میں بنا کسی رعایت کے وہ اسکی گورنس کو آڑے ہاتھوں لے چکا تھا۔فرح گڑ بڑائی تھی۔

"جی سر میں اسی کے پاس تھی۔وہ آرام سے سو رہا تھا تو یہاں آ گئی۔آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔"
تھوک نگل کر معذرت خواہانہ انداز میں اس نے کہا تو منت بھری نظروں سے اسے دیکھتے آمنہ نے بھی سر پوری شد و مد سے ہلایا تھا۔حالانکہ اس نے اسے کافی دیر سے نہیں دیکھا تھا۔آج رات کا کھانا کھانے سے بھی وہ منع کر گیا تھا مگر اسکے انکار پر کسی نے بھی وجہ جاننے یا بہلا پھسلا کر کھانا کھلانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"ٹھیک ہے مگر آئندہ ایسی غفلت میں برداشت نہیں کروں گا۔مت بھولیں کہ آپ اس گھر میں کس کام کے لئے موجود ہیں۔"ایک تنبیہی نظر ان دونوں پر ڈال کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا تھا جب کسی انجانے سے احساس کے تحت وہ طلال کے روم کی طرف بڑھ گیا ۔وہ دونوں ابھی تک چور سی بنی وہی کھڑی تھیں۔اس کے کمرے میں پہنچ کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔بستر پر پڑا وہ ہوش و حواس سے بیگانہ بخار میں تپ رہا تھا۔اسکی سانسوں کی

Copyright by New Era Magazine

رفتار بھی بہت مدھم پڑ رہی تھی۔وہ دیوانہ وار اسے اٹھائے ہوسپٹل پہنچا تھا اسکی گورنس نے ساتھ آنا چاہا تو ایک کاٹ دار نگاہ اس پر ڈالتا وہ گھر سے نکل آیا تھا اور تب سے اس کو اپنا آپ مجرم لگ رہا تھا۔اسکا بیٹا اسی کے گھر میں ہر آسائش کے ہوتے ہوئے بھی مسیحائی بھرے لمس کو ترستا رہا تھا۔

"تم نے مجھے کچھ بتایا کیوں نہیں؟ تمہاری گورنس اور گھر کے نوکر تمہارا صحیح سے خیال نہیں رکھتے تھے تو تمہیں مجھے بتانا چاہیے تھا۔" ہوسپٹل کے اس پرائیویٹ کمرے میں وہ زرد رنگت اور کملائے ہوئے چہرے کے ساتھ کمزور دکھائی دیتا لیٹا ہوا تھا۔ہاتھ میں سوئی لگی ہوئی تھی جس میں سے قطرہ قطرہ ڈرپ میں موجود محلول اسکے جسم میں بہتے خون میں شامل ہوتا شاید اسے اور بھی سرد بنا رہا تھا۔

اس کا باپ تھکا تھکا سا اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھتا اس سے مجرمانہ انداز میں نظریں چراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"میں آپ کو کیوں بتاتا؟" بدلے میں اسکے بیٹے کے الفاظ اس شخص کے چہرے پر طماچے جیسے لگے تھے۔تو وہ اسے اس قابل بھی نہیں سمجھتا تھا کہ اپنی کوئی پریشانی یا تکلیف اس سے کہہ سکتا۔

ہونٹ بھینچ کر اس نے اپنے نو سالہ بیٹے کے بالوں میں ہاتھ چلانا چاہا تھا جب وہ چہرہ دوسری طرف موڑتا اس سے ذرا دور ہوا تھا۔اسکا ہاتھ ہوا میں معلق ہی رہ گیا۔

"آپ مجھے بورڈنگ بھجوا دیں مجھے اب یہاں نہیں رہنا۔ "

Copyright by New Era Magazine

چہرے کا رخ دوسری طرف موڑے وہ ضدی سے لہجے میں عجیب سرد پن لئے کہہ رہا تھا۔اور اسکا باپ دل میں اس کے لئے پیدا ہوتے نرم جذبات کے زیر اثر نرم پڑتا چلا گیا تھا۔اور پھر اس نے اس سے وہ فیصلہ کروایا تھا جو عام حالات میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

. . . .

وہ حیرت انگیز نظروں سے سامنے کھڑے شخص اور اس کے ساتھ موجود اس نو سالہ بچے کو دیکھ رہی تھیں۔جو بے زاری سے ادھر ادھر نظریں گھمائے دیکھ رہا تھا۔

"بی بی کچھ ضروری بات کرنی ہے آپ سے اکیلے میں۔"

ایک نظر طلال پر ڈالتے ہوئے حسان نے فاطمہ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔وہ سر ہلاتیں اسکے ساتھ ذرا سائیڈ پر چلی گئی تھیں۔جہاں مختصر تمام قصہ سناتے ہوئے آخر میں وہ کہہ رہا تھا۔

"اس لئے بی بی میں چاہتا ہوں طلال یہاں آپ کے پاس رہے۔میں یہ نہیں کہہ رہا آپ اسکی ذمہ داری اٹھائیں۔بس یہ ہو گا کہ یہاں وہ آپ کی نظروں کے سامنے ہو گا نوکر اس کا دھیان اچھے سے رکھیں گے۔وہاں تو میں گھر پر ہوتا نہیں ہوں تو اس کا وہاں کوئی ٹھیک سے خیال نہیں رکھتا۔میں اسے بورڈنگ میں بھی ڈال سکتا تھا مگر یہ غصہ زیادہ کرنے لگا ہے آج کل تو وہاں مسئلہ ہو سکتا ہے ۔"

Copyright by New Era Magazine

فاطمہ نے ایک نظر اس شخص کو دیکھا تھا جو آج بھی اتنا ہی خود غرض اور صرف اپنا مفاد دیکھنے والا تھا۔

انکا جی چاہا تھا وہ اپنی ازلی نرم دلی کو ایک سائیڈ پر کرتے صاف انکار کر دیں مگر پھر نادانستہ نگاہ اس جانب اٹھی تھی جہاں اب بھی وہ صوفے پر بے تاثر چہرے کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔اس کے چہرے پر کہیں بھی بچپن کی معصومیت نہیں تھی ایک عجیب اداسی میں لپٹی ہوئی سنجیدگی تھی جیسے وہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ بڑا ہو گیا ہو۔وہ اپنے باپ کا عکس تھا وہی شکل وشبہہ، وہی نین نقش۔

مگر وہ اسے دیکھ کر چاہ کر بھی انکار نہیں کر پائی تھیں۔

وہ فاطمہ شاہ تھیں۔حسان شاہ انکا چچازاد تھا ان سے سولہ برس چھوٹا۔انکے خاندان میں لڑکیوں کی شادی خاندان سے باہر نہیں کی جاتی تھی۔انکے والدین حیات نہیں تھے اور چچا کے زیر سر پرست تھیں۔کچھ خاندانی روایات اور کچھ جائیداد کے چکر میں انکا نکاح چوبیس سال کی عمر میں خود سے دوگنا چھوٹے آٹھ سالہ حسان شاہ سے کر دیا گیا تھا۔وقت آگے بڑھتا رہا اور جوانی کی دہلیز پر جب تک حسان شاہ نے قدم رکھا انکی عمر ڈھلنے لگی تھی۔واجبی سی شکل کی فاطمہ جسے حسان شاہ بچپن سے ہی احتراماً "بی بی" کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا کبھی بیوی کے طور پر قبول نہیں کر پایا۔اور ایک وقت وہ بھی آیا جب وہ اپنے والدین کے گزر جانے کے بعد ہر لحاظ بالائے طاق رکھتے انکے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"بی بی ہمارے بڑوں کا فیصلہ غلط تھا۔ یہ ایک بے جوڑ رشتہ ہے جس میں ہمیں زبردستی باندھ دیا گیا۔ میں آپ کو کبھی بیوی کی حیثیت سے قبول نہیں کر سکتا۔ میں سارا سے شادی کرنا چاہتا ہوں مگر اس سے پہلے میں یہ بے نام رشتہ ختم کر دینا چاہتا ہوں۔"

اور تب انھوں نے اسے شادی کی بخوشی اجازت دیتے طلاق لینے سے انکار کر دیا تھا۔ عمر کے چالیس سال گزار کر اب انھیں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا وہ اس بے نام رشتے میں جکڑی رہیں یا آزاد ہو جائیں۔ انھوں نے اس گھٹن زدہ قید کو ترجیح دی تھی۔

طلال حسان انکے پاس آ گیا تھا۔ اسکی روٹین میں اب بھی کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ اسکول سے واپس آ کر وہ زیادہ تر اپنے کمرے میں بند رہتا تھا۔ فاطمہ اپنی نرم خو طبیعت کے باعث اس سے بے اعتنائی نہیں برت سکیں۔ چند ہی دنوں میں اس سے انس سا محسوس ہونے لگا تھا۔ ایک عرصہ ہوا تھا حسان شاہ کے والدین کے انتقال کے بعد وہ اکیلی رہ رہی تھیں۔ گھر میں ملازم تو تھے مگر اکیلا پن جو تھا وہ طلال کے آنے سے ختم ہونے لگا تھا۔ وہ بولتا نہیں تھا۔ گھر میں دکھائی بھی کم کم دیتا تھا زیادہ تر کھانے کے دوران ہی وہ اسے دیکھ پاتی تھیں۔ اسکی پلیٹ میں کھانا وہ خود نکالا کرتی تھیں اور اس لمحے طلال کو اپنی مما کی یاد آتی تھی۔ کتنے ماہ بعد کوئی یوں اسے پلیٹ میں کھانا ڈال کر دے رہا تھا۔ اس کے آدھا دھورا کھانا چھوڑنے پر اصرار کر کے اسے ختم کرنے کا کہہ رہا تھا۔ وہ اسے اچھی لگنے لگی تھیں مگر وہ یہ انھیں بتاتا نہیں تھا۔

اس رات اس کے کمرے کے باہر سے نکلتے ہوئے انھیں شبہ گزرا جیسے وہ رو رہا ہو۔ سرد و سپاٹ رات میں دبی دبی سسکیوں کی آواز کمرے سے باہر آ رہی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

وہ کمرے میں داخل ہوئیں تو بیڈ کے ساتھ نیچے کارپٹ پر سر گھٹنوں میں دیے وہ ہولے ہولے لرز رہا تھا۔وہ تیزی سے اس کے پاس آتے دوزانوں بیٹھ گئیں۔

"کیا ہوا طلال؟رو کیوں رہے ہو۔"

اسکے سر پر ہاتھ رکھتے وہ نرمی بھری فکر مندی سے پوچھ رہی تھیں۔طلال نے سر اٹھا کر بھیگے گالوں اور حیران آنکھوں سے انھیں دیکھا تھا جیسے وہ انکی وہاں موجودگی کی توقع نہیں کر رہا ہو۔

"میں رو تو نہیں رہا۔" تیزی سے گال رگڑتے ہوئے اس نے رندھی ہوئی آواز میں انکی نفی کی تھی۔جیسے اپنا بھرم رکھنا چاہ رہا ہو۔فاطمہ مسکرا دیں۔

"رونا کوئی بری بات نہیں ہے۔میں بھی اکثر رو لیتی ہوں۔"اس کے برابر اسی کے انداز میں بیڈ سے ٹیک لگاتے وہ گھٹنوں کے گرد ہاتھ باندھے بیٹھیں۔نیم اندھیرے کمرے میں وہ دونوں نیچے کارپٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اور وہ انکے درمیان پہلی اور باقاعدہ گفتگو تھی۔

"مجھے رونا اچھا نہیں لگتا۔"وہ جیسے اپنی ناپسندیدگی ظاہر کر رہا تھا۔

"ہاں۔رونا کسی کو بھی اچھا نہیں لگتا۔مگر تم رو کیوں رہے ہو۔"اسکی تائید کرتے سر کو ہلاتے وہ چہرہ گھما کر اسے دیکھنے لگیں۔

"مجھے کبھی کبھار ڈر لگتا ہے۔اب میرے پاس مما نہیں ہیں نا مجھے انکی یاد بھی آتی ہے۔مگر میں انھیں یاد نہیں کرنا چاہتا۔وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہیں۔"

گال پر بہتے آنسو کے ساتھ وہ نیچے دیکھتا بہت آہستگی سے کہہ رہا تھا انھیں بہت دھیان سے سننا پڑ رہا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"تمہاری مما کی مجبوری تھی۔وہ بھی تمہیں یاد کرتی ہو گی۔مگر تم ڈر کیوں رہے تھے۔میں ہوں نا تمہارے ساتھ۔"

طلال نے چہرہ اٹھا کر فاطمہ کا چہرہ دیکھا تھا اور وہاں موجود حلیم سا تاثر اسے یقین دلا گیا تھا کہ وہ ہیں اس کے ساتھ اور پھر کہیں ماہ بعد اس کے چہرے پر مسکراہٹ دکھائی دی تھی۔

وہ اس سے چھوٹی چھوٹی باتیں کر رہی تھیں۔اور وہ اب خشک آنکھوں کے ساتھ جواب دے رہا تھا۔فاطمہ نے اسکے آنسو نہیں پونچھے تھے انھوں نے اس سے بڑھ کر کیا تھا وہ اسکا دل بہلا رہی تھیں یا شاید اس ٹوٹے دل کو جوڑ رہی تھیں۔بلکہ نہیں وہ اسکا دل ممتا کی ڈور سے اپنے دل سے باندھ رہی تھیں۔وہ آغاز تھا ایک خوبصورت اور پر خلوص رشتے کا۔جس میں احساس تھا ،بے ریائی تھی اور سب سے بڑھ کر ایک دوسرے کے دکھ کو سمجھنے والا دل تھا۔

. . . .

دوپہر کا وقت تھا۔دن کے کھانے میں کچھ دیر تھی وہ بی بی جان کے کمرے میں انکے پاس بیٹھا ہوا تھا جب اسکا موبائل بجا تھا۔نمبر دیکھ کر اسکے چہرے کے بگڑتے تاثرات نے بی بی جان کو بھی چونکایا تھا۔کال کاٹ کر نمبر بلاک لسٹ میں ڈالتے ہوئے وہ حددرجہ سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔

"کس کا فون تھا طلال؟"ساتھ بیٹھیں بی بی جان نے اپنے کسی خدشے کے باعث پوچھا تھا۔

"وہ پھر سے واپس آگئی ہے بی بی جان۔"اسکی سرسراتی آواز میں حددرجہ حقارت تھی جس نے انھیں اچھے سے سمجھا دیا تھا وہ کس کی بات کر رہا ہے۔کچھ دیر کے لئے تو وہ بول ہی نہیں

Copyright by New Era Magazine

سکی تھیں پھر نرمی سے اسکے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔دلاسا دینے کے سے انداز میں جیسے وہ جانتی ہوں وہ اندر ہی اندر کس محاذ پر لڑ رہا ہو۔

"میری بات سنو طلال۔اس کے آنے سے یا جانے سے تمہیں کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے ۔اسے اپنی کمزوری مت بناؤ بچے۔جو ہوا سب بھول جاؤ۔اب تو تم ایک نئی شروعات بھی کر چکے ہو۔پرانی باتوں کو ذہن میں بٹھائے رکھنے سے تم خود کو بھی تکلیف دو گے اور مقدس کو بھی اس ان دیکھی آگ میں جھلساؤ گے۔ایسے مت کرو بیٹا۔اللّٰہ پر چھوڑ دو سب وہ بہتر بدلہ لینے والا ہے۔تم سب بھول کر بس اپنی زندگی میں آگے بڑھو۔"

موبائل کی بجھی سکرین پر انگلی پھیرتے وہ بھینچے لبوں اور گردن کی تنی رگوں کے ساتھ خاموش بیٹھا تھا۔اورانھیں اسکی یہ خاموشی ڈرا رہی تھی۔ایک بار پہلے بھی تو بڑی مشکل سے وہ اس کے غصے کی آگ کو بجھا پائی تھیں۔اب پھر سے ویسی کسی صورت حال کی نہ تو وہ متحمل تھیں اور نہ ھی اب کے حالات۔

"کاش بی بی جان آپ نے تب مجھے اپنی قسم میں نا باندھا ہوتا تو میں یہ قصہ ھی ختم کر دیتا۔یقین جانیے اسے اپنے ہاتھوں سے مارتے مجھے رتی برابر افسوس نہ ہوتا۔زمین پر سے اسکا غلیظ وجود مٹ جاتا تو آج وہ ایک بار پھر سے مجھے یوں اذیت نہ دے رہی ہوتی۔"

یہ کہتے ہوئے اسکی آنکھوں کے گوشوں پر اترنے والی لالی اور لہجے کی سختی بتا رہی تھی اسے اس بات کا کس قدر رنج ہے۔بی بی جان کا اسکے شانے پر ٹھہرا ہاتھ لحظہ بھر کو لرزا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"نہیں طلال تم ایسا کچھ نہیں کرو گے بیٹا۔ تم کیوں اس کے گندے خون سے اپنے ہاتھ رنگو۔ اللّٰہ ہے نا وہ خود بدلا لے گا اور اسکا بدلہ ہر حالت میں زیادہ بہتر ہوتا ہے۔"

"اللّٰہ سب دیکھ کر بھی ان دیکھا کر دیتا ہے بی بی جان۔ اللّٰہ نے تب بھی کچھ نہیں کیا تھا۔ وہ اب بھی کچھ نہیں کرے گا۔ ایسے لوگوں کو وہ مہلت پر مہلت دیے جاتا ہے تا کہ وہ زمین پر یوں ہی فساد پھیلاتے رہیں۔ دوسروں کی نیک نامی سے کھیلتے رہیں اور انکی زندگیوں میں زہر گھولتے رہیں۔"

تلخی سے کہے جانے والے الفاظ کا آخری حصہ تو کمرے کا دروازہ کھولتی اندر آتی مقدس کی سماعتوں سے بھی ٹکرایا تھا۔ وہ جو اپنی ہی دھن میں اندر داخل ہوئی تھی اپنی آمد پر چھا جانے والی خاموشی اور فضا میں رچی بسی گھٹن آمیز سی سنجیدگی اسے بتا رہی تھی شاید وہ غلط وقت پر آ گئی تھی۔ رہی سہی کسر طلال کی نظروں نے نکال دی تھی جو اسے عجیب غیر شناسائی بھرے انداز میں خود پر برہمی سے جمی محسوس ہو رہی تھیں۔

"کسی کے کمرے میں آتے وقت پہلے ناک کیا جاتا ہے۔"

اس قدر بیگانگی لئے انداز اور اجنبی لب ولہجے پر وہ اہانت کے شدید احساس سے دوچار ہوئی تھی۔ ناپ پر رکھا ہاتھ وہی فریز ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ آنکھیں حیرت سے پوری طرح وا کیے اسکے سپاٹ چہرے کو دیکھ رہی تھی جہاں سپاٹ سا تاثر قائم تھا۔ یہ وہ شخص تو نہیں تھا جو پچھلے چار دنوں میں ان گنت بار اسے بتا چکا تھا وہ اس سے پہلی نظر کی محبت میں جکڑا گیا تھا۔ جو چار دنوں میں شناسائیوں کے چار سال طے کر گیا تھا۔ جو اسے دیکھ کر اپنی آنکھوں میں محبت کا اک جہاں

Copyright by New Era Magazine

آباد کر لیا کرتا تھا کہ وہ اسکی دیوانگی کی قائل ہونے لگی تھی۔شرم سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ اس نے نظریں چرائی تھیں۔

"سوری مجھے دھیان نہیں رہا۔"

اسکی غلطی تھی واقعہ ہی کسی کے کمرے میں جاتے اجازت طلب کرنی چاہیے۔اور وہ غلطیوں پر ڈٹ جانے والوں میں سے نہیں تھی۔

"کوئی نہیں۔میری بیٹی کو میرے کمرے میں آنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہے بالکل ویسے ہی جیسے طلال کو یہاں آنے کے لئے کبھی اجازت لینے کی ضرورت نہیں پڑی۔"

بی بی جان جو خود بے یقینی سے اسکے تنے چہرے اور بگڑے انداز تادیبی نظروں سے دیکھ رہی تھیں مقدس کی شرمندگی محسوس کرتے مسکراتے ہوئے جتاتے لب و لہجے میں بول اٹھی تھیں۔بدلے میں مقدس ٹھیک سے مسکرا بھی نہیں سکی تھی۔البتہ انکے ساتھ بیٹھے طلال نے اس پر سے نظریں ہٹالی تھیں۔

"وہیں کیوں کھڑی ہو۔اندر تو آؤ۔"اسے وہیں جماد یکھ کر انھوں نے ٹوکا تھا۔طلال نے احتجاجی نظروں سے انکی طرف دیکھا تھا جسے وہ سرے سے نظرانداز کر گئی تھیں۔مقدس عجیب پھنس سی گئی تھی۔بیٹے کے چہرے پر نو لفٹ کا سائن بورڈ آویزاں تھا تو ماں کی نرم مخلصانہ طبیعت اپنے عروج پر تھی۔

"راضیہ کہہ رہی تھیں کھانا تیار ہے۔آپ کہیں تو ٹیبل پر لگوادوں۔یہی پوچھنا تھا بس۔"

Copyright by New Era Magazine

وہ چاہ کر بھی انکے کہنے پر بھی اندر جانے کی ہمت نہیں جتا پائی تھی۔وہیں کھڑے ہی اپنا مدعا بیان کیا تھا۔

"ہاں بچے لگواؤ۔پہلے ہی آج دیر ہو گئی ہے۔"

انھوں نے اپنی طرف سے کچھ دیر پہلے کے تناؤ کو کم کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔

وہ سر ہلاتی بنا اک بھی نگاہ انکے ساتھ بیٹھے فرد پر ڈالتی وہیں سے مڑ گئی تھی۔

"یہ کیا بد تمیزی تھی طلال۔اس طرح بات کی جاتی ہے اپنی شریک حیات سے۔"اسکے جاتے ہی وہ اسکی طرف دیکھتے سرزنش کر رہی تھیں۔جواب بھی یوں ہی چہرہ جھکائے خموش بیٹھا تھا۔

"میں اس وقت بہت غصے میں ہوں بی بی جان۔اور آپ جانتی ہیں میرا غصہ کیسا ہے۔"

"جانتی ہوں پورے پاگل ہو جاتے ہو غصے میں تم۔اسی لئے غصہ حرام قرار دیا گیا ہے۔اور کہاں کا غصہ کہاں نکال رہے ہو تم۔اتنا غیر معمولی رویہ اپناؤ گے تو مقدس پھر سوال کرے گی تو کیا اسکے سوالوں کے جواب دینے کو تیار ہو تم؟"

وہ اسے لتاڑ رہی تھیں اور اس بار اس نے بے بسی سے اپنی پیشانی مسلی تھی۔

"یہی تو نہیں چاہتا میں۔اسے کچھ بھی پتہ نہیں چلنا چاہیے۔ہر کوئی آپ کی طرح نہیں ہے جو دل کی گواہی پر لبیک کہہ دے گا۔جو بس آنکھیں بند کر کے طلال حسان کے منہ سے نکلے ہر لفظ پر ایمان لے آئے گا۔یہ یقین صرف آپ کر سکتی ہیں مجھ پر بی بی جان۔اور اسکی بے یقینی میں افورڈ نہیں کر پاؤں گا۔"

Copyright by New Era Magazine

"وہ بھی کرے گی طلال۔ تم اسکو اپنا یقین دلاؤ تو سہی۔ مگر یہ سب کر کے تم بجائے اسکا خود پر یقین مضبوط کرنے کے اسے خود سے بد ظن کر دو گے۔"

اسکے بے بسی بھرے انداز پر وہ فوری نرم پڑ گئی تھیں۔ایک وہ ہی تو تھیں جنکے سامنے وہ اپنے ہر خوف کو بنا کسی ڈر کے آشکار کر جایا کرتا تھا۔ جن کے سامنے اپنی کمزوری بیان کرتے اسے کوئی سبکی نہیں ہوتی تھی۔ جن کے آگے وہ پتھر سے موم بننے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا تھا۔اور یہ اسم بھی انھی کے پاس تھا کہ وہ اسے اپنی بات سمجھا لیا کرتی تھیں اب بھی اس نے انکی بات سمجھ کر اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"اٹھو اب۔ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہو گا۔"

اسکے شانے کو تھپکی دیتے وہ اٹھی تھیں۔انکے پیچھے وہ بھی اپنی جگہ چھوڑتا اٹھ کھڑا ہوا۔

ڈائننگ ہال میں داخل ہوتے اس نے نظر دوڑائی تھی مگر وہ کہیں نہیں تھی۔

"مقدس کہاں ہے؟"اس سے پہلے کہ وہ پوچھتا بی جان نے پلیٹیں سیٹ کرتی راضیہ سے پوچھ لیا تھا۔

"وہ جی کمرے میں گئی ہیں کہہ رہی تھیں ابھی آتی ہیں۔"

بی بی جان کے سر ہلانے پر وہ کچن میں گم ہو گئی تھی۔ سربراہی کرسی پر بیٹھتے انھوں نے طلال کو مسکراتی نظروں سے دیکھا تھا جواب گردن اٹھائے ذرا ترچھی کیے وہاں سے نظر آتی سیڑھیوں کی جانب دیکھ رہا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"بیٹھ جاؤ آتی ہو گی۔" مصروف سے انداز میں گلاس میں پانی انڈیلتے وہ بولی تو وہ چونکے بنا نہ رہ سکا۔بی بی جان کا لہجہ اسے متبسم لگا تھا انکی طرف دیکھا تھا مگر تب تک وہ اپنی مسکراہٹ گلاس منہ سے لگاتے چھپا گئیں۔

وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اس کے لئے متفکر ہوتا وہ کچھ دیر پہلے کی اشتعال انگیزی بھول بیٹھا تھا اور بی بی جان کے لئے یہ بہت خوش آئند بات تھی۔

جس گھڑی وہ ہال میں داخل ہوئی تھی وہ اپنی نشت پر بیٹھ رہا تھا۔

"آجاؤ بیٹا تمہارا ھی انتظار ہو رہا تھا۔" بی بی جان نے اسے اپنی حلیم سی مسکان سے خوش آمدید کہا تھا جیسے۔طلال بھی چہرہ اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔چہرہ بھیگا معلوم ہوتا تھا جیسے منہ دھویا گیا ہو مگر اسکی پلکوں کی نمی اسے ملامت کر رہی تھی۔جیسے اسے یقین ہو وہ رو کر آئی ہو۔

"میں منہ ہاتھ دھونے گئی تھی بی بی جان۔آپ نے بلاوجہ انتظار کیا آپ شروع کرتیں میں آجاتی۔" اسے مکمل نظر انداز کیے آہستگی سے آگے بڑھتے وہ بی بی جان سے یوں محو گفتگو تھی جیسے وہ سرے سے وہاں موجود ھی نہ ہو اور اگر ہے بھی تو سلیمانی ٹوپی پہنے ہوئے بیٹھا ہو جسے وہ دیکھنے سے قاصر ہو۔طلال کے لب خود بخود ھی مسکراہٹ میں ڈھل گئے وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی۔خاموشی کی مار مارنے والی۔اس کے برابر والی چیئر کا انتخاب کیا گیا تھا۔سامنے بیٹھ کر اسکی نظروں میں رہنے سے بہتر تھا وہ پہلو میں رہ لیتی۔

Copyright by New Era Magazine

"ایسے کیسے اپنی بیٹی کے بغیر شروع کرلیتی۔ طلال تو کبھی کھانے پر ساتھ ہوتا ہے کبھی نہیں ۔مگر تم چار دن میں ہی تینوں وقت یوں ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتی ہو کہ اب تو مجھے عادت ہو گئی ہے۔"

وہ بھی شاید اس کا جی بہلانے کی غرض سے اسے کچھ اور بھی اسپیشل فیل کروا رہی تھیں ۔مقدس انکی اس محبت پر پورے دل سے مسکرائی تھی۔

"یہاں تو پارٹی بنائی جا رہی ہے۔"گلا کھنگار کر کہتے وہ سالن بی بی جان کی پلیٹ میں نکال رہا تھا ۔پھر اسی انداز میں مقدس کی پلیٹ میں بھی نکالا تھا اور آخر میں اپنی پلیٹ میں ڈالا تھا۔وہ بی بی جان کی وجہ سے اسے منع بھی نہیں کر پائی تھی۔حالانکہ چند ایک بار ہی اسکے ساتھ کھانا کھاتے وہ جان چکی تھی یہ اسکی عادت ہے وہ پہلے بی بی جان کی پلیٹ میں ہی کھانا نکالتا تھا۔اور پھر اسکی پلیٹ میں کچھ رکھ کر خود کھانا شروع کرتا۔

"وہ تو بن چکی ہے۔"نوالہ منہ میں رکھتے بی بی جان نے جیسے لقمہ دیا۔طلال نے نوالہ بناتے سر ہلا کر گردن موڑے اسکا چہرہ دیکھا جو بی بی جان کی طرف مسکراہٹ اچھالتی اپنی پلیٹ پر جھک گئی تھی۔

"یہاں تو آتے ساتھ ہی میرا پتہ کاٹا جا چکا ہے۔"

گہری نظر سے اسے نوازتا آہستہ آواز میں کہتا وہ اسے بولنے پر اکسا رہا تھا مگر اس نے بھی جیسے قسم کھا رکھی تھی اسکی کسی بات پر ردعمل نہ دینے کی۔بی بی جان نے یوں تاثر دیا تھا جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو اور وہ خود سن کر بھی ان سنی کر گئی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

باقی کا سارا وقت وہ اس سے کبھی کچھ تو کبھی کچھ پکڑانے کی فرمائشیں کرتا رہا تھا یہاں تک کہ اپنے سامنے پڑی چیز بھی وہ خود نہیں اٹھا رہا تھا۔ وہ بھی بڑے آرام سے اسکی ہر بات جھٹ سے مان کر اسے مختلف ڈشز تو کبھی پانی اور سلاد پکڑاتی رہی تھی۔ مگر اسکی طرف دیکھنے کی ایک بار بھی کوشش نہیں کی تھی۔

طلال کو کسی کام سے باہر جانا پڑا تھا۔ کام میں وہ بہت حد تک دن والی بدمزگی بھول چکا تھا اور اسکا خیال تھا مقدس بھی بھول چکی ہو گی۔ مگر وہ اتنی جلدی بھولنے والوں میں سے نہیں تھی۔ اسے خود بھی یاد تھا اور وہ اسے بھی اچھے سے یاد کروانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ اس کا اندازہ اسے تب ہوا تھا جب رات کو وہ اپنے کمرے میں تھا۔

دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ وہ جو ابھی ابھی کپڑے چینج کر کے واش روم سے باہر نکلا تھا چونکا تھا۔ اس وقت کسی ملازمہ کے کمرے کے دروازے پر کھڑا ہونے پر پہلا دھیان بی بی جان کی طبیعت کی طرف گیا تھا۔

"آ جاؤ۔" جلدی سے اجازت دیتے وہ دروازے پر ہی نظریں مرکوز کیے ہوئے تھا۔ جب مقدس کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر اسے حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔ بھلا اسے کیا ضرورت تھی یوں دستک دے کر کمرے میں آنے کی۔ اس وقت وہ دن والا واقعہ پوری طرح فراموش کیے ہوئے تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"تم ناک کر کے کیوں آئی۔" حیران ساوہ ایک ابرو اچکائے پوچھ رہا تھا بدلے میں مقدس نے نارمل سے انداز میں اسے دیکھا تھا۔اس کے چہرے پر سے کسی قسم کے غصے و ناراضگی کا کوئی رتی برابر اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔

"مجھے لگا آپ کمرے میں ہیں تو ناک کر کے جانا مناسب رہے گا۔بنا ناک کسی کے کمرے میں جانا غیر مہذب حرکت ہوتی ہے نا۔" وارڈروب کی جانب بڑھتے عام سے انداز میں کہتی وہ اسے سب اچھے سے یاد دلا گئی تھی۔طلال نے پہلے بے یقینی اور پھر محظوظ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔جو بھی تھا بیوی ٹکر کی ملی تھی اسے۔

"لیکن وہ میں نے اس لئے تو نہیں کہا تھا کہ تم اپنے کمرے میں بھی ناک کر کے آؤ۔" بنا کوئی شرمندگی ظاہر کیے وہ متبسم سا دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے کھڑا تھا۔

"بی بی جان نے تو مجھے کبھی نہیں ٹوکا۔بلکہ انھوں نے تو خود مجھ سے کہا تھا مجھے ناک کر کے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔البتہ بی بی جان کے بیٹے کو ضرور اعتراض ہے تو وہ انھیں میرے انکے کمرے میں آنے پر بھی ہو سکتا ہے۔اس لئے میں نے سوچا میں پہلے سے ہی اس حکم کی پاسداری شروع کر دیتی ہوں۔"

نرم آواز میں نپے تلے لفظوں کا استعمال کرتے انکے کمرے پر زور دیتی وہ اسے جتا گئی تھی۔ آرام دہ سادہ سوٹ نکال کر الماری کا پٹ بند کرتے وہ سیدھی ہوئی تھی جب اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔وہ بنا چاپ کسی چھلاوے کی طرح اسکے پیچھے آن کھڑا ہوا تھا۔ایک پل کے لئے تو وہ بھی بدک کر رہ گئی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"اگر تو تم مجھے شرمندہ کرنا چاہتی ہو تو میں شرم سے بالکل پانی پانی ہو گیا ہوں۔" اسکی کمر پر ہاتھ جما کر اس کے پیچھے ہونے کی کوشش ناکام بناتے وہ مسکرا رہا تھا۔ اور شرمساری کی یہ قسم مقدس نے کم از کم پہلی دفع ملاحظہ فرمائی تھی۔

"مجھے چینج کرنے جانا ہے۔"

اسے یوں ہی جما دیکھ کر اس نے مطلع کیا تھا جیسے۔

طلال اب اسکے سر پر سے آنچل ڈھلکا کر اس کے پونی میں جکڑے بال آگے کی طرف کندھے پر ڈال رہا تھا۔

"کر لینا چینج۔ پہلے مجھے دیکھنے تو دو اس ڈریس میں تم لگ کیسی رہی ہو۔"

اپنے قدم ایک ڈگ پیچھے لیتے وہ سرتاپا اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ ڈھیٹ تھا تو کمال کا تھا۔ اسکی بات کو سرے سے اڑا کر وہ اپنے راگ الاپ رہا تھا۔ مقدس ہونٹ بھینچ کر بس اسے دیکھتی رہ گئی۔ اس وقت وہ اسے نثار ہوتی نظروں سے دیکھتے دل و جان سے فدا ہونے والے شوہر کا کردار بخوبی نبھا رہا تھا۔ اگر یہ اصل تھا تو جو دن کو اس نے دیکھا وہ کون سا روپ تھا؟

اسکی سوچوں سے قطعی لاعلمی کا مظاہرہ کرتا وہ اپنی ہی دھن میں اسکو نہارنے میں مصروف عمل تھا۔

آئس بلیو کلر کے کامدار جوڑے میں کافی دلکش لگ رہی تھی۔ اس بات کا اعتراف وہ اسے پورے دن میں جتنی بار بھی دیکھ چکا تھا دل ہی دل کر چکا تھا۔ مگر بات تو یہ تھی کہ وہ طلال حسان کو کب اچھی نہیں لگتی تھی۔ جب سے اسے دیکھا تھا تب سے لے کر اب تک وہ اسے ہر

Copyright by New Era Magazine

رنگ میں ہی بلا کی حسین لگتی تھی۔مقدس ضیا ہر رنگ میں پیاری لگتی تھی کیوں کہ اسکا حقیقی رنگ بڑا پیارا تھا۔صاف و شفاف،ہر رنگ میں رنگ جانے والا مگر اپنا آپ پھر بھی قائم رکھنے والا۔

"کوئی اتنی جلدی کیسے اپنے رنگ ڈھنگ بدل سکتا ہے؟"اس نے گرگٹ کی مثال دینے سے خود کو روکا تھا۔طلال کی نظریں اس کے چہرے پر آکر ٹھہر گئیں۔وہ مسکرایا تھا اپنے مخصوص انداز میں ہونٹوں کو تھوڑا سا پھیلائے آنکھوں سے چھلکتی مسکراہٹ۔

"دوسرے معنوں میں تم مجھے گرگٹ کہہ رہی ہو۔"پر سکون سے انداز میں اسکے شانے پر بازو پھیلائے وہ اس کے برابر آکھڑا ہوا تھا۔مقدس اسے کیا شرمندہ کر پاتی اسکے اس قدر ٹھیک اندازے پر خود نادم ہوئی تھی۔سٹپٹا کر گردن گھمائے اسکی جانب دیکھا۔

"نہیں میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا۔"اسکا کمزور سا انداز خود چغلی کھا رہا تھا۔

"اوکے آئی ایم سوری میں کچھ زیادہ روڈ ہو گیا تھا۔ایکچوئیلی میں کسی اور بات کو لے کر اپ سیٹ تھا۔غصے کا تھوڑا برا ہوں یار۔تم پر خواہ مخواہ نکل گیا۔"

اسی کے انداز میں گردن گھمائے ہوئے وہ اسے دیکھ رہا تھا۔معذرت کر رہا تھا۔اور وہ اڑ جانے والوں میں سے نہیں تھی وہ زندگی میں آسانیاں بانٹنا جانتی تھی ۔اسی لئے فوری نرم بھی پڑ گئی ۔اسکا ہاتھ اپنے شانے سے ہٹاتی وہ اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

"طلال مجھے بھی پتہ ہے غصے میں انسان کو کہیں بار سمجھ نہیں لگتی۔بہت کچھ کہہ سن جاتا ہے ۔مگر میرا مسئلہ بس اتنا سا ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کا پردہ ہوتے ہیں۔انھیں ایک

Copyright by New Era Magazine

دوسرے کی عزت کا بھی برابر خیال رکھنا چاہیے۔مجھے زندگی میں آپ سے عزت اور تحفظ کا احساس سب سے پہلے چاہیے۔میری ترجیحات میں یہ دو چیزیں محبت سے کہیں اوپر آتی ہیں ۔آپ مجھے اکیلے میں کہہ دیتے مجھے اتنا برا نہیں لگتا۔مگر بی جان کے سامنے یوں اتنے بے گانوں کے سے انداز میں کہہ کر آپ کیا جتانا چاہ رہے تھے؟ مجھے سچ میں بہت برا لگا۔پورا دن میں انکا سامنا کرنے سے ہچکچاتی رہی ہوں۔یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں مگر ازدواجی زندگی میں بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔باہمی رشتے کی مضبوطی کا تعین کرتی ہیں۔ایک دوسرے کے دل میں ایک دوجے کے لئے قدر بڑھاتی بھی ہیں اور کم بھی کرتی ہیں۔"

وہ بہت سنجیدگی سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی نرم سی مضبوط آواز میں۔اسے ہلکے سروں میں اپنی بات پہنچانی آتی تھی۔یہ بھی ایک آرٹ ہے جو ہر کسی کے پاس نہیں ہوتا۔اسکی بات پورے دھیان سے سنتے ہوئے آخر میں اس نے سر کو جنبش دی تھی۔

"میں سمجھ رہا ہوں تم جو کہنا چاہ رہی ہو۔اور میں سچ میں تمہاری بہت عزت کرتا ہوں یار۔بخدا میرا مقصد تمہیں ڈی گریڈ کرنا ہرگز نہیں تھا بس میرا ذہن بری طرح منتشر تھا اس وقت۔اور دوسری بات مجھے بی بی جان کے علاوہ کسی دوسرے فرد کی ابھی عادت نہیں ہے۔میرا حلقہ احباب بھی صرف بزنس کی حد تک محدود ہے۔تم کسی بہار کی مانند ایک دم سے ایک خوش گوار تبدیلی بن کر میری زندگی میں آئی ہو تو تھوڑا وقت لگے گا عادتیں بدلنے میں۔"

Copyright by New Era Magazine

اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے وہ یقین دہانی کروارہا تھااور مقدس کے پاس اور کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا سوائے اسکی باتوں پر یقین کرنے کے۔ کوئی بھی نیا تعلق ایک دم سے مضبوطی کے مینار نہیں چھونے لگتا۔ آہستہ آہستہ اسے پروان چڑھایا جاتا ہے۔ پہلے ماننی پڑتی ہے پھر منوانے کی باری آتی ہے۔ کبھی جھک جانے میں بہتری ہوتی ہے تو کبھی مان جانے میں حکمت۔ اور وہ اس رشتے کے لئے ہر ممکن کوشش کر لینا چاہتی تھی۔

وہ مسکرادی تھی ہلکے دل کے ساتھ، وہ دل جو کسی کے خلاف بدگمانیاں نہیں پالتا، جو خامیوں کو نظر میں رکھ کر خوبیوں کو اندھیروں میں نہیں دھکیل دیتا۔ سامنے کھڑا شخص اللہ نے اسکے لئے منتخب کیا تھا۔ اور مقدس ضیاء کا دل اللہّ کی حکمتوں پر راضی ہو جایا کرتا ہے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

....

بی بی جان مسلسل اسے اصرار کر رہی تھیں وہ مقدس کے ساتھ کچھ دن کے لئے ہی سہی کہیں گھوم پھر آئے۔ اسی سلسلے میں رات کو ڈنر کے بعد باہر لان میں ٹہلتے ہوئے وہ اسے بھی ساتھ باہر لے آیا تھا اور اب نرم گھاس پر چمڑے کے سلیپرز میں مقید پاؤں کے ساتھ چہل قدمی کرتے ہوئے وہ اپنے جوتے ایک طرف اتار کر ننگے پاؤں اسکی ہمراہی میں قدم قدم چل رہی تھی۔ اکتوبر کی اوائل راتیں جن میں حبس کا احساس نہ ہونے کے برابر تھا۔ آسمان سے سیاہ پردے گرے زمین کو ڈھانپ گئے تھے مگر چاند کسی فانوس کی طرح روشنی بکھیرتا اس سیاہی میں بڑی نرم سی لو لئے ہوئے تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"ہنی مون کے لئے کہاں جانا پسند کریں گی مسز طلال۔"

اپنے ساتھ چلتے ہوئے گردن موڑ کر اسکے ننگے پاؤں کو دیکھ کر اپنی ہنسی چھپاتا وہ پوچھ رہا تھا۔

"جہاں آپ کی مرضی۔" دونوں ہاتھ سینے کے گرد لپیٹے وہ بنا اسکی طرف دیکھے کہہ رہی تھی۔

"میری مرضی کو چھوڑو۔ تم بتاؤ کہاں جانا چاہتی ہو۔ میں چاہتا ہوں یہ ٹرپ تمہاری مرضی کی جگہ پر ہو۔"

وہ چلتے چلتے رک گیا تھا۔ تو مجبوراً مقدس کو بھی ساتھ رکنا پڑا۔ وہ دونوں ہاتھ ٹراؤزر کی جیب میں ڈالے کھڑا تھا۔ گہری نظروں کا ارتکاز اس کے چہرے پر کہیں ٹھہر سا گیا تھا۔ اور یہی ایک بات مقدس کو حد سے زیادہ اس کے سامنے نروس کیا کرتی تھی۔ وہ بے اختیار نظریں چرانے پر مجبور ہو جاتی۔ اسکی سیاہ مقناطیسی آنکھیں بولتی تھیں۔ بہت بے باکی سے اپنے دل کا حال اس پر منکشف کر دیا کرتی تھیں۔ وہ اسے الجھانے لگتی تھیں۔

مقدس نے کچھ دیر کے لئے سوچا تھا پھر سامنے کھڑے شخص کو دیکھتے ہوئے وہ بولی تھی مگر اسے یہ بھی اپنی سراسر بیوقوفی لگی تھی۔

"اس سال بابا کا مجھ سے وعدہ تھا کہ وہ مجھے عمرے کے لئے لے کر جائیں گے مگر انکی زندگی نے انھیں یہ وعدہ وفا کرنے کی اجازت نہیں دی۔" وہ سینے پر سے ہاتھ کھولتی دونوں ہاتھوں کو باھم نرمی سے مسلتے ہوئے نظریں بھی انہی پر مرکوز کیے کہہ رہی تھی۔ اور طلال اسکے لفظوں میں چھپی خواہش کو بنا کہے بھی جان چکا تھا۔ سرعت سے اپنا رخ موڑتے ہوئے اس نے اپنے ماتھے کو چھوا تھا۔ اسکے حرکت کرنے پر مقدس نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ جو عجیب سے انداز میں

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

Copyright by New Era Magazine

اب چہرہ جھکائے نرم گھاس کو اپنے جوتے کے نیچے مسل رہا تھا۔وہاں موجود سنجیدگی اسے بتا چکی تھی شاید یہ بات اسے کچھ پسند نہیں آئی۔

"لیکن میں اصرار نہیں کر رہی۔آپ نے پوچھا تو بس میرے ذہن میں یہی آیا۔آپ جہاں چاہیں گے ہم وہاں چلے چلے گے۔عمرے کے لئے بعد میں چلے جائیں گے بس ایک بار میں عمرہ کرنا چاہتی ہوں اب بابا نہیں ہے تو آپ کے ساتھ کر لوں گی انشاءاللہ۔ "

نرمی سے وہ بول رہی تھی۔اتنے دنوں سے ساتھ رہتے اسکا لائف سٹائل تو وہ جان ہی چکی تھی ۔اس جیسے انسان سے عمرے پر جانے کی بات کرنا سراسر حماقت ہی تھی۔وہ بھی تب جب وہ ہنی مون ٹرپ پلان کر رہا تھا۔

"فلحال میں بزی ہوں۔کچھ بہت اہم پروجیکٹس چل رہے ہیں۔ٹائم نہیں ہے۔تمہیں کہیں لے کر جانے کی ضد بھی بی بی جان کی تھی۔تو انھیں ٹال نہیں سکا۔مگر تم جانا چاہتی ہو تو تمہارے اور بی بی جان کے جانے کا انتظام میں کر سکتا ہوں۔"

وہ یک دم بہت لئے دیے سے انداز پر اتر آیا تھا کچھ دیر پہلے کی شوخی و دوستانہ انداز ندارد ہو چکا تھا ۔مقدس کو حیرت ہوئی تھی کچھ دیر پہلے اسکے پاس اسکے ساتھ گھومنے جانے کی فرصت تھی مگر اب اسے یاد آ گیا تھا کہ وہ بزی ہے۔

"لیکن محرم مرد کے بغیر کیسے؟"وہ اس کے رویے کو سمجھ نہیں پا رہی تھی مگر کچھ تھا جو اسے کھٹک رہا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

" گروپس میں بھی تو جایا جاتا ہے۔" وہ اب بھی نیچے گھاس کو مسل رہا تھا۔ مقدس نے اسے بغور دیکھا تھا۔

"جب محرم ہے تو گروپ میں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں انتظار کرلوں گی جب آپ کے پاس وقت ہو گا تب چلے جائیں گے انشاءاللّٰہ۔"

وہ اپنے نرم گو سے مفاہمتی انداز میں مسکرا کر کہہ رہی تھی۔

"اور اگر میں نہ جانا چاہوں تو؟" یک دم اسکی طرف دیکھتا وہ سرسراتی ہوئی آواز میں بولا تھا اور ایک لمحے کے لئے مقدس کو جیسے شک گزرا تھا کیا اس نے یہی سنا۔ آخر وہ ایسا کیسے کہہ سکتا تھا۔ کوئی نام کا مسلمان بھی ہو تو بھی اس جگہ جانے سے انکار نہ کرے تو پھر وہ کیسے اور کس دل سے یہ الفاظ منہ سے ادا کر پایا تھا۔

"آپ مذاق کر رہے ہیں؟" وہ عجیب بے بسی سے جبراً مسکرا پائی تھی۔ اسکی طرف سے ملنے والے مزید کسی جھٹکے کی اب وہ روادار نہیں تھی۔ اسکی بات پر وہ کچھ دیر نظریں اٹھا کر اسے دیکھتا رہا تھا پھر کندھے اچکا کر آگے بڑھ گیا تھا۔

"آجاؤ اندر ٹھنڈ بڑھ رہی ہے۔"

اسے اپنے پیچھے آتے محسوس نہ کرکے اس نے بنا مڑے، بنا رکے کہا تھا اور وہ کسی کشمکش میں ڈوبی ہوئی اس کے پیچھے چل دی تھی۔

.... وہ

اپنے آفس میں بیٹھا لیپ ٹاپ پر کام کرنے میں مصروف تھا۔ جب انٹر کام پر اسے شیز اکمال کی

Copyright by New Era Magazine

آمد کی اطلاع ملی اتنے سالوں میں انکی ملاقات کتنی دفع ہوئی وہ چاہتا تو انگلیوں کے پوروں پر گن سکتا تھا مگر اس کے روبرو آنا اتنا ناگوار تھا اس کے لئے کہ ایسا وہ خواب میں بھی نہیں کرنا چاہے گا مگر وہ اس کے آفس کبھی نہیں آئی تھی اور آج وہ یہاں بھی پہنچ چکی تھی۔آفس میں کوئی سین کری ایٹ نہ ہو یہی سوچ کر وہ اسے اندر بلا چکا تھا۔ریسیور رکھ کر وہ خود کو ایک گہرا سانس خارج کرتے آنے والے وقت کے لئے کمپوز کر چکا تھا۔وہ ہر صورت پر سکون رہنا چاہتا تھا۔

اسکے آفس میں انٹر ہوتے اس نے ایک بڑی دل فریب مسکراہٹ اسکی جانب اچھالی تھی ۔بلیک کھلے ٹراؤزر پر وائٹ سلیو لیس ٹاپ پہنے وہ میک اپ سے مزین چہرے کے ساتھ اسکے سامنے موجود تھی۔شاید دو سالوں بعد۔کیوں کہ وہ دبئی شفٹ ہو گئی تھی۔وہ آج بھی دس سال پہلے والی شیز اکمال لگتی تھی وقت کی دھول جیسے اسے چھونے سے قاصر رہی تھی۔

طلال نے ایک اچٹتی نگاہ اس پر کرتے ناگواری سے نظریں پھیر لی تھیں۔

"کیوں آئی ہو یہاں؟"سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے ٹیبل پر رکھے پیپر ویٹ پر اپنی گرفت ہر آنے والے لمحے کے ساتھ مضبوط کرتا وہ سپاٹ سے انداز میں دریافت کر رہا تھا۔

"اونہوں۔ہیڈ مینرز طلال حسان۔آفس آئے مہمان کے ساتھ کوئی اس طرح بات کرتا ہے۔"چہرے کی مسکراہٹ معدوم کیے وہ خفگی سے کہتی ایک ادا سے اپنے سامنے شولڈر پر پڑے گولڈن بالوں کو پیچھے جھٹکتی ہوئی اپنا ہینڈ بیگ ٹیبل پر رکھ چکی تھی اور اب بڑی فرصت سے اس کے آفس کا جائزہ لیتی سامنے رکھی چیئر سنبھال چکی تھی۔آنکھوں سے پھوٹتی چنگاریوں کے بر

Copyright by New Era Magazine

عکس وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا۔اک گہرا اسکوت جس کے پس پردہ کوئی جھگڑ چل رہا تھا۔

"آئی ایم امپریسڈ۔کافی ترقی کرلی ہے تم نے۔"ستائش بھری نظروں سے اطراف کا جائزہ لیتے وہ نظریں اس پر آکر جما گئی تھی۔اسکا لب و لہجہ ایسا تھا جیسے طویل مدت کے بعد پرانے دوست مل رہے ہوں۔

"تم یہاں کیا کررہی ہو؟"دانت پیس کر وہ بھینچی ہوئی آواز میں پھنکارا تھا۔شیزا نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسکی حالت سے حظ اٹھایا تھا۔

"کام ڈاؤن۔میں یہاں تمہارا ضبط آزمانے تو بالکل نہیں آئی۔"

وہ ہلکا سا ہنسی تھی۔اور طلال نے بڑی مشکل سے ہاتھ میں پکڑا پیپر ویٹ اس کے سر میں دے مارنے سے خود کو روکا تھا۔

"اینی وے۔مجھے پچاس لاکھ چاہیے۔"کندھے اچکا کر اک ادائے بے نیازی سے بتایا گیا تھا ۔طلال نے سیٹ کی پشت چھوڑی تھی سیدھے ہو کر بیٹھتا وہ تمسخر آمیز تبسم ہونٹوں کے کناروں پر لئے تھوڑا آگے کی جانب جھکا تھا۔

"سریسلی؟پچاس لاکھ؟"وہ اب کافی حد تک خود کو کنٹرول کر چکا تھا سامنے بیٹھی ہستی کے سامنے اپنا آپہ کھو کر وہ اپنی کوئی کمزوری عیاں نہیں کرنا چاہتا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"گڈ جوک؟" محظوظ ہوتے مسکرا کر اس نے سر ہلایا تھا۔اگلے ہی پل اس کے چہرے پر چٹانوں کی سی سختی تھی۔"میں تمہیں ایک پھوٹی کوڑی دینے کا روادار نہیں ہوں اور تم پچاس لاکھ کی بات کر رہی ہو۔"

"اتنی بڑی بڑی باتیں مت کیا کرو طلال۔اسی غرور اور طنطنے کی وجہ سے ایک بار پہلے بھی تم نے منہ کی کھائی تھی۔اور جہاں تک بات ہے دس لاکھ کی تو وہ تو تمہیں مجھے دینے ہوں گے خوشی سے یا غصے کے گھونٹ پی کر یہ فیصلہ تمہیں کرنا ہے۔آخر میں تمہارے باپ کی بیوہ ہوں تم مانو یا نہ مانو ایک دنیا جانتی ہے۔اب چند روپوں کے لئے میں کسی کے آگے ہاتھ پھیلاؤں یا کوئی الٹا سیدھا کام کروں تو سوچوں کتنی بدنامی ہو گی تمہارے مرے ہوئے باپ کی خیر عزت تو اسکی پہلے بھی کوئی نہیں تھی رہی سہی بھی خاک ہو جائے گی۔" چہرے پر آئی لٹ کو انگلی پر لپیٹتے ہوئے وہ ہر آگے بڑھتے سیکنڈ کے ساتھ اسکا خون چھلکاتا چہرہ اور آگ اگلتی آنکھوں کو دیکھتے گوہر فشانی کر رہی تھی اور یہ ختم ہوئی طلال کی برداشت کی حد۔

وہ ایک جھٹکے سے چیئر سے اٹھتا دونوں ہاتھ گلاس ٹیبل پر جماتے آگے کی جانب جھکتا کھڑا ہوا تھا

۔

"بچو اس وقت سے شیز اکمال جب میں تمہارا گلا دبا کر تمہیں ابدی نیند سلا دوں۔اس دنیا میں تو دردر رل ہی رہی ہو مگر مجھے یقین ہے جیسے تمہارے کرتوت ہیں وہاں بھی چین تو تمہیں نصیب نہیں ہونے والا۔"

Copyright by New Era Magazine

اس کی آواز غصے کے باعث بلند ہوئی تھی۔ شیزا نے اسکے تپے ہوئے نقوش اور ماتھے کی ابھری ہوئی سبز نسوں کو دیکھتے ہوئے ایک نظر گلاس ونڈو کے اس پار اپنے کام میں مصروف دکھائی دیتے ایمپلائز کو دیکھا تھا۔

"کیا کر رہے ہو طلال۔ یہاں بہت سے لوگ جانتے ہیں ہمارے آپسی تعلق کے بارے میں۔ تمہیں یوں چلاتا سن کر کیا سوچیں گے سب۔ اپنی نہیں تو میری عزت کا ہی خیال کر لو۔"

وہ کمال کی اداکارہ تھی اس کا اندازہ تو اسے کہیں سال پہلے ہی ہو گیا تھا۔ تنفر و حقارت سے سیدھے ہوتے اس نے اپنا رخ موڑا تھا۔ کچھ پل کی خاموشی اور پھر جبڑے بھینچ کر اس نے اپنی چیک بک دراز سے نکال کر سامنے ٹیبل پر رکھی تھی۔ تیزی سے جھکتا اب وہ پین سے جلدی جلدی وہاں کچھ حروف اور ہندسے درج کر رہا تھا۔ شیزا نے فاتحانہ مسکراہٹ ہونٹوں پر لئے اسے سکون سے دیکھا تھا۔ چیک بک سے چیک الگ کرتے اس نے رعونت سے اس کے سامنے پھینکا تھا۔

"اٹھالو یہ بھیک جو تمہیں میرے باپ کے نام پر مل رہی ہے۔ میری بی بی جان کہتی ہیں کوئی مانگنے والا آئے تو خالی ہاتھ نہیں لٹانا چاہیے۔ تم تو پھر میرے باپ کے نام پر مانگ رہی ہو۔ "

پین کی کیپ لگاتے اسے دیکھ کر وہ بڑے تحقیر آمیز لہجے میں گویا ہوا تھا۔ اگر وہ گیلی لکڑی کے جیسے سلگ رہا تھا تو جھلسنا اسکا مقدر بھی تو ہونا چاہیے تھا۔ اور شیزا کمال سچ میں جھلس کر کوئلہ ہوئی تھی۔ چہرے پر تضحیک کے مارے کوئی سایا سا آ کر ٹھہرا تھا۔ مگر یہ صرف لمحاتی کیفیت تھی۔ اگلے ہی پل وہ خباثت سے مسکرائی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"تمہارا یہ غرور کسی دن لے ڈوبے گا تمہیں۔ایک بار پہلے بھی تم نے اپنے اسی طنطنے کی وجہ سے منہ کی کھائی تھی۔ مگر لگتا ہے سیکھا کچھ نہیں۔"

چیک اٹھا کر دیکھتی تسلی کر کے اس نے اپنے ہینڈ بیگ میں ڈالا تھا۔وہ لفظ نہیں تھے زہر میں ڈوبے نشتر تھے جنہوں نے طلال حسان کا وجود ایک بار پھر نیل و نیل کر کے رکھ دیا تھا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔اور اگلی بار ادھر کا رخ بھی مت کرنا۔میں سیکیورٹی کو وارن کر دوں گا آئندہ اگر تم یہاں دکھائی دی تو دھکے دینے سے بھی دریغ نہ کریں۔"

"یہ غلطی مت کرنا طلال حسان۔تمہارے لئے میرے دل میں کوئی گنجائش پہلے بھی نہیں ہے ۔ایسا کر کے مجھے اپنا اور دشمن مت بنالینا۔پچھلی بار تو صرف تمہیں اپنے باپ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑا تھا اس بار پوری دنیا کے سامنے تماشہ لگے گا۔اور پھر جانتے ہو کیا ہو گا۔میں مظلوم بن جاؤں گی۔ کہیں این جی اوز میرے ساتھ آ کھڑی ہوں گی "می ٹو" کا نعرہ لگانے والا ٹولہ میرا حمایتی بن جائے گا۔اور میں تمہیں عدالت تک لے جاؤں گی۔اور جب بات عدالتوں تک پہنچ جاتی ہے ناطلال حسان تو پھر بہت آگے نکل جاتی ہے۔پھر تمہارے سرکل کا ہر بندہ تمہیں مشکوک نظروں سے دیکھے گا۔تمہارے اوپر لگے الزامات سچے بعد میں ثابت ہوں گے تمہیں تمہاری کمیونٹی گلٹی پہلے قرار دے دے گی۔ہر دوسرا بندہ تم سے تمہارے کردار کا ثبوت مانگتا پھرے گا۔اور تمہاری نئی نئی بنی بیوی اسکاری ایکشن کیا ہو گا کیا اس بارے میں تم نے سوچا؟وہ تم پر یقین کرے گی کیا؟اور بالفرض کر بھی لے تو لوگوں کی باتیں سن پائے گی۔ تم اندرونی و بیرونی کہیں محاذ پر اپنے اعصاب کی جنگ لڑو گے۔ کہیں سال بعد اگر تم میرے لگائے الزامات

Copyright by New Era Magazine

کو جھوٹا ثابت کرنے میں کامیاب ہو بھی گئے تو تب تک تمہاری ساکھ کو نا قابل تلافی نقصان پہنچ چکا ہو گا۔اور میں کسی دوسرے ملک میں کسی فیمینزم این جی او کے تعاون سے ایک لگژری لائف گزار رہی ہوں گی۔اینٹی پاکستان غیر ملکی میڈیا جو ویسے بھی پاکستانی روایات اور عورتوں پر ہونے والے مظالم کے خلاف سر گرم رہتا ہے مجھے ایک ہیرو کے طور پر پیش کرے گا جس نے ظلم کے خلاف اعلان جنگ کیا۔اس لئے اس سب میں سارا نقصان

[1/14, 10:02 PM] عبّاس علی: تمہارے حصے میں ہی آئے گا۔سومائے ڈیئر طلال حسان۔ایسا کچھ تم سوچنا بھی مت۔"

اسی کے سابقہ انداز میں میز کی سطح پر دونوں ہتھیلیاں جمائے ہوئے تھوڑا آگے کی جانب جھکی وہ اپنے اندر کا سارا زہر اگل رہی تھی جو قطرہ قطرہ طلال حسان کے رگ و پے میں سماتا اسکی سانسوں کی آمد و رفت تک کو جکڑ گیا تھا۔ہاتھ کی مٹھی کو سختی سے بھینچ کر اس نے اپنے اشتعال کے بہاؤ پر بندھ باندھا تھا۔

"اگلے تیس سیکنڈ میں تم یہاں سے نہ نکلی تو ایک منٹ بعد تمہاری لاش نکلے گی یہاں سے۔تمہاری جان لینے کے لئے تیس سیکنڈ کافی ہوں گے ۔ "

آنکھوں میں اترتی لالی کے ساتھ اسکی آواز میں جو سختی اور لہجے میں جو استقامت تھی اس نے اب کی بار اسے احساس دلایا تھا کہ اس کے یہاں سے چلے جانے میں ہی عافیت تھی۔

"اچھا بھئی جا رہی ہوں۔اتنے آگ بگولا کیوں ہو رہے ہو۔"اپنے اندر کے خوف کو چہرے پر مسکراہٹ سجا کر چھپاتی وہ اپنا بیگ اٹھا کر ڈور کی جانب بڑھی تھی۔دروازے کی ناپ پر ہاتھ

Copyright by New Era Magazine

رکھے وہ کچھ سوچ کر واپس گردن موڑے اسے دیکھنے لگی تھی جواب گہرے گہرے سانس لیتا خود کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ویسے اپنی بیوی سے کب ملوا رہے ہو۔ کہو تو گھر آ جاؤں تعارف بھی ہو جائے گا اور ملاقات بھی۔"

جاتے جاتے بھی وہ اسے سلگانا نہیں بھولی تھی۔اک چڑانے والی مسکان اسکی طرف اچھالتی وہ اسے جلتے انگاروں پر لوٹتا دیکھ کر حظ اٹھاتی وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔طلال نے اپنے بال اپنی مٹھی میں سختی سے جکڑتے آنکھیں بند کرتے ضبط کا گھونٹ بڑی مشکل سے پیا تھا جو اسے آتش فشاں بنا گیا تھا۔سرخ پڑتا چہرہ تپنے لگا تھا۔سانس کی روانی رکنے لگی تھی۔ہاتھ بڑھا کر ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے وہ اپنی چیئر پر بیٹھتا پاس رکھا پانی کا گلاس اٹھا چکا تھا۔ایک ہی سانس میں پورا گلاس پانی کا حلق میں انڈیل لینے کے باوجود اندر جلتی بھڑ بھڑ آگ کے شعلے بلند سے بلند تر ہوتے جا رہے تھے

. . . .

فاطمہ کی انگلی پکڑ کر طلال نے ایک نیا آغاز کیا تھا۔وہ پھر سے مسکرانے لگا تھا معصومیت بھری شرارتیں کرنے لگا تھا۔وہ غیر محسوس انداز میں اسکی "بی بی جان" بن گئیں تو وہ انکا بیٹا۔حسان اکثر اس سے ملنے آیا کرتا تھا پہلے پہل تو وہ اس سے کوئی بات نہیں کرتا تھا مگر پھر بی بی جان کے سمجھانے پر اس کی بے گانگی کم ہونے لگی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

حسان کے جانے پر فاطمہ کھڑکی میں کھڑی ہو جایا کرتی تھیں۔اور پھر اسے وہاں سے تب تک دیکھتیں جب تک وہ گاڑی میں بیٹھ کر گیٹ سے باہر نہیں نکل جایا کرتا۔اور یہاں طلال حسان کا محبت کی ایک اور قسم سے پالا پڑا تھا۔اس نے اپنی ماں کی محبت دیکھی تھی اپنے باپ کے لئے ۔جس میں آہ و بکا تھی۔درد بھری سسکیاں تھیں۔مگر محبت و سکون کے کچھ لمحے بھی تو تھے ۔اس محبت کا اختتام بھی بھیانک تھا۔سب سے زیادہ زخم تو اس کے ننھے وجود نے سہے تھے ۔اور اب جو محبت اس کے سامنے تھی وہ بڑی خموش سی تھی۔بولتی نہیں تھی۔روتی بھی نہیں تھی۔مگر پتہ نہیں کیوں کھڑکی میں کھڑی فاطمہ اسے اندر سے کر لاتی ہوئی محسوس ہوتی تھی ۔جیسے اسکا دل رو رہا ہو زور زور سے مگر آواز کوئی سن نہیں پا رہا ہو۔مگر عجیب بات تھی نا وہ آہیں جو کبھی انکے دل سے ہونٹوں تک کا سفر طے نہ کر سکیں وہ انکے دل سے نو سالہ طلال حسان کے دل تک کا راستہ بڑی آسانی سے طے کر گئیں تھیں۔

"آپ پاپا سے پیار کرتی ہیں؟"وہ کس قدر عام سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

وہ چونکی تھیں۔تیزی سے گردن موڑ کر ساتھ کھڑے اپنے کندھے تک آتے طلال کو دیکھا تھا جو بڑی سنجیدگی سے باپ کو گاڑی میں بیٹھتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

"یہ کیسا سوال ہے؟"وہ خفیف سی اسے دیکھتی پوچھ رہی تھیں۔

"پاپا اچھے نہیں ہیں۔مما کو بھی ان سے بہت پیار تھا۔مجھ سے بھی زیادہ۔مگر وہ انھیں رلاتے تھے۔اس لئے آپ ان سے پیار نہ کریں وہ آپ کو بھی رلائیں گے۔"

Copyright by New Era Magazine

گاڑی گیٹ سے باہر نکل رہی تھی اور طلال کے دل نے خواہش کی تھی وہ اسی طرح فاطمہ کے دل سے بھی نکل جائیں۔

فاطمہ نے حیران نظروں سے اسے دیکھا تھا وہ بہت گہرا تھا اور وہ گہرائی میں اتر جانا بھی جانتا تھا ۔وہ اس راز تک پہنچ گیا تھا جسے وہ خود پر بھی منکشف نہیں ہونے دینا چاہتی تھیں۔

"تمہاری ماں اس لئے روتی تھی کیوں کہ اس نے محبت پا کر کھوئی تھی۔مجھے ایسا کوئی زعم ملا ہی نہیں بیٹا۔میں نہیں روؤں گی۔انسان اپنی ملکیت کھو کر روتا ہے۔وہ میرے حصے میں کبھی تھا ہی نہیں اس لئے اسے کھونے کا غم بھی مجھے لاحق نہیں ہو گا۔"

وہ مسکراتے ہوئے عام سے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"میں نہیں چاہتا آپ کبھی بھی روئیں بی بی جان۔میں پاپا کو بھی آپ کو رلانے نہیں دوں گا ۔بلکہ میں کسی کو بھی آپ کو رلانے نہیں دوں گا۔"

انکی طرف دیکھتا وہ پر عزم سا بول رہا تھا اور فاطمہ نے پر نم آنکھوں سے اسے دیکھا تھا بے اختیار اسے خود سے لگا کر اسکا سر چوما تھا۔آنکھ سے کہیں بے آواز آنسو اس کے بالوں میں جزب ہوئے تھے۔خشک آنکھیں نم ہوئی تھیں جنہیں نم نہ ہونے دینے کا ابھی وہ عزم کر رہا تھا۔مگر وہ آنسو کسی تکلیف کے نہیں تھے وہ تو تشکر کے تھے۔وہ ان کی سبھی محرومیوں کا ازالہ تھا۔وہ انکے صبر کی عطا تھا۔انکے پاس وہ واحد رشتہ تھا جو ان سے محبت کرتا تھا۔بے لوث محبت۔

. . . .

Copyright by New Era Magazine

اس کے اسکول میں کمپٹیشن ہو رہا تھا جس میں اسکی ٹیچر نے اسکا سلیکشن قرات کے لئے کیا تھا
۔اس کے آنے کے کچھ ہی دن بعد گھر میں بی بی جان نے اسکے لئے قاری صاحب کاانتظام کروا
دیا تھااور اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

قرات کے لئے اسے سورت شرح دی گئی تھی جو اس نے قاری صاحب سے ایک پورا گھنٹہ لگا
کر زبانی یاد کی تھی۔اور اس وقت رات کے آٹھ بجے وہ بی بی جان کے سامنے کھڑا انھیں سنانے
کی تیاری کر رہا تھا۔سر پر ٹوپی رکھے ہاتھ ناف پر رکھے وہ کھڑا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ ۙ(۱)وَوَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ ۙ(۲)الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَہۡرَکَ ۙ(۳)وَرَفَعۡنَا
لَکَ ذِکۡرَکَ ؕ(۴)فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ۙ(۵)اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ؕ(۶)فَاِذَا فَرَغۡتَ
فَانۡصَبۡ ۙ(۷)وَاِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ ٪(۸)

اسکی آواز بہت میٹھی تھی اور اس سے بڑھ کر پر تاثیر۔بی بی جان نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی
تھیں اور جس لمحے اس نے آنکھیں کھولی تھیں انھوں نے بے اختیار ہاتھ کھول کر باہیں
پھیلاتے اسے اپنی طرف بلایا تھا۔

مسکرا کر وہ انکی جانب آیا تھا اور پھر انکے سینے سے لگا تھا۔

"کیا میں نے ٹھیک پڑھا بی بی جان؟"ان سے الگ ہوتے وہ تجسس سے پوچھ رہا تھا۔

"میرے بیٹے نے بہت اچھا پڑھا۔"اسکی ٹوپی جو انکے سینے سے لگنے کے باعث ٹیڑھی ہو گئی
تھی ٹھیک کرتے ہوئے انھوں نے ستائش بھرے لہجے میں کہا تو وہ مطمئین ہو گیا۔

Copyright by New Era Magazine

"آپ نے کہا تھا آپ مجھے ہمیشہ آگے دیکھنا چاہتی ہیں۔اب میں آپ کو ہمیشہ آگے نظر آؤں گا ۔میں بہت محنت کروں گا بی بی جان اور آپ دیکھئے گا میں فرسٹ آؤں گا۔"

انکے ساتھ جتنا وہ اٹیچ ہوتا جارہا تھا اتنا انکی کہی ہر بات جیسے وہ پورا کرنا خود پر فرض کرتا جاتا تھا ۔سارا کے جانے سے وہ جس ذہنی و جذباتی منجدھار میں پھنس کر اپنے اکیڈیمک ریکارڈ سے بے بہرہ ہوا تھا اب دوبارہ سے پہلے والی ڈگر پر آتا جارہا تھا۔وہ ذہین تھا بس عدم توجہی کا شکار تھا۔

"میرا بیٹا انشاءاللہ زندگی کے ہر امتحان میں فرسٹ آئے گا۔میں دعا کروں گی۔"

"لیکن دعائیں تو قبول نہیں ہوتی۔آپ دعا رہنے دیں۔میں بہت محنت کر رہا ہوں۔فرسٹ تو میں ایسے ہی آجاؤں گا۔" انکی بات پر اسکے چہرے پر اداسی سی آئی تھی مگر اگلے ہی لمحے جیسے اس نے کندھے اچکا کر اپنے ساتھ انھیں بھی تسلی دی تھی۔

"کس نے کہا دعائیں قبول نہیں ہوتی طلال۔اور ہر امتحان محنت سے نہیں جیتا جاتا بیٹا دعا میں بڑی طاقت ہوتی ہے یہ مشکلوں کو آسانیوں میں بدل دیتی ہے۔اسکی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے ۔"اسکے کندھے پر اپنا بازو رکھے اک اسکی طرح رخ موڑ کر بیٹھیں وہ کہہ رہی تھیں۔اور طلال حسان ان سے بحث نہیں کیا کرتا تھا۔

اب کی بار بھی انکی بات سے اختلاف کے باوجود سر ہلا گیا۔

"آج ابھی کچھ دیر پہلے میرے دل میں ایک خواہش نے جنم لیا ہے؟" وہ مسکرا رہی تھیں ۔طلال نے انھیں دیکھا۔انھیں دیکھ کر لگتا تھا مسکرانا کوئی اتنا مشکل امر بھی نہیں ہے۔یہ آسان تھا بہت آسان۔وہ بھی مسکرا دیا۔

Copyright by New Era Magazine

"کیسی خواہش؟"

تجسس کے مارے اسکی آواز چیخ نما ہو رہی تھی۔

"ابھی جب تم تلاوت کر رہے تھے تو میرے جی میں آیا میں انشاءاللہ اپنے بیٹے حافظ قرآن بناؤں گی۔"

"حافظ قرآن۔۔۔۔" طلال نے آنکھیں چھوٹی کر کے زیر لب دوہرایا تھا۔"وہ کیا ہوتا ہے بی بی جان؟"

انھیں اس سوال کی توقع تھی۔

"حافظ قرآن وہ ہوتا ہے جس کا سینہ اللہ اپنے کلام کے لئے کھول دیتا ہے اور وہ قرآن پاک کو زبانی یاد کرلیتا ہے اپنے دل میں اسے پورا پورا سما لیتا ہے۔" وہ نرم گوئی سے بتا رہی تھیں۔اور طلال کی آنکھیں پھیلی۔

"پورے کا پورا قرآن؟۔۔۔ لیکن ایسے کیسے ہوتا ہے۔وہ تو اتنی بڑی کتاب ہے۔"وہ تیسرے پارے پر تھا اور اسے واقع ہی حیرت ہوئی تھی کوئی پورا قرآن کیسے یاد کر سکتا ہے۔

"بلکل ہو سکتا ہے۔بلکہ ایسا ہوتا ہے۔تمہارے قاری صاحب بھی تو حافظ قرآن ہیں۔اللہ جسے چاہتا ہے اسکا سینہ کھول دیتا ہے اور پھر کلام پاک یاد کرنا مشکل نہیں رہتا۔" وہ اسے سمجھا رہی تھیں اور وہ جو بغور انھیں سن رہا تھا۔آخر تک آتے آتے مایوس ہوا تھا۔

"پھر مجھ سے نہیں ہو پائے گا۔"اسکی آواز مدھم ہوتی چلی گئی۔

"ایسے کیوں کہہ رہے ہو؟"بی بی جان اب بھی مسکرا رہی تھیں۔

Copyright by New Era Magazine

"آپ نے ہی تو کہا ابھی اللہّ جسے چاہتا ہے اسکا سینہ کھول دیتا ہے۔ مگر اللہّ تو مجھے چاہتا ہی نہیں ہے۔" تھوڑی سینے سے لگائے ہوئے وہ اپنے سر سے ٹوپی اتار چکا تھا۔

"اور میرے بیٹے کو ایسا کیوں لگتا ہے اللہّ اسے نہیں چاہتا؟" وہ سوال در سوال اسے کھوج رہی تھیں۔

"اللہّ میری دعائیں نہیں سنتا بی بی جان۔" اسکی آواز اور مدھم ہوتی چلی گئی تھی۔

"اللہّ سب کی دعائیں سنتا ہے طلال۔ لیکن وہ ہم سے بہتر جانتا ہے کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔ اس لئے جب ہم کچھ غلط مانگ لیں تو ہمارے اچھے کے لئے وہ ہماری دعا کو اپنے پاس سنبھال کر رکھ لیتا ہے۔"

وہ اسکے ذہن کے مطابق اس کے مقام پر آکر اسے سمجھا رہی تھیں۔

"لیکن میں نے تو کچھ غلط نہیں مانگا تھا۔ میں نے تو بس اتنا ہی کہا تھا مما اور پاپا آپس میں فائٹ نہ کیا کریں۔ کیا یہ بری بات تھی بی بی جان؟" سر کو نفی میں ہلاتا ہوا وہ اب بھی بضد تھا۔ وہ ان سے سوال کر رہا تھا اور اس سوال کا جواب وہ اتنے چھوٹے بچے کو کیا دیں وہ سوچ میں پڑ گئی تھیں۔ کبھی کبھی بچے لاجواب کر دیتے ہیں۔ انکے سوال بڑوں کو مشکل میں ڈال دیتے ہیں۔ اس لمحے اس کی حساسیت نے انکا دل دکھایا تھا۔

"یہ تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں طلال ابھی تم چھوٹے ہو جب بڑے ہو جاؤ گے تو تمہیں سمجھ آ جائے گا۔ اللہّ مالک ہے بیٹا وہ ہم سے بہتر جانتا ہے۔ اس کے فیصلوں میں حکمت ہوتی ہے۔" اسکا گال تھپتھپا کر انھوں نے بات سمیٹ دی تھی۔ مگر وہ مطمئین نظر نہیں آتا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"یہ میری ایک خواہش ہے۔باقی اگر تم حفظ نہیں کرنا چاہتے تو میں زبردستی نہیں کروں گی بیٹا ۔"مغموم سی وہ بولیں تو طلال نے چونک کر سر اٹھایا۔وہ اداس لگتی تھیں مگر جتا نہیں رہی تھیں ۔یہ اسکی بی بی جان کی خواہش تھی۔اس سے کی جانے والی پہلی فرمائش وہ منع کر سکتا تھا کیا؟دل سے ایک صدا بلند ہوئی تھی اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے انکے پر شفیق سراپے کو دیکھا تھا۔

"میں کوشش کروں گا۔اور میں بہت محنت کروں گا۔آپ کے لئے میں یہ بھی کرلوں گا۔"

کچھ دیر بعد وہ بولا تو انکا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا تھا۔

"تمہیں پتہ ہے طلال۔قیامت کے دن اللہّ حافظ قرآن کو کتنا بڑا درجہ دے گا کہ وہ اپنے ماں باپ کی انگلی پکڑ کر انھیں جنت میں لے جائے گا۔اور میں چاہتی ہوں میرا بیٹا مجھے اس مقام تک لے کر جائے۔"خوشی سے نہال ہوتے وہ فرط جذبات سے رندھی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھیں۔طلال نے انکی انگلی کو تھاما تھا۔جیسے وہ تصور کر رہا ہو۔

"آپ کا بیٹا آپ کے لئے یہ کرلے گا۔"انکی انگلی تھامے اسکی آنکھوں کی چمک دیدنی تھی۔

"انشاءاللہّ۔"بی بی جان نے اسکی پیشانی کا بوسہ لیا تھا۔نوسالہ طلال حسان نے دل میں خود سے عہد باندھا تھا۔وہ انکی خواہش ضرور پوری کرے گا۔وہ اپنی بی بی جان کے لئے یہ کرنا چاہتا تھا ۔پر خلوص دل اور صاف نیت کے ساتھ۔انکی انگلی اب بھی اسکے ہاتھ میں دبی ہوئی تھی۔

. . . .

گھر واپسی پر بھی اسکا موڈ بحال نہیں ہو سکا تھا۔ایک تو اسکی واپسی کافی دیر سے ہوئی تھی اوپر سے وہ حد درجہ خاموش تھا۔آنے کے بعد سے وہ اپنے کمرے میں بند تھا۔چینج کر کے بستر میں گھسا

Copyright by New Era Magazine

وہ کسی صورت کمرے سے باہر نکلنے کو تیار نہیں تھا۔ مقدس اسے ڈنر لگائے جانے کا بتا گئی تھی مگر وہ یوں ھی منہ سر لپیٹے پڑا رہا تھا۔ بی بی جان خود اسے بلانے آئی تھیں۔ ان کے استفار پر سر درد کا کہتا فقط انکی تسلی کے لئے وہ ڈنر ٹیبل پر آیا تھا۔ دو چار نوالے زہر مار کر لیتے وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کی سرخ ہوتی آنکھوں اور ستے ہوئے چہرے کے باعث انھوں نے بھی زیادہ اصرار نہیں کیا تھا۔ اسکی طبیعت واقعہ ھی خراب معلوم ہوتی تھی۔

پچھلے دس سال میں پہلی بار ہوا تھا اس کا شیز اکمال سے سامنا ہوا ہوا اور اس نے شراب کا سہارا نہ لیا ہو۔ ہر ممکن حد تک وہ خود سے حالت جنگ میں تھا کسی طرح آج کی ملاقات ذہن سے محو ہو جائے۔ مگر ہر بار آنکھ بند کرنے پر وہی چہرہ دکھائی دیتا جو وہ قیامت کے دن بھی دیکھنے کو روادار نہیں تھا۔ کانوں میں وہ آواز گونجتی جو اس کے اعصاب پر کسی ہتھوڑے کی مانند برستی۔

بی بی جان اسے دیکھنے دوبارہ کمرے میں آئی تھیں مگر وہ جان بوجھ کر سوتا بن گیا۔ اس وقت وہ انکا سامنا کرنے کی پوزیشن میں بھی نہیں تھا۔ اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے کہیں ورد زیر لب دوہراتے اس پر پھونک مارتیں وہ پلٹ گئیں۔

جس وقت مقدس کمرے میں آئی تھی ساری لائٹس روشن تھیں حالانکہ روشنی میں سونے کا وہ قطعی عادی نہیں تھا۔ صبح جب تک وہ اٹھ نہیں جاتا تھا اسے گلاس ونڈو سے پردے ہٹانے تک کی اجازت نہیں تھی۔ وہ سیدھا لیٹا ہوا تھا ایک بازو اسکی آنکھوں پر دھرا تھا اور دوسرا ہاتھ سینے پر رکھا ہوا تھا۔ اسے لگا تھا شاید وہ سو گیا ہے مگر اسکے سینے پر دھرے ہاتھ کی انگشت شہادت

Copyright by New Era Magazine

حرکت کررہی تھی یعنی کہ وہ جاگ رہاتھامگراسکی آمدپر بھی اس نے کوئی نوٹس نہیں لیاتھایہ اس کے لئے حیران کن تھا۔

کچھ دیر بعد جب ساری لائٹس آف کرتے جب اپنی جگہ پر لیٹی تھی توطلال نے کروٹ دوسری طرف لے لی تھی۔وہ پرسوچ نظروں سے نیم اندھیرے میں اسکی چوڑی پشت کودیکھتی رہی ۔اس دن اسکے غصے وبدمزاجی کی ایک جھلک ہی دیکھ کروہ خائف ہوچکی تھی۔غصے میں وہ عرش سے فرش پرلا پٹخنے میں زیادہ دیر نہیں لگاتا تھا۔ویسے بھی ڈنر ٹیبل پروہ ڈسٹرب نہ کرنے کاآرڈر جاری کرچکا تھا۔

آنکھیں موندکروہ سونے کی کوشش کررہی تھی مگراس کے بار بارپہلوبدلنے پر مجبوراًبول پڑی ۔

"آپ ٹھیک ہیں؟"یہ توطے تھاوہ سونہیں رہاتھا۔

"ہوں"۔مختصر جواب آیاتھا۔

"طلال اگرزیادہ سردرد کررہاہے توکوئی پین کلردوں؟"اسے تسلی نہیں ہوئی تھی اسکے جواب سے جیسے۔

"نہیں۔"چت لیٹے ہوئے سپاٹ آواز میں سختی سے کہا گیاتھاآنکھیں اب بھی بند کررکھی تھیں۔

"میں سردبادوں آپکا؟"فکرمندی سے کچھ دیراوراسے یوں ہی مضطرب دیکھ کراس نے پوچھا تھااوریہ پوچھنا ظلم ہوگیاتھا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

Copyright by New Era Magazine

"ایک کام کرو سر دبانے کے بجائے گلا دبادو۔" آنکھیں وا کیے گردن اسکی طرف گھما کر وہ گرجا تھا۔ مقدس پوری جان سے بدکی تھی۔ اسکا لب ولہجہ تو کھردرا تھا ہی آنکھیں الگ لہو رنگ ہورہی تھیں۔

"طلال میں تو بس۔۔۔" وحشت زدہ سی وہ بات بھی مکمل نہیں کرپائی تھی جب درشت انداز میں وہ اسے ٹوک گیا تھا۔

"کہا تھا ناڈائننگ ٹیبل پر کوئی بھی مجھے ڈسٹرب نہ کرے۔" کہتے ہوئے وہ اٹھ بیٹھا تھا۔ مقدس بھی اٹھ کر بیٹھی تھی۔

"مگر میں "کوئی" نہیں آپ کی بیوی ہوں۔" تضحیک کے احساس سے اسکا رنگ سرخی مائل ہونے لگا تھا۔ وہ شخص لمحوں میں بے گانگی کی انتہا کر دیا کرتا تھا۔

بڑی مشکل سے آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے دھکیلا تھا۔ حالانکہ وہ بہت مضبوط اعصاب کی مالک تھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونے والوں میں سے نہیں تھی۔ مگر پتہ نہیں کیوں طلال حسان کا سخت رویہ اسکی آنکھوں میں چبھن کا باعث بننے لگتا تھا۔

"اوکے فائن۔ اس وقت مجھے بیوی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔" غصے سے اسکی جانب دیکھتا وہ سرعت سے بیڈ سے نیچے اترا تھا۔ اسکا بازو سختی سے تھام کر جھٹکا دیتے بستر سے نیچے اتارا تھا۔ اور کھینچتے ہوئے اسے دروازے تک لے گیا تھا۔ اس اچانک پڑی افتاد پر وہ کچھ سوچ سمجھ نہیں پائی تھی کہ وہ اسے کمرے کے باہر کھڑا کرتا ایک زوردار دھماکے سے اسے باسکے منہ پر دروازہ بند کر گیا تھا اس حالت میں کہ اس کے پاؤں میں نہ تو جوتا تھا اور نہ ہی سر پر دوپٹہ۔ پونی سے نکلے

Copyright by New Era Magazine

بالوں کے ہالے میں ششدر اور بے یقین چہرہ لئے وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے بند دروازے کو دیکھ رہی تھی۔آنسو ابل ابل کر گال پر بہنے لگے تھے۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ طلال حسان اس کے ساتھ یہ سب کر چکا تھا۔کتنی دیر وہ وہاں بت بنی کھڑی رہی تھی۔اور جب ہوش آیا تھا تو بے یقینی پر بے عزتی کا احساس غالب آتا چلا گیا تھا۔دونوں ہاتھوں سے چہرے کو صاف کرتے وہ ایک نظر سناٹے میں ڈوبے درودیوار پر ڈالتی ساتھ والے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

. . . .

"مقدس تمہیں کیا ہوا ہے بیٹا؟آنکھیں اتنی سرخ کیوں ہو رہی ہیں؟" خلاف معمول آج بی بی جان کچن میں موجود تھیں۔طلال کی پسند کا ناشتہ اپنی نگرانی میں بنوایا جا رہا تھا۔رات کو بھی اس کے ٹھیک سے ڈنر نہ کرنے پر وہ فکر مند ہوئی تھیں۔راضیہ قیمہ بھون رہی تھی اور وہ اپنی اور بی بی جان کے لئے چائے کا پانی چڑھا رہی تھی۔جب کرسی پر بیٹھیں بی بی جان نے اس کی سرخ آنکھوں کو دیکھ کر تشویش کا اظہار کیا تھا۔وہ سرعت سے نظریں چرا گئی تھی۔راضیہ نے بھی ڈوئی ہلاتے ہوئے ایک بار سر اٹھا کر گردن موڑے اسے دیکھا تھا۔مقدس جز بز ہوئی تھی۔

"کچھ نہیں ہوا بی بی جان۔رات کو نیند ٹھیک سے نہیں آئی۔بار بار آنکھ کھل رہی تھی شاید اس لئے ایسی لگ رہی ہوں گی۔" آنکھوں کو ہلکے ہاتھ سے مسلتے ہوئے وہ مسکرائی تھی۔کہہ تو وہ سچ رہی تھی۔پوری رات وہ بے چین رہی تھی۔نیند بھی ٹھیک سے نہیں آئی تھی۔صبح بھی وہ

Copyright by New Era Magazine

معمول کی نسبت جلدی اٹھ گئی تھی۔ کمرے سے نکل کر ایک نظر اپنے بیڈ روم کے بند دروازے کو دیکھا تھا۔ پھر نیچے چلی آئی تھی۔

"ناشتہ کر کے تھوڑی دیر آرام کر لینا۔" سر ہلاتے ہوئے انھوں نے کہا تھا۔ چائے میں چینی ڈالتے ہوئے مقدس نے فقط سر ہلایا تھا۔

اوپری منزل کے ماسٹر بیڈ روم میں پردے برابر ہونے کی وجہ سے ابھی بھی ملگجا سا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ اپنے معمول سے ہٹ کر آج اسکی آنکھ ذرا لیٹ کھلی تھی وجہ تھی رات کو نیند آور گولیوں کا استعمال۔ جس کے بعد بھی اسے سونے میں کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ مندی مندی آنکھیں کھولتے اسکے سوئے ہوئے حواس ابھی پوری طرح بیدار نہیں ہوئے تھے۔ اور جب ہوئے تھے تو وہ کرنٹ کھا کر اٹھ بیٹھا تھا۔ آنکھیں میچ کر اپنے غصے پر ماتم کرتے اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرایا تھا۔

"بی بی جان ٹھیک ہی کہتی ہیں غصے میں میں نیم پاگل ہو جاتا ہوں۔ اب کیا کروں وہ تو سخت خفا ہو گی؟" کنپٹی سہلاتے بلینکٹ ہٹاتا وہ بستر چھوڑ کر بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اسے یاد آیا تھا کیسے وہ اسے بازو سے پکڑ کر کمرے کے باہر کھڑا کر گیا تھا۔ اس لمحے اسکی آنکھوں سے چھلکتی بے یقینی نے اسے اور بھی ملامت کی تھی۔

اپنی شادی شدہ زندگی میں ناچاہتے ہوئے بھی وہ ہر بار اپنے لئے گڑھا خود کھود لیا کرتا تھا اور پھر اس میں سے نکلنے اور اس کے اثرات زائل کرنے کی کوشش کرتے کرتے غیر دانستہ طور پر ایک اور گڑھا تیار کر لیا کرتا تھا جس کا علم اسے ایک بار پھر اس میں گرنے کے بعد ہوتا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

کچھ دیر بعد فریش ہو کر بنا کپڑے چینج کیے وہ رات والی ٹی شرٹ ٹراؤزر میں ہی نیچے چلا آیا تھا ۔کچن میں سے آوازیں آ رہی تھیں۔اسکے قدموں کا رخ اسی جانب ہوا۔کو کنگ رینج کے سامنے مقدس کھڑی تھی۔راضیہ نل کھولے برتن دھو رہی تھی۔جبکہ بی بی جان چائے پی رہی تھیں۔وہ انکی طرف بڑھا تھا اسے دیکھ کر کپ رکھتے وہ مسکرائی تھیں۔

"اٹھ گیا میرا بیٹا۔اب کیسی طبیعت ہے ؟"اسکے جھکنے پر بی بی جان نے اسکی کشادہ پیشانی چومی تھی۔مقدس نے بس ایک سرسری سی نظر اس پر ڈالی تھی اور پھر تیزی سے نظروں کے ساتھ ساتھ رخ بھی پھیر لیا تھا۔

"ٹھیک ہوں اب۔"مسکرا کر انھیں مطمئین کر تا وہ سیدھا ہوا تھا۔نظریں اس پر گئی تھیں جو لا تعلق بنی کھڑی تھی۔

"مقدس مجھے بلیو ٹائی نہیں مل رہی آکر دیکھ دو۔"نارمل سے انداز میں کہتے وہ اسے اندر ہی اندر پیچ و تاب کھانے پر مجبور کر گیا تھا۔زبان کی نوک تک کوئی سخت بات آتے آتے رہی تھی۔بی بی جان اور راضیہ کی موجودگی میں وہ فقط سر ہلا کر آگے بڑھ گئی تھی۔

"میں چینج کر کے آتا ہوں۔"

جھک کر انکا سر چومتا وہ تیزی سے وہاں سے نکلا تھا۔مقدس سے کچھ بعید نہیں تھا وہ اسکی مطلوبہ ٹائی نکال کر واپس نیچے پہنچ آتی۔

اس کے پیچھے پیچھے وہ کمرے میں داخل ہوا تھا جو اتنی تیز رفتاری سے اوپر آئی تھی کہ اس تک پہنچنے کے لئے اسے دو دو سیڑھیاں پھلانگ کر آنا پڑا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

بنا اسے کسی بھی بات کا موقع دیے وہ وارڈروب کھول کر بالکل سامنے ہینگ شدہ ٹائی کی کلیکشن میں سے اسکی مطلوبہ ٹائی برآمد کر چکی تھی۔ وارڈروب کا پٹ روزدار دھماکے سے بند کرتے وہ مڑی تھی۔ ٹائی بیڈ پر رکھتی اسے سرے سے نظرانداز کیے وہ باہر کی جانب بڑھنے لگی جب وہ اسکی کلائی تھام گیا تھا۔

"مقدس! بات تو سنو۔" اسے روک کر اپنے دونوں ہاتھ اس کے شانوں پر جماتے ہوئے وہ دوستانہ انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔ بدلے میں اس نے اسے کاٹ دار نظروں سے دیکھا تھا۔

"ہاتھ ہٹائیے۔" سرد آواز میں وہ سلگتے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ اسے تنبیہ کر رہی تھی۔

"کیوں؟" بھولپن کی انتہا کرتے وہ اسکے کندھوں پر ہاتھ کا دباؤ بڑھا گیا تھا۔

"طلال میں نے کہا ہاتھ ہٹائیے۔" اس بار اسکی آواز ذرا اونچی تھی.

"بیویوں کے ایسے مطالبات ماننے والے شوہر گدھے ہوتے ہیں۔" زیرلب ہنسی دبائے شوخی سے کہتا وہ اسے زہر لگ رہا تھا۔

"کون سی بیوی؟ وہ بیوی جس کی شوہر کو ضرورت نہیں۔" وہ سلگی تھی۔ طلال نے ایک گہرا سانس خارج کیا تھا۔ وہ ہاتھ بڑھا کر اسکے ہاتھ جھٹک چکی تھی۔

"جب تک تم میری بات نہیں سنو گی میں تمہیں اس کمرے سے باہر جانے نہیں دوں گا۔" اسکے قدم بڑھانے پر وہ ایک ہی جست میں اسکے سامنے تن کر کھڑا ہوتا ضدی انداز میں بولا تو مقدس استہزائیہ نظروں سے اسے دیکھتی تلخی سے مسکرائی۔

Copyright by New Era Magazine

"یہ اچھا ہے طلال حسان۔رات آپ مجھے کمرے سے ہاتھ پکڑ کر نکال باہر کریں اور صبح ہوتے ہی یہ ڈرامے بازیاں شروع کر دیں۔آپ ایک نمبر کے فریبی اور بد دماغ انسان ہیں۔جسے اتنی تمیز تک نہیں ہے کہ بیوی سے پیش کس طرح آیا جاتا ہے۔پھر آپ بات کرتے ہیں کہ میرے لئے آپ کے دل میں بہت عزت ہے۔میں پوچھتی ہوں عزت کی یہ کون سی قسم ہے جو لمحوں میں کسی کو ذلیل کر کے رکھ دے۔صبح و شام آپ مجھ سے محبت کے بلند و بانگ دعوے کرتے ہیں۔یہ ہے آپ کی محبت جو کبھی آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی ہوتی ہے تو کبھی زمین کے پاتال میں جا گرتی ہے۔اگر ایسی ہی محبت ہے آپ کی تو معذرت چاہتی ہوں باز آئی میں ایسی محبت سے۔نہیں چاہیے ایسی محبت جو ہر دو منٹ بعد اپنا رنگ ڈھنگ بدل لیتی ہو۔جس میں میں یہ ھی پہچاننے سے قاصر رہوں کہ آپ کا اصل روپ کون سا ہے؟۔"وہ سخت الفاظ کا چناؤ کر گئی تھی مگر اس وقت جتنا غم و غصہ اس کے اندر بھرا ہوا تھا اسکا جی چاہ رہا تھا سامنے کھڑے شخص پر دو حرف بھیج کر وہ یہاں سے ہمیشہ کے لئے چلی جائے۔

"تم جو کہو گی میں سب سننے کو تیار ہوں مگر ایک بار میری بھی تو سن لو۔"اسکی باتوں نے اسکے دل پر گھونسا رسید کیا تھا۔بے طرح شرمندگی کے حصار میں گھرے وہ مفاہمتی انداز اپنائے ہوئے تھا۔وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔ایسی محبت تو کسی بھی لڑکی کے لئے قابل قبول نہیں ہو سکتی تھی۔اسکی بات پر مقدس نے پر زور انداز میں سر کو نفی میں جنبش دی تھی۔

"میری مصالحتی طبیعت کو میری کمزوری سمجھنے کی بھول مت کیجئے گا طلال صاحب۔میرے زندگی کو لے کر کچھ اصول ہیں جو مجھے بڑے عزیز ہیں۔میاں بیوی کی باھمی چپقلش گھر والوں

Copyright by New Era Magazine

کی نظر میں نہ آئے۔بس اسی ایک پوائنٹ نے آپ کی عزت کا مینار کھڑا کیا ہوا ہے۔ورنہ کل رات جو ہوا اس کے بعد نیچے بی بی جان اور اس گھر کے ملازموں کے سامنے ایک تماشہ لگا ہوتا ۔" سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے وہ اسے بے خوف نظروں سے دیکھتی باور کروا رہی تھی۔یہ ضروری تھا۔اپنی عزت و وقار کو لے کر وہ کوئی سمجھوتہ نہیں کرنے والی تھی۔طلال جواب تک پر سکون کھڑا اسکی ہر بات سن رہا تھا۔اسکے چہرے پر ناگواری نظر آئی تھی۔ذہن میں کوئی فلیش بیک سا چلا تھا۔روتی چلاتی عورت اور غصے سے دھاڑتا مرد جنکی آوازوں پر گھر کے ملازم کان کھڑے کر لیا کرتے تھے۔

"تم مجھے دھمکی دے رہی ہو؟" سنجیدہ آواز میں سرخی مائل سنہری رنگت لئے وہ سپاٹ پن لئے استفار کر رہا تھا۔

"دھمکی نہیں دے رہی صرف بتا رہی ہوں۔اگر عزت آپ کی ہے تو میری بھی ہے۔جب میں آپ کے وقار کا پاس رکھ رہی ہوں تو بدلے میں مجھے بھی اپنے وقار کی پاسداری چاہیے۔" ایک ایک لفظ پر زور دیتے وہ مستحکم لب ولہجہ اپنائے ہوئے تھی۔پر سوچ نظروں سے اسے دیکھتے وہ بھینچے لبوں کے ساتھ ایک گہرا سانس خارج کرتے اب کمرے میں ٹہل رہا تھا۔

"مجھے شادی نہیں کرنی چاہیے تھی۔اور محبت تو انسان کو کسی صورت نہیں کرنی چاہیے۔بڑا خوار کرتی ہے۔" تاسف سے گردن ہلاتے وہ واشگاف الفاظ میں اظہار خیال کر رہا تھا۔وہ بھی اپنی شادی کے صرف چھیالیس دن بعد۔مقدس نے تیز ہوتے تنفس کو بمشکل قابو میں رکھتے ہوئے پر سکون رہنے کی کوشش کی تھی حالانکہ اس کے ان اقوال زریں پر اسکا دل جل کر کوئلہ

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews
Copyright by New Era Magazine

ہوا تھا۔وہ اپنے نام کا ایک ہی تھا۔بجائے اپنی غلطی ماننے کے وہ اپنی شادی کو ہی ایک غلطی قرار دے رہا تھا۔مقدس نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"کاش یہ بات آپ کو کچھ وقت پہلے سمجھ آجاتی تو اپنے ساتھ ساتھ مجھے اس خواری میں شریک نہ کرتے آپ۔"

سر کو پوری شدومد میں ہلاتے ہوئے وہ اسکی بات سے اتفاق کر رہی تھی۔اپنی آنکھوں سے پھوٹتے شعلوں کی لپک کے برعکس بظاہر نارمل سے انداز میں بول رہی تھی مگر اندر کہیں اسکی یہ بات بری طرح چبھی تھی۔

طلال نے ایک نظر اس کے تنے ہوئے چہرے کو دیکھا تھا۔پھر اسکے لفظوں میں چھپے جلے بھنے انداز پر غور کیا تھا اور اگلے ہی پل وہ اسکے سامنے کھڑا ہنس رہا تھا۔مقدس نے حیرت کی زیادتی سے پھیلی آنکھوں میں بے یقینی کے رنگ لئے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا تھا۔وہ عجیب تھا نہیں بلکہ عجیب ترین تھا۔اتنے تناؤ بھرے ماحول میں کچھ دیر پہلے غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا اور اب کس قدر مزے سے ہنس رہا تھا۔

"اچھا نا۔اب سوری کر تو رہا ہوں۔میں نے تو پہلے ہی وارن کیا تھا تھوڑا سا برا ہوں نظرانداز کر دینا۔مگر تم سنتی ہی کہاں ہو میری بات۔"ہنسی روکتا اب وہ اسکے عین سامنے کھڑا اسار املبہ اس پر ڈال رہا تھا۔ناز برداریوں کے یہ انداز بڑے جان لیوا تھے۔وہ بھی تب جب وہ اس سے بری طرح خفا تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"سوری ایسے کی جاتی ہے ہنس کر، ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے۔اور یہ کیا بات ہوئی سارا کچھ میں ہی نظرانداز کروں آپ اپنے طور طریقے نہ بدلیں۔" دل کی بھڑاس نکال کر اب وہ بھی کچھ نرم پڑی تھی مگر آواز میں خفگی نمایاں تھی۔طلال فوری طور پر سنجیدہ ہوتا اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں مقید کر گیا تھا۔

"آئی نو میں زیادہ روڈلی ہیو کر گیا تھا۔مگر یقین کرو مقدس وہ ٹائم میرے خود کے لئے بہت برا تھا۔میرے ذاتی کچھ مسئلے ہیں جو میں تم تک کبھی نہیں پہنچنے دینا چاہتا۔مگر ناچاہتے ہوئے بھی انکے اثرات تم تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔" یہ کہتے ہوئے وہ افسردہ لگتا تھا۔مقدس اتنی سی وضاحت پر ہی دل کو بھر آنے سے روک نہیں پائی تھی۔آنکھوں میں نمی ابھرنے کو بے تاب ہوئی تھی۔

"میرے لئے یہ شادی ایک چیلنج کی سی ہے۔میری ذات میں بہت سی خامیاں ہیں ان سب کے ساتھ میں اس تعلق کو ہر ممکن حد تک پوری ایمان داری سے نبھانا چاہتا ہوں۔مگر پھر بھی مجھ سے جڑی آگ کی لپک تمہیں اپنی لپیٹ میں لینے لگتی ہے مجھے اس بات کا خود بھی احساس ہے ۔میں کوشش بھی کر رہا ہوں یار۔مگر تھوڑا وقت لگے گا۔تمہارا ساتھ چاہیے ہوگا۔تمہاری تھوڑی سی اعلی ظرفی کی ضرورت پڑے گی۔بلیو می مقدس رات کو میں اتنا ہی ٹینس تھا جتنا کبھی ہونے پر ڈرنک کر لیا کرتا تھا۔مگر اس بار میں نے ایسا نہیں کیا۔صرف اور صرف تمہارے لئے ۔تم نے کہا نہیں تھا مگر میں جانتا ہوں میرا ڈرنک کرنا تمہیں برا لگا ہوگا۔میں نے یہ اعصابی جنگ پورے ہوش و حواس میں رہ کر لڑنے کی کوشش کی ہے۔مگر دیکھو نا تمہیں ایک تکلیف

Copyright by New Era Magazine

سے بچاتے بچاتے تمہارے لئے دوسری تکلیف کا باعث بن گیا۔" اسکے ہاتھوں پر نظریں جمائے ہوئے وہ دھیمی آواز میں بول رہا تھا جنہیں بڑی مضبوطی سے اس نے اپنے ہاتھوں میں جکڑ رکھا تھا۔اور وہ نم ہوتی آنکھوں سے یک ٹک اسکا چہرہ دیکھ رہی تھی۔وہ ہر بار نئے سرے سے اسے حیران کرتا تھا۔ابھی کل رات جب ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر نکال رہا تھا تو یوں لگا تھا جیسے اسکی سامنے کھڑے شخص کی زندگی میں کوئی وقعت ہی نہ ہو۔اور اب نظریں جھکا کر اپنے ملال کا اظہار کرتا وہ اسے یہ کہہ کر معتبر کر رہا تھا کہ وہ اسکے لئے اپنی عادتیں بدل رہا ہے ۔صرف اور صرف اسکی خوشی کے لئے اسے تکلیف سے بچانے کے لئے بنا کہے وہ اپنا لائف سٹائل بدلنے کی کوشش کر رہا تھا۔اب اس بات پر وہ ناراض رہ سکتی تھی کیا۔آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر گال پر بہنے لگے تھے۔

اسکی خاموشی پر طلال نے نظریں اسکے ہاتھوں سے ہٹا کر چہرے کی جانب اٹھائی تھیں۔اور اسے یوں روتے دیکھ کر بے سکون ہوتے نچلا لب کچلا تھا۔اسکے سر کو اپنے شانے سے لگاتے اس نے اسکے بال سہلائے تھے۔

"زہر لگتے ہیں مجھے ایسے مرد جو خود سے منسلک عورتوں کی آنکھ میں آنسو کا باعث بنیں۔اب یوں رو کر تم کیا چاہتی ہو میں خود کو بھی اس لسٹ میں شمار کر لوں۔" ناراضگی بھرے انداز میں کہتا وہ اسے ہنسنے پر مجبور کر گیا تھا۔اس کے شانے سے لگے ہی اس نے سر کو نفی میں ہلایا تھا ۔عجیب بات تھی نا کچھ دیر پہلے تک وہ شخص اسے پرایا پرایا لگ رہا تھا اب پھر سے کچھ ہی ساعتوں میں اپنا اپنا سا لگنے لگا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"تمہیں میری کوئی بھی بات بری لگے یا مجھ پر کبھی بھی غصہ ہو تو رونا مت۔ یہ تمہیں سوٹ نہیں کرتا۔ بلکہ میں تمہیں بتاؤں تم کھری کھری سناتی زیادہ اچھی لگتی ہو۔ ہے تو یہ تمہیں شے دینے والی بات مگر تمہیں روتا دیکھنے سے بہتر ہے میں تمہارا جھانسی کی رانی والا روپ برداشت کر لوں۔" دوسرا ہاتھ اسکے گرد حصار کرتے ہوئے وہ ہنس رہا تھا۔ اسکے بالوں کو آہستگی سے اپنے لبوں کے لمس سے معطر کرتے اسے خود سے الگ کرتا وہ اسکے بھیگے گال صاف کر رہا تھا۔

"تو کیا اب میں سمجھوں کہ میری معذرت قبول کر لی گئی ہے؟" شریر سے لہجے میں کہتا وہ اسکی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ مسکرا کر مقدس نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"مگر ایسا ہر بار نہیں چلے گا طلال۔ یہ پہلی اور آخری بار ہے آئندہ ایسا کچھ میں ہرگز برداشت نہیں کروں گی۔ آپ کو کوئی پریشانی ہے یا کوئی مسئلہ ہے تو مجھ سے ڈسکس کر سکتے ہیں۔ میاں بیوی اچھے ہی نہیں برے وقت کے بھی ساتھی ہوتے ہیں۔ میں آپ کو کبھی مایوس نہیں کروں گی۔ ہر مشکل میں انشاءاللہ آپ کے ساتھ کھڑی رہوں گی۔"

وہ بول رہی تھی اور طلال نے سر ہلا کر اسکی تائید کی تھی۔

"اوکے مائے لیڈی۔ غلام یہ غلطی آئندہ کبھی نہیں دوہرائے گا۔" جھک کر کورنش بجا لاتے وہ عاجزی سے کہہ رہا تھا اور اس درجے فرمانبرداری پر وہ ہلکے سروں میں کھلکھلا اٹھی تھی۔ کچھ دیر کے لئے تو طلال بھی مبہوت ہو کر رہ گیا تھا۔ یوں کھل کر ہنستے ہوئے وہ پہلی بار اسے دیکھ رہا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"اب جائیں چینج کریں۔بی بی جان ناشتے کے لئے ویٹ کر رہی ہوں گی۔" اسکی گہری نظروں کے ارتکاز سے جزبز ہوتی وہ اسے واش روم کی جانب دھکیل گئی تھی۔ مسکرا کر اسے دیکھتے وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا تھا۔وہ بھی ہلکے دل کے ساتھ باہر کی جانب نکل آئی تھی۔

زندگی اتنی مشکل بھی نہیں تھی جتنی کل رات لگ رہی تھی۔

. . . .

اس دن کے بعد سے مقدس خود محتاط ہو گئی تھی۔وہ اس کے معاملات زندگی پر گہری نظر رکھنے لگی تھی۔اس کی دن بھر کی روٹین،اسکا آنا جانا اسکے طور طریقے سب جانچنے لگی تھی۔ کہیں تو کچھ ایسا تھا جو غیر معمولی تھا۔جو وہ نہیں جانتی تھی اور جو اس سے چھپایا بھی جا رہا تھا۔اسے یاد آیا تھا شادی کی پہلی رات بھی وہ مبہم سے انداز میں کسی کا ذکر کر رہا تھا کسی لڑکی کا شاید۔ مگر اس وقت اسکی حالت دیکھ کر وہ اس قدر شاک ہوئی تھی کہ وہ بات ذہن سے مخفی ہو گئی تھی۔ پھر بی بی جان کے کمرے میں ہونے والی بدمزگی کے وقت بھی اس کے جو الفاظ اس کے کانوں تک پڑے تھے وہاں بھی وہ کچھ اس سے چھپانے کی بات کر رہا تھا۔آخر ایسا کیا تھا جو وہ نہیں چاہتا تھا اس کے علم میں آئے۔اگر اسکے ماضی میں کوئی لڑکی تھی تو بھی اسے بتا دینا چاہیے تھا۔اس نے کیا کہنا تھا۔مگر وہ یوں چھپا رہا تھا یہ مقدس کے لئے الجھن کا باعث تھا۔جتنا وہ بے باک اور نڈر قسم کی شخصیت کا حامل تھا ایسی کسی بات کی پردہ پوشی اس سے توقع بھی نہیں کرتی تھی۔ کتنی بار اسکے دل میں خیال آیا وہ اس کے اس غیر معمولی برتاؤ کی بابت بی بی جان سے استفار کرے ۔مگر پھر خود ہی اس سوچ کو جھٹک دیتی کہ وہ کیا سوچیں گی اور ہو سکتا ہے یہ سب اسکا وہم ہو

Copyright by New Era Magazine

۔وہ شخصی طور پر ہی کچھ اس طرح کا مزاج رکھتا ہو۔مگر دل تھا کہ یہ بات ماننے سے بھی انکاری تھا۔ایسے میں وہ عجیب کشمکش میں پڑ کر رہ گئی تھی۔

طلال حسان کی ایک لگی لپٹی روٹین تھی۔ صبح سات بجے اٹھ کر پونے نو کے قریب وہ آفس کے لئے نکلتا تھا۔آفس آورز کے بعد وہ زیادہ تر گھر میں ہی پایا جاتا تھا۔ کبھی کبھار اسے کام کے سلسلے میں کچھ دیر سویر ہو جاتی تو وہ ایک الگ بات تھی۔چھٹی کا پورا دن وہ گھر میں موجود ہوتا تھا یا گھر کے پچھلے حصے میں بنائے گئے جم خانے میں۔اسکا سوشل سرکل اتنا بڑا ہونے کے باوجود لوگوں سے میل ملاپ نہ ہونے کے برابر تھا۔دو ماہ کی شادی شدہ زندگی میں اس نے اس کے منہ سے کسی دوست تک کا نام نہ سنا تھا بلکہ ایک بار باتوں باتوں میں وہ اسے بتا چکا تھا اس کا کوئی دوست تک نہیں ہے۔اور یہ اس کے لئے حیران کن بات تھی۔شادی کے بعد کاروباری حلقے سے موصول ہونے والے دعوت ناموں تک کو وہ ایکسکیوز کرتا منع کر چکا تھا۔جس پر ایک بار اس نے حیرت کا اظہار بھی کیا تھا۔

"آپ مجھے کسی سے ملوانا نہیں چاہتے یا میں آپ کے سٹیٹس کو میچ نہیں کرتی اس لئے سب کو منع کر دیتے ہیں؟"رات کے وقت گلاس ونڈو کے پاس کھڑے باہر دیکھتا وہ موبائل پر کسی دعوت کو منع کرنے کے بعد اس کی جانب واپس آیا تھا جو بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"واٹ ربش مقدس؟ایسی کوئی بات نہیں ہے۔میں سوشلی اتنا ایکٹو نہیں ہوں۔اور تمہیں ساتھ لے کر کسی پارٹی وغیرہ میں جانے کا قطعی ارادہ نہیں ہے میرا۔اس معاملے میں تم مجھے ایک ٹپیکل مرد کے طور پر جانو گی۔بیوی کوئی شو پیس تھوڑی ہوتی ہے جسے کہیں بھی منہ اٹھا کر

Copyright by New Era Magazine

لے جاؤں۔مجھے دیکھناپڑتا ہے کون سی جگہ تمہارے جانے لائق ہے کون سی نہیں۔"اس نے برامنایا تھا۔اس کے پاس سے گزر کر وہ اپنی بیڈ سائیڈ جاتااب بستر میں گھس چکا تھا۔مقدس اس کے چڑنے پر مسکرائی تھی۔کہیں نہ کہیں اک سکون سا ملا تھا اسکے خیالات جان کے۔اسے اپنے ریسپشن کی تقریب یاد آئی تھی۔چلتی پھرتی گلیمرس بلائیں جنہیں دیکھ کر ہی اسے ہول اٹھنے لگے تھے۔

"پھر بھی اب ایسا تو نہیں ہو سکتا کوئی ایک بھی ڈھنگ کی پارٹی نہ ہوتی ہو جہاں آپ مجھے ساتھ لے کر جاسکیں۔" گردن گھما کر وہ خود بھی اسکی طرف رخ پھیرتی ایک گھٹنہ موڑ کر بیٹھی تھی۔مقصد صرف اسے زچ کرنے کا تھا۔جواباً وہ معنی خیز تبسم ہونٹوں پر لئے اسے دیکھنے لگا تھا۔

"مسز مقدس طلال۔وہ ساری پارٹیز ڈھنگ کی ہی ہوتی ہیں بلکہ ایسی ہوتی ہیں کہ اگلے ایک دو ہفتے تک ٹاک آف داٹاؤن بنی رہتی ہیں۔رنگ و نور کی بارش ہوتی ہے۔آسمانی حوریں اترتی ہیں۔ڈانس فلور سجتے ہیں ہر قسم کے مشروبات سے مہمانوں کی تواضع کی جاتی ہے اوراس سے میری کیا مراد ہے یقیناً تم جان گئی ہو گی۔میں ایک رات ڈرنک حالت میں گھر آیا تھا تمہارے ہوش اڑ گئے تھے۔اور تم چاہتی ہو میں تمہیں وہاں لے کر جاؤں۔"اس کے اتنے کھلے ڈلے انداز میں دی جانے والی وضاحت پر وہ اپنے سوال پر پچھتائی تھی۔

"میں نے کب کہا مجھے لے کر جائیں۔میں تو بس ایسے ہی ایک بات کر رہی تھی۔" جز بز ہوتے وہ خفا ہوئی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"سویٹ ہارٹ تم جہاں کے لئے لائی گئی ہو تم وہی اچھی لگتی ہو۔یعنی کہ اس گھر میں اور میرے دل میں۔" مسکرا کر ایک آنکھ کا کونہ میچ کر کہتا وہ اس کے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھتا زیر لب اپنی ہنسی دبا گیا تھا۔ساتھ ہی موبائل پر نظریں جما چکا تھا۔

(محترمہ سے ایک ذرا سا شوہر کا پیار بھرا ڈائیلوگ برداشت نہیں ہوتا اور بات کرتی ہیں پارٹیز کی جہاں گرل فرینڈ بوائے فرینڈ کے گلے کا ہار بنی جھول رہی ہوتی ہے۔)

"طلال۔" کچھ دیر بعد وہ وہ پکار رہی تھی۔

"ہوں۔" موبائل پر پر سوچ نظریں مرکوز رکھے اس نے ہنکارا بھرا تھا۔

"مجھے لگتا ہے میں اب کچھ کچھ آپ کو جاننے لگی ہوں۔" سکرین پر حرکت کرتی انگلیاں رکی تھیں۔سرعت سے سر اٹھا کر اسکی جانب دیکھا جو نرم سے تاثر کے ساتھ اسے ہی دیکھ رہی تھی ۔وہ دھیما سا مسکایا تھا۔

"زہے نصیب۔امید کرتا ہوں کچھ اچھا ہی جانا ہو گا۔" وہ مذاق کے موڈ میں لگتا تھا۔

"آپ وہ نہیں ہیں جو آپ ظاہر کرتے ہیں۔" وہ بہت سادگی سے کہہ رہی تھی۔طلال ٹھٹکا ضرور تھا اب کی بار۔پھر وہ ہنس دیا۔

"میرا ظاہر اور باطن ایک جیسا ہی ہے۔لاکھ برا سہی مگر منافق نہیں ہوں۔سیاہ ہوں یا سفید جیسا اندر سے ہوں ویسا ہی باہر سے بھی ہوں۔"

"میں نے یہ کب کہا؟" وہ پر یقین سی مسکرائی۔

Copyright by New Era Magazine

"تو پھر؟" ایک بھنوا چکائے وہ تولتی نظریں اس کے بے ضرر چہرے پر گاڑھے ہوئے تھا جو پر وثوق انداز میں مسکرا رہی تھی۔

"آپ نے خود کو ایک خول میں بند کر رکھا ہے۔ آپ لوگوں میں گھلتے ملتے نہیں کیوں کہ آپ چاہتے نہیں کوئی اس خول کو توڑ کر آپ تک رسائی حاصل کر سکے۔ آپ کہتے ہیں میں سوشلی ایکٹو نہیں میں بتاؤں آپ کو طلال آپ کو ڈر ہے لوگ آپ کے بارے میں جان نہ لیں۔ مجھے آپ نے اپنی زندگی میں شامل تو کر لیا ہے مگر آپ چاہتے ہیں میرے لئے بھی ایک حد مقرر کر دی جائے اور اس پھاٹک کو پھلانگ کر اس پار میں کبھی نہ جاؤں اسی لئے آپ کو جب بھی کوئی ایسا خدشہ لاحق ہوتا ہے کہ میں آپ کو جان لوں گی آپ مجھے جھڑک دیتے ہیں غصہ کرتے ہیں تاکہ میں خود پیچھے ہٹ جاؤں۔ یہ سب آپ جان بوجھ کر کرتے ہیں کبھی کسی پریشانی کی آڑ میں تو کبھی اپنے غصے کو مہرہ بنا کر۔ آپ مجھے ہرٹ نہیں کرنا چاہتے مگر پھر بھی کر جاتے ہیں جانتے ہیں کیوں؟۔۔۔۔ آپ مجھ سے بھی خوفزدہ ہیں۔"

وہ اس کی بات بظاہر بہت سکون سے سن رہا تھا۔ مگر غیر محسوس انداز میں اسکے ہاتھوں کی گرفت موبائل سکرین پر مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی۔ اسکے پر یقین لب ولہجے نے اسکے اندر کے سکون میں اودھم تو مچایا تھا۔ بے چینی کا سمندر اپنی طوفانی لہریں لئے اطمینان کے ساحل سے ٹکرایا ضرور تھا۔ مگر اس تصادم کی ننھی سی رمق بھی اس چہرے کا احاطہ کرنے میں ناکام رہی تھی۔ اسکے خاموش ہونے پر کچھ دیر تو وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتا رہا تھا۔ پھر بے اختیار ہنستا چلا گیا۔ مقدس اب بھی انہیں نظروں اور مسکراتے لبوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"تم فکشن کیوں نہیں لکھتی مقدس۔"ہنسی کے بیچ وہ کچھ دیر رک کر کہتا پھر سے ہنس رہا تھا۔

"اور آپ ایک بہت اچھے اداکار بھی ہیں۔" سر کو ذرا سا خم دیتے اس نے جواباً کہا تھا۔

"اچھا یہ تو اور بھی اچھی بات ہے تم نے میرے اندر کا اداکار ڈسکور کر لیا ہے۔اب میں ایڈز میں خود ہی نہ آجایا کروں۔ویسے بھی لڑکیاں کہتی ہیں میں ایک چارمنگ پر سنلٹی کا مالک ہوں۔اس طرح میرا بزنس بھی گرو کرے گا۔اور میری بچت بھی ہو جائے گی۔"ہنسی کو بریک لگاتے وہ سراہنے کے انداز میں کہتا اب بھی سنجیدہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔

"اور اب آپ بات کو گھما رہے ہیں تاکہ میں ایک بار پھر آپ کو کھوج نہ لوں۔اس بار غصے سے نہ سہی مزاح سے سہی۔" اسکے سکون میں رتی برابر فرق نہیں آیا تھا۔مگر طلال ضرور اس بار خاموش ہوتا اسے دیکھنے لگا تھا سیاہ آنکھوں میں کچھ تیر کر معدوم ہوا تھا۔اور وہ اتنا جلدی ہوا تھا کہ مقدس جانچ نہیں پائی تھی۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔میں کوئی انڈر ورلڈ گینگ نہیں چلا رہا اور نہ ہی کسی مشکوک سرگرمی میں ملوث ہوں، یا کوئی سیکرٹ ایجنٹ جو خود کو سب سے چھپاتا پھروں گا۔بس مجھے بھیڑ بھاڑ سے کوفت ہوتی ہے۔باقی سب تمہاری خام خیالی ہے۔میرے بارے میں ایسا کچھ نہیں ہے جو میں تم سے یا کسی دوسرے تیسرے سے چھپاتا پھروں گا۔ایک عام سا بندہ ہوں یہ میرا گھر ہے۔بی بی جان ہیں اور آفس ہے۔بس میری زندگی اسی مدار کے گرد گھومتی ہے اور مجھے پسند ہے یہ دائرہ تنگ رہے۔مگر اب تم بھی شامل ہو گئی ہو تو یہ میری خوش نصیبی ہے۔اور مجھے خوشی ہو

Copyright by New Era Magazine

گی جب مستقبل قریب میں اس مدار میں تین چار بچے بھی داخل ہو کر میری تنہائی پسند طبیعت کی ڈیڈ ڈیڈ کہہ کر بینڈ بجائیں گے۔اور ریں ریں کرتے یہاں وہاں پھدکتے پھریں گے۔" مکمل سنجیدگی سے کہتے ہوئے آخر تک آتے آتے وہ آنکھوں میں شرارتی چمک لئے مستقبل کا خاکہ کھینچتا خود بھی حظ اٹھا رہا تھا۔مقدس نے بات کے اختتام پر اسے پر شکوہ نظروں سے گھورا تھا۔

"وہ ہمارے بچے ہوں گے طلال۔کوئی مینڈک نہیں جو یہاں وہاں پھدک رہے ہوں گے ۔"اسے صدمہ لگا تھا جس کا برملا بنا سوچے سمجھے وہ اظہار بھی کر بیٹھی تھی۔طلال کے قہقہے نے اسے احساس دلایا تھا وہ کیا کہہ گئی تھی۔گلنار ہوتے چہرے کے ساتھ اس نے نظریں چراتے اپنی خفت مٹانے کی کوشش کی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"یہاں آؤ ذرا میرے بچوں کی اماں۔"ایک بازو پھیلا کر وہ اصرار کر رہا تھا۔جھینپتے ہوئے پاؤں سمیٹ کر اوپر کرتے وہ کھسک کر اسکے تھوڑا قریب ہوئی تھی۔باقی کا فاصلہ طلال اپنے زور بازو پر مٹاتا اسکے شانے پر بازو دراز کرتے خود کے قریب تر کر چکا تھا۔اسکے سینے میں دھڑکتے توانا دل کی دھڑکنیں شمار کرتی سر عین دل کے مقام پر رکھے وہ بے مقصد اپنے ناخنوں کا جائزہ لینے لگی تھی۔

"تم دعاؤں کی قبولیت پر یقین رکھتی ہو نا۔تم دعا کیا کرو مقدس اللہ میرے دل کو تمہارے دل سے یوں باندھ دے کہ اسے تمہارے سوا کوئی اور چہرہ دکھائی نہ دے۔میرا دل تمہاری صورت دیکھنے کے بعد اندھا ہو جائے۔مرد کی محبت بڑی کج ادا ہوتی ہے۔وہ لمحوں میں بدل

Copyright by New Era Magazine

جاتی ہے۔دل بیزار ہونے لگتا ہے۔وہ کسی نئی دریافت کے لئے چل پڑتا ہے۔مجھے خود سے بھی خوف آتا ہے۔میں نہیں چاہتا زندگی کے کسی مقام پر میں تمہیں دھوکہ دوں اس لئے اللہ سے مانگا کرو اپنے لئے کہ وہ میرا دل پھرنے نہ دے۔میری زندگی میں تم سے پہلے کسی کا آنا نہیں ہوا تمہارے بعد یہ در ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے۔مرد کو وفادار ہونا چاہیے اس عورت کے لئے جو اس کی بیوی ہو۔اس کے بچوں کی ماں ہو۔"اسکا گال نرمی سے سہلاتے ہوئے پر سکون آواز اور نارمل سے انداز میں کہتا وہ کہیں اور پہنچا ہوا تھا۔اگر اس لمحے مقدس سر اٹھا کر اسکے چہرے پر چھائے حزن کے بادل دیکھ لیتی تو کہیں بھید کھل جاتے۔اسکے سینے پر دھرا اسکا سر اثبات میں ہلا تھا۔وہ اس سے پوچھنا چاہتی تھی اگر وہ اسکی زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی تھی تو وہ کون تھی جس کی بات وہ شادی کی پہلی رات کر رہا تھا۔مگر یہ سوال اسکے ہونٹوں تک نہیں آیا تھا۔وہ جانتی تھی وہ اسے کبھی نہیں بتائے گا۔اس لئے اس کوشش ناتمام سے اس نے خود کو روک لیا تھا۔

. . . .

رات آہستگی سے بیت رہی تھی یا اسے ہی ایسا محسوس ہو رہا تھا۔دن میں طبیعت کچھ بوجھل محسوس ہونے پر اس نے تھوڑی دیر نیند لے لی تھی اور اسی کا خمیازہ وہ اب بھگت رہی تھی۔یہ اسکی پرانی اور عجیب ترین عادت تھی۔دن میں تھوڑی دیر بھی سو جاتی تو رات کو نیند مشکل سے آتی تھی۔پہلے پہل تو وہ ناول پڑھتی رہی تھی پھر طلال کا خیال کرتے لائٹ آف کر دی تھی کہ وہ لائٹ میں سو نہیں پاتا تھا۔اور اسکے سونے کا بھی جیسے فکس ٹائم تھا ساڑھے دس گیارہ بجے وہ

Copyright by New Era Magazine

لازمی سو جاتا تھا۔بہت کوشش کے باوجود بھی جب نینداس پر مہربان نہ ہوئی تی ذہن میں مختلف سوچیں پناہ لینے لگی تھیں۔انہیں میں سے ایک سوال اسے بری طرح تنگ کر رہا تھابلا آخراس نے کروٹ بدل کر ساتھ سوئے طلال کوایک نظر دیکھا تھا۔

"طلال۔"اسکا شانہ نرمی سے ہلا کراس نے آواز دی تھی۔اسکی نیند کچی تھی جلد بیدار ہونے والی۔اب بھی اسکے ایک بار ہی آواز دینے پر وہ جاگ چکا تھا۔

"ہوں۔"آنکھیں موندے ہی اس نے کہا تھا۔

"ایک بات پوچھوں؟"اسکے جاگنے کا یقین ہوتے وہ اپنا ہاتھ گال کے نیچے رکھتی مطمئین ہوئی تھی۔

"ایک نہیں دس پوچھ لینا مگر صبح۔ابھی بہت نیند آرہی ہے۔"سیدھا ہو کر لیٹا وہ پر سکون خمار آلود آواز میں کہہ رہا تھا جواب میں مقدس نے اسے گھورا تھا۔ساتھ ہی وہ کہنی کے بل ذرا اٹھی

۔

"نہیں مجھے ابھی پوچھنا ہے آپ آنکھیں کھولیں۔"

اس کے شانے کو زور سے ہلاتے وہ بضد ہوئی تھی۔طلال نے بمشکل نیند سے بند ہوتی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا۔نیم اندھیرے میں وہ یوں اصرار کرتی منتظر سی اسکی طرف جھکی ہوئی تھی۔اسے اٹھنا ہی پڑا۔

"جی فرمایئے مسز طلال۔کیا پوچھنا ہے آپ نے؟"آنکھیں مسلتا ہوا وہ اٹھ بیٹھا تھا۔جس کے ساتھ ہی وہ بھی اٹھ کر بیٹھی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"آپ نے مجھ سے شادی کیوں کی؟"ذرا توقف کے بعد سادگی کے ساتھ سوال پوچھا گیا تھا ۔مگر طلال کے چودہ طبق روشن ہوئے تھے۔نیند سے بوجھل آنکھیں پوری کی پوری کھلی تھیں ۔ایک جھٹکے سے اسکی طرف مڑتا وہ حیران نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔مقدس کو عجیب لگا تھا ۔اب اس نے ایسا بھی کیا پوچھ لیا تھا جو طلال کو یوں الیکٹرک شارٹس لگنے لگ جاتے۔وہ مڑ کر اب بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھے اپنے موبائل پر ٹائم دیکھ رہا تھا۔رات کے پونے ایک بج رہے تھے۔

"فار گاڈ سیک مقدس۔ڈونٹ ٹیل می کہ تم نے یہ پوچھنے کے لئے میری نیند خراب کی ہے ۔"حیرت وصدمے کی ملی جلی آواز میں وہ چینخا تھا۔مقدس اسکا انداز دیکھ کر منہ پھلا گئی۔

"اسی لئے اٹھایا ہے۔"اسکے چہرے پر سے نظریں ہٹا کر وہ خفگی سے تنک کر بولی تھی۔

"مائے گڈنیس۔مقدس تم اتنی عقل مند کیوں ہو یار۔"اسکے بائیں گال پر ہلکی سی چٹکی کاٹتے وہ تاسف سے سر ہلاتا بظاہر مسکرا کر پوچھ رہا تھا مگر اسکا انداز صاف اسے لتاڑنے والا تھا۔مقدس نے اسکا ہاتھ پرے ہٹایا۔

"توبہ ہے طلال کتنے بھاری پڑ رہے ہیں آپ۔کیا ہو گیا ایک نیند سے ہی تو جگایا ہے آپ کو ۔"اسکی بے بسی بھری بے چارگی پر اسے ناچاہتے ہوئے بھی ہنسی آئی تھی۔

"ہاں جی ایک نیند سے ہی جگایا ہے۔مجھے اس طرح کوئی نیند سے جگا دے تو پھر مجھے ساری رات نیند نہیں آتی یار۔"اس نے زچ ہو کر کہا تھا جسے مقدس نے کسی خاطر میں نہیں لایا تھا۔

"اچھا اب اتنے نخرے کیوں دکھا رہے ہیں۔اٹھ گئے ہیں تو بتا دیں۔"

Copyright by New Era Magazine

اپنی پشت پر بکھرے کھلے دراز بالوں کو جوڑے کی شکل میں قید کرتے وہ مصروف سی کہہ رہی تھی طلال نے اسے تپی ہوئی نظروں سے دیکھا تھا۔

"پوچھا کیا تھا تم نے؟"اپنی نیند خراب کیے جانے کے صدمے کے زیر اثر وہ یہ بھی بھول چکا تھا ۔مقدس نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا جو اب بالوں میں ہاتھ چلا رہا تھا۔ مگر پھر صبر کا گھونٹ پی گئی آخر پیاسا ہی تو کنویں کے پاس جاتا ہے۔

"آپ نے مجھ سے شادی کیوں کی؟"

"یہ کیسا سوال ہوا؟بس کر لی شادی۔کیوں کا کیا مطلب؟"اب وہ اسے زچ کرنے کے موڈ میں تھا۔ نیند تو ویسے بھی اڑنچھو ہو چکی تھی۔مقدس نے بدلے میں اس بار ذرا سنجیدگی سے تنبیہی انداز میں اسے دیکھا تھا جس پر اپنی ہنسی کو زیر لب ضبط کرتے وہ سیدھا ہوا تھا۔

"اچھا بتا رہا ہوں یوں دیکھ کر ڈراؤ تو مت۔"ذرا توقف کے لئے وہ رکا تھا۔

"تمہارے آنسوؤں کی وجہ سے۔"تھوڑا آگے کو جھک کر اسکی آنکھوں میں جھانکتے وہ متبسم سا کہہ رہا تھا۔مقدس کے چہرے پر چھائی سنجیدگی کی جگہ حیرت نمودار ہوئی تھی۔کتنی عجیب سی وجہ تھی۔

"آنسوؤں کی وجہ سے؟اور آپ نے کب مجھے آنسو بہاتے دیکھ لیا؟آنکھیں چھوٹی کیے وہ پوری طرح اسکی طرف گھوم کر الجھن زدہ سی نظر آتی تھی۔

طلال نے اطمینان سے اسکا بھونچکا سا چہرہ دیکھا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"ریسٹورنٹ میں۔جب تم ثنا کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی اور آنسو باوجود کوشش کے تمہاری آنکھوں سے رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔" وہ بڑے آرام سے بتا رہا تھا اور مقدس نے خفا نظروں سے اسے دیکھا تھا۔(گھنے کہیں کے۔مجال ہے جو مجھے بتایا ہو۔)وہ تو یہی سمجھ رہی تھی کہ اس نے پہلی بار اسے لیلٰی کے ساتھ مال کے پارکنگ ایریا میں دیکھا تھا۔

"شرم تو نہیں آئی پبلک پلیس پر لڑکی تاڑتے ہوئے؟"

اسکے خفگی سے کہنے پر اس کا فلک شگاف قہقہہ گونجا تھا۔منہ بنا کر لڑکی تاڑتے کہتے ہوئے وہ کتنی پیاری لگی تھی کوئی طلال حسان سے پوچھتا۔

"لیکن کوئی کسی کے آنسوؤں کی وجہ سے کسی سے شادی کیسے کر سکتا ہے۔"خود کلامی کے سے انداز میں آہستگی سے وہ بول رہی تھی۔

"مجھے بھی عجیب لگا تھا۔میں محبت پر یقین کرنے والوں میں سے نہیں تھا مقدس۔مجھے لگتا تھا یہ جذبہ کم از کم مجھے تو کبھی چھو کر بھی نہیں گزرے گا۔پر حقیقت یہی ہے میں مانوں یا نہ مانوں مگر تم پہلی نظر میں میرے دل تک رسائی پا گئی تھی۔میری بالکل غیر ارادی نظر تم پر پڑی تھی اور پھر پلٹنا بھول گئی۔اور وجہ تھی ان خوب صورت آنکھوں میں جھلملاتا نمکین پانی۔جس نے میری زندگی کا سکون غارت کر دیا تھا۔مجھے محبت نہیں کرنی تھی اور شادی تو بالکل بھی نہیں کرنی تھی مگر ان آنسوؤں نے مجھ سے یہ دونوں کام کروائے اور ڈنکے کی چوٹ پر کروائے۔"

گھمبیر آواز میں ٹھہر ٹھہر کر کہتا وہ اسکے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں تھام کر باری باری اسکی آنکھوں کو عقیدت سے چوم رہا تھا۔مقدس جو ابھی تک اسکے لب و لہجے کے اتار چڑھاؤ میں

Copyright by New Era Magazine

کہیں کھوئی یک ٹک اسکا چہرہ دیکھنے میں محو تھی۔ایک دم سے ہوش میں آتی نظریں چرا گئی تھی ۔طلال کی سحر طراز آنکھیں اس پل کچھ اور بھی مسحور کن محسوس ہوتی تھیں۔مقدس گڑبڑا کر پیچھے ہٹی تھی۔اسے خطرے کی بو محسوس ہوئی تھی وہ پٹڑی سے اتر چکا تھا۔

"اوکے تھینکس۔مل گیا مجھے میرا جواب۔اب مجھے نیند آرہی ہے۔شب بخیر۔"زبردستی کی مسکان ہونٹوں پر لئے وہ تیز تیز بولتی لیٹ کر کمبل میں گم ہو چکی تھی۔اسکی اس حرکت پر کچھ دیر تو وہ اسے گھوری سے نوازتا رہا تھا پھر ہاتھ بڑھا کر اسکے سر پر سے کمبل کھینچ کر اتارا تھا۔

"شب بخیر کی کچھ لگتی۔میری نیند کی بینڈ بجا کر خود چین کی بانسری بجاتے سونے چلی ہو۔"اسکے پہلو میں گرتے وہ مصنوئی غصے سے اسے گھور رہا تھا۔

"طلال مجھے سچ میں بہت نیند آرہی ہے۔"آواز کے ساتھ ساتھ شکل پر بھی بے چارگی طاری کر لی گی گئی تھی۔

"تھوڑی دیر پہلے میں نے بھی یہی کہا تھا۔"اسکی کلائی پر گرفت مضبوط کرتے صفاچٹ جواب موصول ہوا تھا۔

"غلطی ہو گئی جو آپ کو جگا دیا۔"

تنک کر کہتے سرخ پڑتے چہرے کو وہ اسکے سینے میں چھپا گئی تھی۔

"اور غلطیاں اکثر و بیشتر بھگتنی بھی پڑتی ہیں سویٹ ہارٹ۔"اسکے کان کے پاس جھکا وہ سرگوشی کر رہا تھا۔

. . . .

Copyright by New Era Magazine

دن سست روی سے سرکتے جا رہے تھے آنے والے کہیں دن پر سکون گزرے تھے۔ طلال کا رویہ بھی نارمل تھا۔اور اس میں کوئی شک نہیں تھا جب وہ نارمل ہوتا تھا تو ایک آئیڈیل ہسبنڈ کا رول بڑی خوب صورتی سے سرانجام دیتا تھا۔اور اس سے کہیں بڑھ کر وہ ایک بہت ذمہ دار اور محبت کرنے والا بیٹا تھا۔رات کو وہ لازمی ایک گھنٹہ بی بی جان کے پاس بیٹھا پایا جاتا تھا۔چاہے وہ کتنا ہی تھکا ہو یا گھر لیٹ واپس آیا ہو اس بات سے بھی اسکی روٹین میں فرق نہیں پڑتا تھا۔ مگر پتہ نہیں کیوں اس کے دل کی پھانس تھی کہ نکلنے کا نام نہ لیتی تھی۔

اس دن ثنا کی اچانک آمد پر وہ حیرت بھرے انبساط کا شکار ہوئی تھی۔شادی کے بعد سے اس سے بات بھی بہت کم ہو پاتی تھی جس کا اکثر وہ شکوہ بھی کیا کرتی تھی اور مقدس ہنس کر ہر بار معذرت کر لیا کرتی تھی۔بی بی جان سے مل کر وہ بہت خوش ہوئی تھی گزشتہ دو ملاقاتوں میں ھی وہ انکی نرم خوئی کی اسیر ہو چکی تھی۔آج تو پاس بیٹھ کر باتوں کا موقع ملا تو اور بھی گرویدہ ہوئی تھی۔ریفرشمنٹ کے بعد بی بی جان نے مقدس سے اسے اپنا گھر اور کمرہ دکھانے کا کہا تھا اور ساتھ ھی اصرار بھی کیا تھا کہ وہ کھانا کھائے بغیر ہرگز نہیں جائے گی۔انکی اس درجہ اپنائیت پر اس نے بھی ہامی بھری تھی۔

"کتنی پیاری خاتون ہیں تمہاری بی بی جان یار۔"

اسکے ساتھ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آتے ہوئے وہ ستائش بھرے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"یہ تو ہے۔"

Copyright by New Era Magazine

"ساس اچھی ہو تو آدھی جنت دنیا میں ہی مل جاتی ہے۔دعا کرو یار میری ساس بھی ایسی ہی ہوں ۔"دل و جان سے فریفتہ ہوتے وہ حسرت سے کہہ رہی تھی۔

"آمین۔" مقدس مسکرا دی۔کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے ایک تفصیلی نگاہ ارد گرد ڈالی تھی۔پلکیں جھپک کر واپس مقدس کی جانب دیکھا۔

"تمہیں تو خوابوں کے بجائے حقیقی شہزادہ مل گیا ہے۔ہوتا ہے نہ فکشن کی دنیا میں۔یہ شہزادوں کی آن بان والا بالکل ویسا ہی۔" اپنی بات پر وہ خود ہی ہنسی تھی۔مقدس نے سر جھٹک کر مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"شہزادوں کی زندگیاں پر سرار ہوتی ہیں ثنا ضمیر۔دور سے بڑی فینٹسی بھری لگتی ہیں مگر قریب آنے پر الجھانے لگتی ہیں۔ان میں تلخیوں کی داستانیں بھی چھپی ہوتی ہیں اور کچھ راز کے پردوں میں چھپی کہانیاں بھی ہوتی ہیں۔"سادگی سے کہے جانے والے یہ الفاظ کمرے کا جائزہ لیتی ثنا کو ٹھٹکنے پر مجبور کر گئے تھے۔ہر چیز میں سے دلچسپی ختم ہوتے مرکز نگاہ دل عزیز دوست بن گئی تھی۔

"کیا مطلب؟کچھ غلط ہے کیا؟ یا تم خوش نہیں ہو طلال بھائی کے ساتھ؟"اسکا ہاتھ تھامتے وہ خدشات میں گھری متفکر سی پوچھ رہی تھی۔مقدس نے سر کو نفی میں جنبش دی تھی۔

"میں نے ایسا کب کہا۔الحمدللہ میں خوش ہوں۔طلال اتنے بھی برے نہیں ہیں جتنا میں نے شادی سے پہلے انھیں سمجھ لیا تھا۔"

Copyright by New Era Magazine

اسکے کہنے پر ثنا کی جان میں جان آئی تھی۔ایک تھپڑ اسکے بازو پر رسید کرتے اس نے اسے گھورا تھا جواب خفگی سے اسے دیکھتی اپنا بازو سہلا رہی تھی۔

"میں ڈر ہی گئی تھی۔"

ایک گہرا پر اطمینان سانس خارج کرتے بیڈ پر بیٹھتی وہ اسے گھرک رہی تھی۔جو خود بھی اسکے ساتھ ہی ٹک گئی تھی۔

"لیکن میں جانتی ہوں تم نے یہ بات ایسے ہی نہیں کہی ہے۔" گردن موڑ کر سوچتی نظروں سے اسکا چہرہ دیکھا تھا۔

"ثنا ہو سکتا ہے یہ میرا وہم ہو اور ایسا کچھ نہ ہو۔مگر مجھے لگتا ہے طلال کی زندگی میں کچھ ایسا ہوا ہے جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔انکے ماضی میں کچھ تو ہے جو مجھ سے چھپا ہوا ہے ۔اور جو وہ مجھے بتا نہیں رہے۔مگر وہ اتنا پر اثر ہے کہ اس کے اثرات مجھ تک پھر بھی پہنچ رہے ہیں۔" وہ بہت سوچ سمجھ کر الفاظ کا چناؤ کر رہی تھی۔وہ ثنا کو متوحش بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔مگر اب اسے کسی کی ہمدردرائے کی بھی ضرورت تھی۔

"انھوں نے کچھ کہا ہے تم سے؟ کسی لڑکی کا چکر ہے کیا؟ کوئی افئیر یا کوئی ریلیشن شپ؟"

ماتھے پر بل لئے وہ پوری طرح اسکی طرف گھومتی تیز تیز بول رہی تھی۔مقدس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"دانت مت نکالو۔صحیح صحیح بتاؤ مجھے۔اگر ایسی کوئی بات ہے تو۔مجھے پہلے ہی تمہاری چھٹی حس پر یقین کرنا چاہیے تھا۔یہ امیر زادے ہوتے ہی ایسے ہیں۔کپڑوں کی طرح ریلیشن شپ بدلنے

Copyright by New Era Magazine

والے۔اب شہزادوں جیسے ہیں تو شہزادوں کی بری خصلتیں بھی تو ہوں گی۔تم بڑی بھولی ہو یار۔خبردار جو کسی ستی ساوتری کی طرح سب برداشت کرنے کا سوچا بھی تو۔"

لمحوں میں طلال اسکی گڈ بک سے نکال باہر پھینکا جا چکا تھا۔اپنی کشمکش سے قطعی نظر مقدس کھل کر ہنسی تھی۔یوں کہ اسکی آنکھوں کی پتلیوں میں پانی تیرنے لگا تھا۔

"ایسا بھی کچھ نہیں ہے۔تم غلط سمجھ رہی ہو۔اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں؟دراصل میں خود طلال کو ابھی سمجھ نہیں پا رہی۔"وہ کہتے ہوئے عاجز نظر آتی تھی۔ثنا نے اسے گھورا تھا۔

"بی بی میری بات سنو جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے نہیں ہیں تمہاری شادی کو۔یہاں زندگیاں گزر جاتی ہیں ایک دوسرے کو سمجھنے سمجھانے میں۔تمہیں بھی سمجھ لگ جائے گی۔ویسے میرا ذاتی خیال ہے مرد خود سے منسلک عورت کو اتنا ہی خود کو جاننے دیتا ہے جتنا وہ خود چاہتا ہے۔نہ اس سے تھوڑا کم نہ تھوڑا زیادہ۔اس معاملے میں بڑا شاطر ہوتا ہے۔عورت بس اس زعم میں ماری جاتی ہے وہ اسے جانتی ہے جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔اس لئے خود کو اس سب میں مت الجھاؤ۔اپنے رشتے کو مضبوط کرو اس پر محنت کرو باقی انشاءاللہ اللہ پاک سب بہتر کرے گا۔"

وہ بڑے تحمل سے اسے سمجھا رہی تھی۔اور مقدس حیرانگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔وہ اتنی سمجھ دار کب سے ہو گئی تھی۔مگر جو بھی تھا وہ اسکی بات سے متفق ہوئی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔مجھے اس سب میں نہیں الجھنا چاہیے۔خیر تم بتاؤ تمہیں میری یاد کیسے آ گئی آج۔"ہلکے پھلکے انداز میں اس نے موضوع بدل دیا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"یہ بھی خوب کہی تم نے۔پیا کو تم یوں پیاری ہوئی ہو کہ باقی سب کو سرے سے بھول بیٹھی ہو اور گلے بھی ہم سے ہو رہے ہیں۔یاد کرو مقدس ضیاوہ میں ہوں جو تمہیں ہر دوسرے تیسرے دن کال کرتی ہوں ورنہ ان دو ماہ میں ہی تم مجھے بھول بھال چکی ہوتی۔"اب وہ اسے کھری کھری سنا رہی تھی۔اور وہ ہنس کر خندہ پیشانی سے سب سن رہی تھی۔

"تم مجھے باتیں سنانے آئی ہو؟"اسکی کمپنی سے محظوظ ہوتی وہ اسے چھیڑ رہی تھی۔

"نہیں سنانے تو میں تمہیں ایک دھماکے دار نیوز آئی ہوں مگر تم ہی نے مجھے فضول کی اپنی سوچوں میں الجھا کر رکھ دیا تھا۔"اسے بھی جیسے یاد آئی تھی۔

"مابدولت کی اگلے اتوار منگنی ہو رہی ہے۔ٹائم ملا تو آ جانا۔ویسے بھی آپ اب بڑے گھر کی بہو ہو گئی ہیں وقت کم ملتا ہو گا آپ کو۔"اتنی اہم خبر سناتے ہوئے بھی وہ طنز کرنا بالکل نہیں بھولی تھی۔اور مقدس اسکے انکشاف پر منہ کھولے اسے حیرت زدہ سی دیکھ رہی تھی جو اسکی حالت سے حظ اٹھاتے مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"بدتمیز۔مجھے کانوں کان خبر تک نہ ہونے دی تم نے۔اب یوں میرے سامنے بیٹھ کر بتا رہی ہو وہ بھی منگنی کا۔"وہ حیرت کے سمندر سے نکل کر اسکے کندھے پر تھپ رسید کرتی اسے لتاڑ رہی تھی۔

"منگنی کا ہی بتا رہی ہوں۔کم از کم تمہاری طرح نکاح کا تو نہیں بتا رہی۔"وہ اسے گھور کر دوبدو بولی تو کچھ دیر دونوں ایک دوسرے کو دیکھتی کھلکھلا کر ہنسی تھیں۔

"اچھا کہاں ہو رہی ہے یہ تو بتا دو؟"

Copyright by New Era Magazine

"میری پھپھو نے اپنے چشم و چراغ کے لئے میرا ہاتھ مانگا ہے۔ابو نے مجھ سے پوچھا اور میں ٹھہری مشرقی لڑکی۔ابا کے فیصلے پر فوری سر جھکا دیا۔" وہ بہت مزے سے بتا رہی تھی۔عبداللہ اور وہ ایک عرصے سے ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔مقدس نے سر ہلایا۔

"بالکل بیٹا اتنی ہی تم مشرقی۔لیکن میں بہت خوش ہوں تمہارے لئے۔اللہ پاک تمہیں ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔" اسکو گلے لگاتے اس نے صدق دل سے دعا دی تھی۔

"آمین۔اب برائے مہربانی آجانا۔ورنہ میں نے انگوٹھی پہننے سے انکار کر دینا ہے۔" وہ ہنس کر شرارت سے کہہ رہی تھی۔

"یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے میں انشاءاللہ ضرور آؤں گی۔" اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ یقین دہانی کروا رہی تھی۔

وہ بہت خوبصورت وقت گزار کر شام کو واپس گئی تھی۔بی بی جان اس کے جانے کے بعد بھی مقدس سے اس کی تعریفیں کرتی رہی تھیں۔

. . . .

رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب وہ ہڑبڑا کر اٹھا تھا۔اتنی اچانک پڑی افتاد پر مقدس کی آنکھ بھی کھل گئی تھی۔سائیڈ لیمپ جلا کر وہ بھی اٹھ بیٹھی تھی۔ملگجے سے اندھیرے میں وہ پسینہ پسینہ ہوا لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔زرد روشنی میں اسکی رنگت بھی زردی مائل معلوم ہوتی تھی۔وہ زیر لب کچھ بڑبڑا رہا تھا۔مقدس نے اسکے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"طلال کیا ہوا؟" کندھے سے ڈھلک کر آگے آتے بالوں کو ایک ہاتھ سے سنبھالتی وہ اسکی طرف ذرا ابھر جھکی مگر وہ اسکی بات سن ہی کب رہا تھا۔ وہ اب بھی آہستہ آواز میں کچھ بول رہا تھا مقدس نے چپ سادھے اسکے الفاظ سننے کی کوشش کی تھی۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ- وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۔

وہ سرگوشی نما آواز میں بار بار یہی دوہرا رہا تھا۔ مقدس نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"طلال؟" ایک بار پھر پکارا گیا تھا۔ مگر وہ کسی خوف کی کیفیت کے زیر اثر کچھ بھی سننے سے قاصر تھا۔ بلا آخر اسے اسکا کندھا جھنجھوڑنا پڑا تھا۔ وہ کسی خواب کی کیفیت سے بیدار ہوا تھا ۔ ہولے ہولے ہلتے ہونٹوں کی جنبش تھم سی گئی تھی۔ وہ تحت الشعور سے شعور کی سرحد میں داخل ہوا تھا۔ ایک گہری سانس خارج کرتے اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

"کوئی خواب دیکھا ہے؟"

"ہوں۔۔۔۔ہاں خواب ہی تھا۔" وہ چونک کر سنبھلا۔

"برا خواب تھا کیا؟" اسکا شانہ نرمی سے سہلاتے وہ پوچھ رہی تھی۔

"پتہ نہیں۔ مگر وہ خوفزدہ کر دینے والا تھا۔ وہ ایک بہت بڑا پہاڑ تھا جو ایک ذرا سی آواز پر ریزہ ریزہ ہو گیا۔"

Copyright by New Era Magazine

کھوئی ہوئی سی حالت میں وہ بول رہا تھا۔جاگتی آنکھوں کے سامنے وہی منظر آن ٹھہرا تھا۔سبزہ زار سے گرااور آسمان کی بلندیوں کو چھوتا پہاڑ تھا۔پس منظر میں ایک آواز تھی اور وہ آواز وہ پہچانتا تھا کیوں کہ وہ اسکی اپنی آواز تھی اور وہ کیا پڑھ رہا تھا اس سے وہ جان بوجھ کر آنکھیں چرا رہا تھا۔مقدس نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا تھا جیسے یقین کرنا محال ہو۔

"آپ ابھی کیا پڑھ رہے تھے؟"اس سوال پر خشک ہوتے گلے کے ساتھ وہ اسکی طرف مڑا۔

"پتہ نہیں۔" نظریں چرا کر وہ اپنی سائیڈ ٹیبل پر دھرے پانی کے گلاس کو اٹھا رہا تھا۔

"لیکن ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟"وہ بے یقین تھی۔

"کیا؟"پانی پی کر گلاس سائیڈ پر رکھتے وہ اسکی طرف دیکھنے سے گریز برت رہا تھا۔

"آپ ابھی سورت الحشر کی آیت پڑھ رہے تھے اور آپ کہہ رہے ہیں آپ کو نہیں پتہ۔"وہ الجھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں نیند میں تھا اور وہ ایک خواب تھا۔"اپنی بات پر زور دیتے وہ واپس دراز ہو چکا تھا۔

"کیا وہ صرف ایک خواب تھا؟" گردن موڑ کر اسے دیکھتی وہ ابھی بھی بیٹھی ہوئی تھی۔

"مجھے نیند آ رہی ہے مقدس۔ایک بار ٹائم نکل گیا تو ساری رات نیند نہیں آئے گی۔"اس وقت کی بحث نے اسے بدمزہ کیا تھا۔

آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر گویا اس نے اعلان کیا تھا وہ مزید بات نہیں کرنا چاہتا۔

"آپ قرآن پڑھتے ہیں؟"بنا کوئی اثر لئے وہ دوبارہ گویا ہوئی تھی۔

"نہیں۔"یک لفظی جواب فوری آیا تھا۔مقدس مسکرا دی۔

Copyright by New Era Magazine

"میں نہیں مانتی۔"

"مت مانو۔ مجھے فرق نہیں پڑتا۔" اسکا لہجہ کھدرا ہوتا چلا گیا تھا۔

بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اپنا موبائل اٹھایا۔ قرآن ایپ کھولی۔ سرہانے کے پاس دھرا اپنا دوپٹہ اٹھا کر سر پر لیا۔ اگلے ہی لمحے وہ بول رہی تھی۔

سورت الحشر کی آیت نمبر 21۔

لَوۡ اَنۡزَلۡنَا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيۡتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ‌ؕ ۔ وَتِلۡكَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ۔

"اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تم اسے جھکا ہوا، اللہ کے خوف سے پاش پاش دیکھتے اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔"

مبارک ہو طلال حسان اللہ تعالیٰ آپ کو خود غور و فکر کی دعوت دے رہے ہیں۔

اس نے پیچھے مڑ کر ایک نظر اسے دیکھا تھا۔ وہ بظاہر اسکی طرف متوجہ نہیں تھا مگر سن رہا تھا اتنا وہ جانتی تھی۔

میں جب بھی یہ آیت پڑھتی تھی تو سوچتی تھی اللہ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟ پہاڑ پر نازل ہوتیں آیات تو وہ ریزہ ریزہ کیوں ہو جاتا۔ مجھے اس آیت کی صحیح سمجھ تب آئی تھی جب میں نے موسیٰ کو اللہ سے کلام کرتے جانا۔ قرآن کی ایک خوب صورتی یہ بھی کہ یہ مختلف اوقات میں بیان ہوئی آیات کا آپس میں کنکشن بہت پیارے انداز میں قائم کرتا ہے۔ موسیٰ کا ذکر اللہ

Copyright by New Era Magazine

نے قرآن میں سب سے زیادہ بار کیا۔میں بتا نہیں سکتی آپ کو طلال۔مجھے کتنا اچھا لگتا ہے جب جب اللہ قرآن میں موسیٰ کو "اے موسیٰ" کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔مجھے ان الفاظ میں ایک عجیب سی محبت محسوس ہوتی ہے۔خیر تو میں کیا کہہ رہی تھی۔ہاں سورت اعراف میں اللہ کہتے ہیں موسیٰ جب اللہ سے ہم کلام ہونے گئے تو اللہ کی آواز سن کر ان کے دل میں خیال آیا جو آواز اتنی خوب صورت ہے وہ ذات خود کیا جمال رکھتی ہوگی۔اور انہوں نے اللہ کے دیدار کی خواہش کا اظہار کر دیا۔اب اللہ موسیٰ کی بات رد نہیں کرنا چاہ رہے ہوں گے۔مگر وہ وہ بھی جانتے تھے جو موسیٰ نہیں جانتے تھے۔تو اللہ نے کیا کیا؟۔اللہ نے موسیٰ سے کہا موسیٰ میں اپنی تجلی اس پہاڑ پر ڈالتا ہوں اگر میرے نور کی تاب یہ لا سکا تو تم بھی مجھے دیکھ لینا۔یعنی اللہ نے اپنی تجلی ڈائریکٹ موسیٰ کو نہیں دکھائی۔درمیان میں پہاڑ تھا۔موسیٰ نے پہاڑ کو دیکھنا تھا۔اور اس پہاڑ نے اللہ کے نور کا بار اٹھانا تھا۔تو کیا ہوا تھا۔۔۔۔۔۔

وہ پہاڑ خشیعت الٰہی سے پاش پاش ہو گیا اور موسیٰ اس پہاڑ کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تھے۔

اب ان دونوں آیات کو آپس میں جوڑو تو اس آیت کا مفہوم زیادہ واضح طور پر پتہ چلتا ہے۔

اللہ کے نور کا بار پہاڑ نہیں اٹھا سکتے تھے۔کیوں کہ پہاڑ تو اللہ کی ایک ذرا سی تجلی دیکھ کر ہی پارہ پارہ ہو گیا تھا۔وہ پہاڑ جو بظاہر کتنے مضبوط اور طاقت ور لگتے ہیں۔زمین پر اپنے پورے قد سے جمے ہوئے مگر وہ اللہ کا نور اپنے اندر نہیں سما سکتے تھے۔اور قرآن تو اللہ کا نور ہے۔قرآن میں تو اللہ تعالیٰ بول رہے ہیں۔اپنا آپ ظاہر کر رہے ہیں۔اس قرآن کا بوجھ پہاڑ نہیں اٹھا سکتے تھے۔اس کی ذمہ داری اللہ نے انسانوں اور جنوں کو دی ہے۔اللہ نے انکے دل مضبوط کر دیے ہیں

Copyright by New Era Magazine

تا کہ وہ اس کلام الٰہی کا بار اٹھا سکیں۔اور جن دلوں میں نور قرآن سما جاتا ہے وہ اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہی تو ہو جایا کرتے ہیں۔وہ خوفزدہ رہتے ہیں برائی کے پاس بھٹکنے سے۔وہ ڈرتے ہیں اللہ کی پکڑ اور اسکی نافرمانی سے۔اور وہ لرز اٹھتے ہیں اسکی ہیبت و جلال سے۔"

اپنی بات مکمل کرتے اس نے جھر جھری سی لی تھی۔ گردن موڑ کر ایک بار پھر اسے دیکھا تھا جس نے اپنے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ رکھا تھا۔موبائل سائیڈ پر رکھتے وہ اپنی طرف کا لیمپ آف کرتے خود بھی سونے کے لئے لیٹ گئی تھی۔دوسری طرف کروٹ بدل کر طلال نے نیم اندھیرے میں اپنی آنکھیں کھولی تھیں ایک بات تو طے تھی نیند اب اسکی آنکھوں سے دور رہنے والی تھی۔مقدس کے الفاظ اور اپنے خواب نے اسے عجیب طرح سے اپنے حصار میں لیا تھا۔وہ اکثر ایسے خواب دیکھا کرتا تھا۔وقتی طور پر اسکی کیفیت بدلتی تھی اور پھر وہ جان بوجھ کر اس کی طرف سے اپنا دھیان ہٹا لیا کرتا تھا۔

....

ثنا کی انگیجمنٹ قریب تھی۔وہ طلال کے ساتھ اسکا گفٹ لینے آئی تھی۔وہ اسے جیولری شاپ پر لایا تھا۔بظاہر وہ ثنا کا گفٹ لینے آئے تھے مگر یہاں آکر وہ اپنی حسرتیں پوری کر رہا تھا۔مقدس کو ایک رنگ کے ساتھ ساتھ وہ بریسلٹ بھی دلا چکا تھا۔البتہ ثنا کے لئے گفٹ چوز کرنے کی ذمہ داری اسے دی گئی تھی۔مقدس کچھ تذبذب کا شکار تھی۔جسے طلال نے بھانپ بھی لیا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"کیا ہوا کچھ پسند نہیں آرہا کیا؟" موبائل سے نظریں ہٹا کر اس نے اسکی طرف دیکھا تھا۔

"نہیں وہ بات نہیں ہے۔ دراصل۔۔۔۔۔ یہ سب کافی ایکسپنسیو ہے۔" اسکی آواز سرگوشی نما تھی۔

"تو؟" ابرو اچکائے وہ نا سمجھی سے بولا۔

"پتہ ہے طلال ہم مڈل کلاس لوگ جو ہوتے ہیں ناں ان معاملات میں بڑے حساس ہوتے ہیں۔ اپنی حیثیت کے مطابق ہی تحفہ لینا اور دینا پسند کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی ہماری حیثیت سے بڑھ کر کچھ دے بھی دے تو دل میں شرمندگی کا احساس بڑھنے لگتا ہے۔" وہ نپے تلے انداز میں اسے سمجھانا چاہ رہی تھی کہیں وہ برا نہ مان جائے۔ طلال نے سر کو ذرا سا خم دیا۔

"تمہاری بات اپنی جگہ صحیح ہے۔ لیکن میرا ماننا ہے تحفہ خلوص دل سے دیا جاتا ہے۔ تجارت کی نیت سے نہیں کہ انسان اسکی قیمت و حیثیت کے تکلفات میں پڑ کر رہ جائے۔ تم چوز کرواگر کوئی اعتراض کیا ثنا نے تو میں ہینڈل کرلوں گا۔ ویسے بھی وہ میری بیوی کی اکلوتی دوست ہے تو اس لحاظ سے اسپیشل ہوئی۔ اور اسپیشل لوگوں کا گفٹ بھی اسپیشل ہونا چاہیے۔"

اسکے بشاشت سے کہنے پر اس نے بھی بحث نہیں کی تھی۔ بلا آخر اس نے ایک نفیس سے لاکٹ کا انتخاب کیا تھا۔

اس نے بل پیمنٹ کے لئے اپنا کریڈٹ کارڈ بڑھایا تھا جب پیچھے سے آواز آئی تھی۔

"میرا بل بھی یہی سے کلئیر کر لیجئے گا۔" طلال اپنی جگہ سن کھڑا رہا تھا البتہ مقدس نے گردن موڑ کر اسکی طرف دیکھا تھا وہ جو کوئی بھی تھی بلا کی خوب صورت تھی۔ شولڈر کٹ کر ل کیے

Copyright by New Era Magazine

گولڈن بالوں کے ساتھ اسکی دمکتی رنگت کو نو میک اپ لک نے چار چاند لگا دیے تھے۔فارمل سی جینز شرٹ میں ملبوس ہائی ہیلز کے ساتھ اسکی متناسب جسامت اور قد و قامت کچھ اور بھی نمایاں لگ رہی تھی۔کریڈٹ کارڈ ہاتھ میں پکڑے سیلزمین نے سوالیہ نظروں سے طلال کی جانب دیکھا تھا۔

"اسے کیا دیکھ رہے ہیں۔وی آر آ فیملی۔"مسکرا کر سیلزمین سے کہتے اسکے الفاظ بڑے جتانے والے تھے۔طلال نے سر کو اثبات میں جنبش دی تھی۔سیلزمین سامنے سے ہٹ گیا تھا۔مقدس نے نگاہیں پھیر کر طلال کے تنے ہوئے نقوش والے چہرے کو دیکھا تھا۔

شیزا اسکی حالت سے محظوظ ہوئی تھی۔

"تو یہ ہے تمہاری مسز؟۔بہت شوق تھا مجھے ملنے کا آج یہ شرف بھی حاصل ہو گیا۔"

سر تا پیر مقدس کو دیکھتی وہ بظاہر بہت خوش دلی سے کہہ رہی تھی مگر اسکے لب و لہجے میں کچھ ایسا تھا جس نے مقدس کو غیر آرام دہ کیا تھا۔اس نے طلال کی جانب دیکھا تھا جو جبڑے بھینچ کر پوری توجہ اس جانب کیے ہوئے تھا جہاں سے اسکا کریڈٹ کارڈ اسے واپس کیا جانا تھا۔

"ویسے اتنی کوئی خاص بھی نہیں ہے۔"اپنے بالوں کو نزاکت سے سلجھاتے ہوئے وہ سرسری سے انداز میں تبصرہ کر رہی تھی۔

مقدس کو عجیب لگا تھا۔طلال اب بھی خاموش کھڑا تھا جیسے اس نے کچھ سنا یا دیکھا ہی نہ ہو۔

"خیر تمہارا شوہر تو تعارف کروائے گا نہیں۔میں خود ہی کروا دیتی ہوں۔میں شیزا کمال ہوں۔طلال نے میرے بارے میں بتایا تو ہو گا؟"

Copyright by New Era Magazine

کیا ناز و ادا تھی۔ مقدس ٹھیک سے مسکرا بھی نہ سکی۔ایک تو وہ جو کوئی بھی تھی بڑی عجیب و غریب تھی۔اوپر سے طلال کا یہ بیگانہ سا انداز اسے محتاط کئے ہوئے تھا۔ سیلز مین اسکا کریڈٹ کارڈ واپس لا چکا تھا جسے لیتے ہی اس نے مقدس کا ہاتھ پکڑ کر باہر کی راہ لی تھی۔اس پورے عرصے میں اس نے ایک بار بھی شیزا کی جانب دیکھا تک نہ تھا۔اسکا کام بھی ہو چکا تھا۔انکے آنے سے پہلے وہ وہاں موجود تھی مگر طلال مقدس میں ہی اتنا مگن تھا کہ اس نے ادھر ادھر دھیان ہی نہیں دیا تھا۔موقع اچھا تھا اتنے لوگوں میں وہ کچھ کہنے کے قابل بھی نہیں تھا وہ بھی تب جب اسکی بیوی بھی ہمراہ تھی۔شیزا نے بھی اپنے ارمان پورے کیے تھے جس کا بھگتان اٹھارہ لاکھ کی صورت میں طلال نے بھرا تھا۔انکے جانے کے بعد وہ مسرور سی باہر نکلی تھی ۔اب اسے اگلا ہدف سیٹ کرنا تھا۔ایک آخری داؤ۔جانتی تھی طلال حسان روز روز اسکے داؤ میں آنے والا نہیں تھا۔اس لئے اسے ایک ہی بار اس سے ایک بڑی رقم نکلوا کر یہاں سے نکل جانا چاہیے۔

گاڑی میں بیٹھ کر بھی اسکی چپ نہیں ٹوٹی تھی۔وہ کچھ دیر انتظار کرتی رہی تھی شاید وہ کچھ کہے مگر اس نے تو ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالنے کی جیسے قسم کھا رکھی تھی۔

"طلال کون تھیں وہ؟"

Copyright by New Era Magazine

سرگوشی سے ذرا بلند آواز میں وہ پوچھ رہی تھی۔اسکے غضب ناک تیور اسے ایسا کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہے تھے مگر وہ اپنے خوف پر قابو پاتے استفار کر بیٹھی تھی۔غیر محسوس انداز میں گاڑی کی سپیڈ کچھ اور بڑھادی گئی تھی۔

"بتائیے نا کون۔۔۔"کچھ دیر بعد اس نے اسکی خاموشی پر دوبارہ پوچھا تھا مگر اسکے الفاظ طلال کی تیز چنگھاڑتی آواز کے نیچے دب گئی تھی۔

"کوئی بھی نہیں تھی۔"

"تو پھر انہوں نے کیوں کہا کہ آپ ایک فیملی ہیں۔اور اگر وہ کوئی نہیں تھیں تو انکے بلز آپ نے کیوں کلئیر کیے۔"وہ خود بھی اب اس سب سے تنگ آگئی تھی۔جواب میں وہ کچھ نہیں بولا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"آپ بتا کیوں نہیں دیتے؟"

"پاگل تھی وہ۔۔۔ذہنی مریضہ۔صرف خود سے محبت کرنے والی خبطی عورت۔وہ ان لوگوں میں سے تھی جن کی رسی اللّٰہ نے دراز چھوڑ رکھی ہے اور وہ پاگل کتوں کی طرح دوسرے انسانوں کو نوچتے پھرتے ہیں۔مگر اللّٰہ انکی رسی نہیں کھینچتا۔"بنا سامنے سے نظر ہٹائے وہ ضبط سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ درشتی سے کہہ رہا تھا۔مقدس کا دل ایک بار پوری شدت سے ڈوب کر ابھرا تھا۔

"آپ ہر بات کا الزام اللّٰہ کو کیوں دے دیتے ہیں؟"اسکے جلالی موڈ سے قطع نظر وہ خود کو روک نہیں پائی تھی۔آواز میں خفگی لئے وہ اصل موضوع سے ہٹ گئی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"کیوں کہ ایسا ہی ہے۔اب تم چپ کر کے بیٹھو۔مزید ایک لفظ نہیں سننا مجھے۔"ایک تنبیہی نگاہ اس پر ڈالتے وہ اسے وارن کر رہا تھا۔لب بھینچ کر واپس سامنے نظریں مرکوز کرتے وہ گاڑی کی سپیڈ کچھ اور بڑھا گیا تھا۔تھوگ نگل کر گلے کو تر کرتے اس نے نظریں اس پر سے ہٹا کر کھڑکی سے باہر دوڑتے مناظر پر جمادی تھیں۔ایک بار پہلے بھی ایسے ہی غصے کے عالم میں وہ اسے کمرے سے نکال چکا تھا۔اب اگر رات کے اس پہر گاڑی سے نکال دیتا تو؟ یہ سوچ کر ہی اس نے بے اختیار جھر جھری سی لی تھی۔اس کے بعد گھر آکر بھی اس نے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

مگر اگلی صبح بی بی جان سے استفار کرنے سے وہ خود کو روک نہیں پائی تھی۔

"بی بی جان شیز اکمال کون ہیں؟"ناشتے کی ٹیبل پر چائے پیتے اس نے اچانک سے پوچھا تھا جس پر بی بی جان ہق دق سی اسکا ہاتھ روک کر اسکا چہرہ دیکھنے لگی تھیں۔انکے گم صم انداز پر اس نے اپنا سوال دوبارہ دوہرایا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتیں طلال کی آواز نے اسکے اوسان خطا کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

"مقدس میرے آفس کے لئے ڈریس نکال دو پلیز۔"ڈائننگ ہال کے دروازے میں کھڑا وہ سرسری سے انداز میں کہہ رہا تھا۔اس نے تیزی سے گردن گھما کر اسے دیکھا جس کے چہرے کے تاثرات بالکل نارمل تھے۔سکھ کا سانس لیتے وہ سرعت سے سر ہلاتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی ۔اس کے پاس سے گزرتے طلال نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔تو اسکی جان میں بھی جان آئی

Copyright by New Era Magazine

تھی۔ صد شکر اس نے کچھ نہیں سنا تھا ورنہ کس قدر بگڑتا ابھی رات کو تو وہ سختی سے اسے اس ٹاپک پر بات کرنے سے منع کر چکا تھا۔ اور صبح صبح وہ وہی قصہ لئے بیٹھی تھی۔ اپنی خوشی میں وہ سیڑھیوں تک آئی تھی مگر پھر اسے یاد آیا تھا۔ اس نے تو اس سے پوچھا ہی نہیں تھا کون سا سوٹ نکالنا ہے۔ واپس پلٹتے ہوئے دروازے کی اوٹ میں اندر سے آتی طلال کی دھیمی آواز نے اسکے قدم روک لئے تھے۔

"آپ اسے اس بارے میں کچھ مت بتائیے گا۔ میں خود ہینڈل کر لوں گا۔"

"میرے خیال میں تمہیں اب اسے سب بتا دینا چاہیے طلال۔ میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی اسے سب سچ سچ بتا دو۔ میاں بیوی کے رشتے میں ایسی پردہ داریاں شک و شبہات کو جنم دیتی ہیں بیٹا۔" بی بی جان اپنے مخصوص دھیمے انداز میں اسے سمجھا رہی تھیں۔

"بتا دوں گا۔ بس مجھے کچھ وقت چاہیے۔ یہ سب اتنا آسان نہیں ہے میرے لئے۔" اسکی آواز میں محسوس کی جانے والی بے بسی تھی۔ اندر جانے کے بجائے وہ وہیں سے پلٹ آئی تھی۔ الجھن سلجھنے کے بجائے مزید بڑھ سی گئی تھی۔ اسے لگ رہا تھا وہ کسی جگسا پزل میں بری طرح پھنس گئی ہے اور جسے حل کرتے کرتے وہ خود پاگل ہونے کو تھی۔

. . . .

Copyright by New Era Magazine

نومبر کے اوائل کے دن تھے۔ سردی کا احساس بڑھ گیا تھا۔ پچھلے دو دن سے بارش ہو رہی تھی ۔اور بارش اسے شاید پسند نہیں تھی۔ وہ عجیب چڑچڑا سا ہو رہا تھا۔ مقدس نے بھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ اسے اسکا سوال کرنا پسند نہیں تھا اس نے سوال کرنا بند کر دیا تھا۔

اس رات ساڑھے دس بج جانے کے باوجود وہ کمرے میں نہیں آیا تھا۔ اسے حیرت ہوئی تھی ۔نیچے بی بی جان کے کمرے کا دروازہ بند تھا وہ اتنی دیر تک سو جایا کرتی تھیں۔ ٹی وی لاؤنج بھی خالی تھا۔ باہر تیز بارش ہو رہی تھی۔ وہ کہیں گیا ہوا تو نہیں تھا ورنہ بتا کر جاتا۔ تو پھر وہ تھا کہاں ۔واپس آکر اس نے اسٹڈی روم میں جھانکا وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔ اپنے کمرے میں واپس آکر اس نے سوچا وہ اسے کال کر لے مگر بیڈ سائیڈ ٹیبل پر اپنے موبائل کے ساتھ دھرے اسکے موبائل کو دیکھ کر اس نے ایک گہری سانس خارج کی تھی۔ کچھ دیر وہ یوں ہی بے مقصد بیٹھی رہی تھی۔ جی چاہا تھا چپ کر کے سو جائے۔ وہ کون سا اسے بتا کر لاپتہ ہوا تھا۔ مگر پھر ضمیر نے یہ بھی گوارا نہیں کیا تھا۔ کمرے میں گرماہٹ کا احساس ہونے کے باعث سردی نہیں لگ رہی تھی۔ اس نے اٹھ کر گلاس ونڈو کے سامنے سے ذرا برابر پردہ ہٹا کر باہر برستی بارش کا اندازہ لگانا چاہا تھا۔ بارش تیز برس رہی تھی۔ وہ مڑنے لگی تھی جب وہ ٹھٹک کر رکی۔ آنکھیں چھوٹی کر کے نیم اندھیرے میں اس نے غور سے دیکھا تھا اسکی ریڑھ کی ہڈی میں اک سرد لہر ڈور کر رہ گئی تھی۔ تاسف سے سر ہلاتے اس نے پردہ چھوڑا تھا۔ چھتری کی تلاش بے معنی تھی۔ اسکا رخ ٹیرس کی جانب کھلتے دروازے کی جانب تھا۔ جسے دھکیلتے ہی سردی کا شدید احساس اسے اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

تیزی سے آگے بڑھتے وہ اس تک گئی تھی۔ جو اس تیز بارش میں نجانے کب سے کھڑا بھیگ رہا تھا۔ کسی بت کی مانند۔ ساکت و جامد۔ موسموں کے اثر سے لاتعلق بنا۔ اسے اپنے سامنے دیکھ کر اسکی سرخ گوشوں والی خالی آنکھوں میں ناپسندیدگی کا تاثر جاگا تھا۔

"یہاں کیوں کھڑے ہیں آپ اتنی تیز بارش میں؟" تیز برستی بارش کے ساتھ سرد ہواؤں کے تھپیڑے چند سیکنڈز میں ہی اس کے چودہ طبق روشن کر گئے تھے۔ سردی کے احساس سے دانتوں پر دانت جمائے وہ خفا سی اونچی آواز میں بول رہی تھی۔ اتنی سی دیر میں ہی وہ پوری طرح بھیگ گئی تھی۔

"تم کیوں باہر آئی ہو؟" اسکے سوال سے قطع نظر وہ بھاری آواز اور سخت لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"آپ کیوں باہر ہیں۔ یہ گرمیوں کی بارش ہے کیا جس سے لطف اندوز ہو رہے ہیں؟" اپنے سینے کے گرد دونوں بازو باندھتی وہ اسے لتاڑ رہی تھی جو بڑے آرام سے ایک ٹی شرٹ ٹراوزرز میں وہاں کھڑا تھا۔

"تم اندر جاؤ۔" رخ موڑ کر کھڑا ہوتا وہ اسے اندر جانے کا حکم صادر کر رہا تھا۔ یہ رات تو ویسے بھی بھاری ہوتی تھی مگر اس بار برستی بارش اسے اور بوجھل بنا گئی تھی۔ کیا کچھ یاد نہیں آیا تھا ۔ شیز اکمال کی گھٹیا حرکت، اپنی غصے بھری بے بسی، اور سب سے بڑھ کر اپنے باپ کی آنکھوں کی نمی۔

"میں آپ کے ساتھ جاؤں گی۔" وہ بھی ٹھن گئی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews
Copyright by New Era Magazine

"ٹھیک ہے پھر کھڑی رہو۔" وہ بھی بے حس بن گیا تھا۔ مقدس نے آنکھوں میں تاسف لئے اسے دیکھا تھا اور اگلے لمحے وہ رخ موڑ کر دوسری جانب کرتے اس سے لاتعلق بنی کھڑی ہو گئی تھی۔ سرد ہواؤں کے تیز جھونکے اسکی شال کو اپنے ساتھ لہرا رہے تھے۔ بارش کے باعث چہرے پر چپکے بالوں کو پیچھے کرتے اس نے خود کو مضبوط ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔ جب کہ حقیقت یہ تھی کہ اب اسکے سینے سے سانس بھی گھٹ گھٹ کر باہر نکل رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں وہ کانپ رہی تھی۔ دوسری طرح وہ اب بھی اسی طرح کھڑا تھا۔ خود سے بے نیاز مگر اس سے بے نیازی نہیں برت پایا۔ اسکی پشت کو غصے بھری نظروں سے گھورتا وہ آگے بڑھا تھا جو اب باقاعدہ لرز رہی تھی۔ اسکی کلائی پر گرفت مضبوط کرتے بنا اسے مخاطب کیے اسے کھینچتا وہ اندر کی جانب بڑھا۔ نیلے پڑتے ہونٹوں کے ساتھ وہ مسکرا دی تھی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے اسکی کلائی چھوڑ دی تھی۔ جامنی پڑے ہونٹ اور سپید رنگت لئے سپاٹ چہرے کے ساتھ وہ کس قدر بے رحم لگتا تھا خود اذیتی کا شکار۔

"جاؤ۔۔۔۔جا کر چینج کر لو۔" سپاٹ سی آواز میں حکم جاری ہوا تھا۔ اس بار وہ چپ چاپ مان گئی تھی۔ سردی سے حال برا ہو رہا تھا۔ کپڑے بدل کر وہ باہر آئی تو وہ اسی جگہ کھڑا تھا۔ اس کے نیلے پڑتے ہونٹ دیکھ کر اسے پھر سے تاؤ آیا تھا۔

"کہا بھی تھا اندر چلی جاؤ۔ مگر نہ۔۔۔۔اپنی ضد پوری کرنی ہوتی ہے۔ پتہ نہیں اتنی ڈھیٹ کیوں ہو تم۔" ڈریسنگ روم سے ٹاول لا کر اسکی طرف اچھالا تھا۔ ساتھ ساتھ اسکے فرمودات

Copyright by New Era Magazine

بھی جاری تھے۔مقدس کے متغیر رنگ والے چہرے پر اک میٹھی سی مسکان اب بھی موجود تھی۔

"کیوں کہ آپ ڈھیٹ ہیں۔اور آپ کے ساتھ سروائیو کرنے کے لئے مجھے بھی ڈھیٹ بنناپڑا ۔ورنہ تاریخ گواہ ہے میں بہت فرمانبردار ثابت ہوئی ہوں۔جس بات سے منع کر دیا جائے اس سے پیچھے ہٹ جاتی ہوں۔"اس پر چوٹ کرتے اپنے بالوں کو ٹاول سے رگڑ کر خشک کرتی وہ صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔کمرے میں ہیٹنگ سسٹم کے باعث سردی کا احساس نہ ہونے کے برابر تھا۔اسکے وجود پر طاری کپکپی ختم ہوئی تھی۔اعصاب بحال ہونے لگے تھے تو زبان بھی چلنے لگی تھی۔

"میں یہی ہوں بعد میں گھورنے کا شغف پورا کر لیجئے گا۔فلحال کپڑے چینج کر لیں۔پتہ نہیں دماغ کو کون سی گرمی چڑھی ہوئی ہے جو جسم بھی سردی کا اثر قبول نہیں کر رہا۔"اسے خود کو گھورتے دیکھ کر وہ سر جھٹک کر طنزیہ کہہ رہی تھی۔

بنا کوئی جواب دیے وہ ڈریسنگ روم میں گم ہو چکا تھا۔کچھ دیر بعد جب وہ باہر آیا تب تک وہ بالوں کو خشک کر چکی تھی جن میں اب ہلکی ہلکی نمی باقی رہی تھی۔

"کافی بنالاؤ؟"خیر سگالی کے جزبے کے تحت آفر کی گئی تھی۔

"نہیں تم سو جاؤ۔"ایک نظر اسے دیکھ کر سنجیدگی سے کہتا وہ موبائل چیک کر رہا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"میں سو جاؤں تا کہ آپ ایک دفعہ پھر بارش بارش کھیلنے ٹیرس پر پہنچ جائیں۔" وہ تنک کر بولی تھی۔ بدلے میں طلال کی نظروں نے اسے گڑبڑانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اسکی جتاتی نظروں نے اسے نگاہیں چرانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"اب نہیں جاؤں گا۔" اسکی بات پر اس نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"طلال کوئی مسئلہ ہے؟۔ آپ مجھ سے شئیر کر سکتے ہیں۔" نرم آواز میں کوئی التجا سی تھی۔ وہ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا اور اسے برا لگ رہا تھا۔ اسکے پتھریلے چہرے پر نرمی کا ہلکا سا تاثر ابھرا تھا ۔ چھوٹے چھوٹے قدم لیتا وہ اس کے پہلو میں آ کر بیٹھا تھا۔

"مجھ پر کتنا یقین ہے تمہیں؟" اسکی طرف گردن موڑے وہ سراپا سوال تھا۔ سوال غیر متوقع تھا۔ وہ سمجھ نہیں پائی اسے کیا جواب دینا چاہیے۔

"بولو۔ کل کو کوئی بھی آ کر کہے طلال حسان ایسا ہے مثال کے طور پر کوئی آ کر کہہ دے میں نے کسی کا قتل کر دیا ہے، کسی کے ساتھ کوئی بہت بڑا فراڈ کر دیا ہے یا۔۔۔۔" ٹھہر ٹھہر کر کہتے وہ اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات بھی بغور دیکھ رہا تھا۔

"یا پھر کوئی یہ کہہ دے میں ایک ریپسٹ ہوں تو کیا کرو گی تم؟ یقین کر لو گی؟۔" اسکی آنکھوں کی پتلیاں یک لخت پھیلتی چلی گئی تھیں۔ خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھتے اس نے اندازہ کرنا چاہا کہیں وہ مذاق تو نہیں کر رہا مگر وہ مکمل طور پر سنجیدہ لگتا تھا۔

"آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟" اس نے مسکرانا چاہا تھا مگر وہ ٹھیک سے مسکرا تک نہ سکی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"بس ایسے ہی ایک جنرل بات پوچھ رہا ہوں۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"اتنی خوفناک باتیں کیوں پوچھ رہے ہیں؟" مقدس نے اک جھرجھری سی لی تھی۔اک تلخ سی مسکان اس کے ہونٹوں کے کناروں کو چھو کر معدوم ہوئی تھی۔

"تم نے جواب نہیں دیا۔ خیر مجھے کوئی گلہ نہیں ہے۔تم میری زندگی میں صرف چند ماہ پہلے داخل ہوئی ہو۔میں تمہارے لئے بالکل انجان تھا۔تم مجھ سے محبت بھی نہیں کرتی۔اور اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔اتنی جلدی محبت کرنا مشکل کام ہے۔تو یقین کرنا مشکل ترین۔کچھ وقت لگے گا تمہیں مجھ پر یقین قائم کرنے میں۔تب تک میں تمہیں اپنے مسائل سے دور رکھوں گا۔جس دن مجھے لگا مقدس تمہیں میری کہی باتوں پر،میری ذات پر تمہارا بھروسہ قائم ہو گیا ہے۔میں وعدہ کرتا ہوں میں خود تمہیں سب بتاؤں گا۔مگر تب تک پلیز تم مجھے پریشان مت کرو۔میرے لئے پہلے ہی سب مشکل ہے اسے اور مشکل مت بناؤ۔" اسکے ہاتھ کی انگلیوں میں اپنا ہاتھ پھنسائے وہ اسکے ناخنوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

وہ خاموش رہی تھی۔اسکے سوالوں نے اسے الجھایا تھا۔اس وقت وہ خود نہیں جانتی تھی وہ اس پر کس حد تک یقین کرتی ہے؟ یہ وہ سوال تھا جس کے جواب میں بھی ایک بڑا سا سوالیہ نشان تھا۔

"بی بی جان کو مت بتانا اس بارے میں۔وہ مجھ پر خفا ہوں گی۔" وہ بارش میں بھیگنے کی بابت کہہ رہا تھا۔

"تو آپ ایسا کام ہی کیوں کرتے ہیں جس سے وہ خفا ہوں۔" بے اختیار اس کے منہ سے نکلا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"میں خفا کرنے والے کام نہیں کرتا۔بس وہ مجھ سے پیار بہت کرتی ہیں اس لئے فکر بھی زیادہ کرتی ہیں۔"وہ ہنوز سنجیدہ تھا۔بی بی جان کاذکر کرتے بھی وہ مسکرایا نہیں تھا۔

"فکر تو میں بھی کرتی ہوں۔"بنا سوچے سمجھے وہ بول گئی تھی۔

"لیکن تم پیار تو نہیں کرتی نا۔"وہ الفاظ پکڑ رہا تھا۔مقدس نے سٹپٹا کر اس کے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ نکالا تھا۔

"میں کافی بنالاتی ہوں۔اچھا لگے گا آپ کو۔"شانوں پر دوپٹہ برابر کرتے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔اس بار اس نے منع نہیں کیا تھا۔

اگلے کہیں دن وہ کھوئی سی کیفیت کا شکار رہا تھا۔پھر ایک دن بی بی جان نے بتایا تھا آج اسکے پاپا کی برسی ہے۔اور اس نے یہی سمجھا تھا وہ ان سے اٹیچ زیادہ ہوگا اسی لئے اتنے دنوں سے اسکا رویہ ایسا ہو رہا تھا۔

. . . .

وہ اپنے کمرے میں تھی جب راضیہ نے اسے کسی کی آمد کی اطلاع دی تھی۔بی بی جان دن کے وقت تھوڑی دیر آرام کیا کرتی تھیں۔ تبھی راضیہ نے اسے کہا تھا۔وہ اس کے ساتھ ہی نیچے چلی آئی تھی۔ڈرائنگ روم میں قدم رکھتے وہ چہرے پر غیر شناسائی کے رنگ لئے ہوئے تھی۔پچاس سے اوپر کی عمر کی وہ سمارٹ سی خاتون تھیں۔اس عمر میں بھی بلا کی جاذب نظر

Copyright by New Era Magazine

دکھائی دیتی تھیں یقیناً جوانی میں بے پناہ حسن کی مالک رہی ہوں گی۔وہ جو کوئی بھی تھیں اس کے لئے قطعی انجان تھیں۔

"اسلام علیکم۔" سلام کرتی وہ آگے بڑھی تھی جس پر وہ جو سامنے صوفے پر متذبذب سی بیٹھی ہوئی تھیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"وعلیکم سلام۔" ان کے لئے بھی وہ اتنی ہی انجان تھی۔

"آپ کھڑی کیوں ہو گئی ہیں بیٹھئے پلیز۔"

مسکرا کر کہتی وہ بھی انکے بیٹھتے ساتھ ہی دوسرے صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

"مجھے فاطمہ بی بی سے ملنا تھا کہاں ہیں وہ؟" اس کے بیٹھتے ہی انھوں نے سوال کیا تھا۔

"وہ اس وقت تھوڑی دیر کے لئے آرام کرتی ہیں۔میں بتاتی ہوں انھیں جا کر آپ کی آمد کا۔آ جاتی ہیں وہ بس تھوڑی دیر تک۔" شائستگی سے جواب دیتے وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی تھی۔وہ اب بغور اسکا جائزہ لے رہی تھیں۔

"آنٹی میں کیا کہوں ان سے جا کر کون ملنے آئی ہیں؟" دو قدم کے بعد وہ رک کر پلٹی تھی۔رسان بھرے انداز کہتے وہ مسکرائی تھی۔اسکے استفار پر وہ کچھ پل خالی نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھیں پھر انکی سیاہ آنکھوں میں حزن کے گہرے بادل اُمڈ آئے تھے۔

"ان سے کہنا سارہ آئی ہے۔ایک بد نصیب ماں۔" نظریں جھکا کر آہستگی سے کہتے وہ اسے الجھا گئی تھیں مگر وہ ان سے مزید کوئی سوال نہیں کر پائی تھی۔ایک نظر انکے متغیر چہرے پر ڈال کر وہ پلٹ گئی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

بی بی جان کے کمرے میں داخل ہوتے اس نے بیڈ کی جانب نگاہ کی تھی جو کہ خالی تھا۔ تبھی واشروم سے وہ باہر آئی تھیں۔ چہرے پر نمی کی ہلکی سی تہہ اب بھی باقی تھی۔

"آجاؤ بیٹا۔ وہیں کیوں رک گئی ہو۔" اپنا سفید دوپٹہ سر پر ٹھیک کرتے وہ اسے دیکھ چکی تھیں۔

"میں آپ کو بلانے آئی تھی بی بی جان۔ کوئی سارہ نام کی خاتون آئی ہوئی ہیں آپکا پوچھ رہی ہیں۔" عام سے انداز میں انھیں مطلع کرتے وہ چونکی تب تھی جب بی بی جان کا دوپٹہ ٹھیک کرتا ہاتھ ٹھٹک کر اپنی جگہ ساکن ہوا تھا۔ تیزی سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا جیسے وہ تصدیق کرنا چاہتی ہوں انھوں نے جو سنا اس نے وہی کہا تھا۔

"کیا ہوا بی بی جان۔ کون ہیں وہ؟" الجھی ہوئی نظروں سے انکی پریشان صورت دیکھتی وہ بولی تھی۔ مگر بی بی جان نے اسکا سوال نظرانداز کر دیا تھا۔

"کہاں ہے وہ؟" انھیں پہلے یقین دہانی کرنی تھی۔

"ڈرائنگ روم میں۔" بی بی جان نے پہلی بار اسکے کسی سوال کو یوں نظرانداز کیا تھا۔ اسے اچنبھا ہوا تھا۔

وہ سرعت سے آگے بڑھتیں اسکے پاس سے گزر گئی تھیں۔ خود وہ وہیں کھڑی رہی پتہ نہیں اسے جانا چاہیے تھا کہ نہیں۔

"مقدس تم بھی آجاؤ۔" انکی دور جاتی آواز پر وہ سر اٹھائے گردن گھما کر انھیں دیکھنے لگی۔ وہ جاتے جاتے اسکی مشکل آسان کر گئی تھیں۔ وہ آہستگی سے انکے پیچھے چل پڑی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

ڈرائنگ روم کی دہلیز پر اسکے قدم رک گئے تھے۔وجہ تھی بی بی جان کو دیکھتے ہی ان خاتون کا لپک کر بے صبری سے ان تک آنا۔بی بی جان کی اسکی طرف پشت تھی وہ انکا چہرہ تو نہیں دیکھ پائی تھی مگر مقابل کی آنکھوں سے آنسو امڈ امڈ کر گالوں پر بہتے جارہے تھے۔وہ ہلتے لب چاہ کر بھی کچھ کہنے سے قاصر معلوم ہوتے تھے۔بے بسی تھی،لاچاری تھی اور اس سے بڑھ کر الم کی تحریر تھی جو اس چہرے کے ہر نقش میں رچی بسی تھی۔بی بی جان نے ہاتھ بڑھا کر انکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے تھے۔

"کیسی ہو سارہ؟"

بی بی جان کی آواز اسکے کانوں میں بھی پڑی تھی جواب تک خاموش تماشائی بنی سب سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔جواب میں انھوں نے صرف سر کو نفی میں جنبش دی تھی۔اور اس اک جنبش میں ہی انکی صدیوں کی مسافت و اذیت کی پوری داستان سمٹ آئی تھی۔

"بہت بری ہوں بی بی۔کم از کم اپنے بیٹے کے لئے تو بہت بری ہوں۔" آنکھیں سختی سے میچ کر سر جھکائے وہ سسکی تھیں۔بی بی جان نے انکے بازو کو محبت سے سہلایا تھا۔انھیں صوفے پر بیٹھا کر خود بھی ساتھ بیٹھیں جب نظر بت بنی مقدس پر پڑی تھی۔

"مقدس یہاں آؤ۔سارہ اس سے ملو۔یہ تمہاری بہو ہے۔تمہارے طلال کی بیوی۔" اسکے قدم آگے بڑھانے پر وہ رخ موڑے سارہ سے مخاطب تھیں۔مقدس نے ششدر نگاہوں سے بی بی جان کی جانب دیکھا تھا مگر وہ اسکی جانب متوجہ نہیں تھیں۔سارہ نے پر نم آنکھوں کے ساتھ چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا اور پھر وہ روتی آنکھوں کے ساتھ بے ساختہ مسکرا دی تھیں

Copyright by New Era Magazine

۔اپنی جگہ سے اٹھ کر قریب آئی مقدس کا گال ہاتھ سے چھوا تھا پھر اسے گلے سے لگاتے ہوئے وہ ہنسی تھیں۔

"یہ طلال کی بیوی ہے فاطمہ بی۔ماشاءاللہ بہت پیاری ہے۔" چھلکتی آنکھوں سے اس سے الگ ہوتے وہ پیچھے مڑ کر بی بی جان سے کہہ رہی تھیں جو مقدس کو دیکھ کر آنکھوں سے تسلی آمیز سا اشارہ کر رہی تھیں۔اسکا شاک ہونا وہ سمجھ رہی تھیں۔اسی لئے تو وہ بارہا طلال سے کہہ چکی تھیں وہ اسے سب بتا دے۔ مگر قدرت اب خود سب سامنے لانے کا سدباب کیے جا رہی تھی۔

"طلال؟" انکے پوچھنے پر بی بی جان نے مقدس کی طرف دیکھا تھا۔

"مقدس جاؤ بیٹا طلال کو فون کرو۔اسے کہو میں نے بلایا ہے۔"

انکے کہنے پر وہ گومگوں سی وہاں سے نکل گئی تھی۔کچھ دیر بعد باہر پورچ میں اسکی گاڑی آکر کھڑی ہوئی تھی۔بی بی جان اٹھ کر ڈرائنگ روم سے باہر آئی تھیں جب وہ اندرونی دروازے سے داخل ہوا۔انھیں دیکھ کر اسکی اڑی ہوئی رنگت بحال ہوئی تھی۔

"مائے گڈنیس۔آپ ٹھیک ہیں بی بی جان۔ میں ڈر گیا تھا۔مقدس نے بھی تو کچھ نہیں بتایا تھا "۔

چین کا سانس لیتے وہ ہلکے دل کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

انکے پاس آکر وہ رکا تھا۔جب اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں مقید کرتے انہوں نے اسے دیکھا تھا۔

"طلال اپنی بی بی جان کی ایک بات مان لوگے۔" انکے اتنے سنجیدگی سے کہنے پر وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

Copyright by New Era Magazine

"آپ حکم کریں۔" وہ تابعداری سے سر جھکا گیا تھا۔

"اندر سارہ بیٹھی ہوئی ہے۔ایک بار اس سے مل لو بیٹا۔میں نے ساری عمر کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لٹایا تو اسے کیسے لٹا دوں جس نے تمہیں جنم دے کر میری خالی گود بھر دی۔" اسکا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لئے وہ التجا کر رہی تھیں۔طلال نے بے یقینی سے انھیں دیکھا تھا۔اسکی آنکھوں سے ناراضگی جھلکی تھی۔

"تم مجھے زبان دے چکے ہو۔" بی بی جان نے اسکے کچھ کہنے سے پہلے ہی اسے یاد دہانی کروائی تھی۔

اور اس نے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے۔انکے ساتھ لگے بندھے انداز میں وہ اندر داخل ہوا تھا۔ سارہ جو بے صبری سے دروازے کی جانب دیکھ رہی تھیں۔اندر داخل ہوتیں فاطمہ اور انکے پیچھے طلال کو دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔بہتی آنکھوں کے ساتھ انہوں نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے اپنی سسکیوں کا گلہ گھونٹا تھا۔بی بی جان اسے لے کر خود آگے آئی تھیں۔مقدس بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"لو سارہ۔یہ رہا تمہارا بیٹا۔" مسکرا کر کہتے طلال کو شانے سے تھام کر انکے سامنے کھڑا کیا تھا۔سارہ نے کچھ جھجک کر اسے اپنے سینے سے لگایا تھا۔جب وہ اسے چھوڑ کر گئی تھیں تب وہ انکی آغوش میں آسانی سے سما جایا کرتا تھا۔انکے گلے لگ کر رو لیا کرتا تھا۔مگر آج اسے اپنی باہوں میں سمیٹنا انکے ممکن نہیں رہا تھا۔وہ بہتی آنکھوں کے ساتھ مسکرا دی تھیں۔طلال میکانکی انداز

Copyright by New Era Magazine

میں انکے گلے لگا کھڑا رہا تھا۔ایک ہاتھ پہلو میں گرائے دوسرے ہاتھ میں ابھی بھی بی بی جان کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا۔

اسے خود سے الگ کرتے انہوں نے اسکی پیشانی چومی تھی۔ضبط سے سرخ پڑتی آنکھوں کے ساتھ طلال نے اجازت طلب نظروں سے بی بی جان کو دیکھا تھا۔

"بیٹھو سارہ،طلال تم بھی بیٹھو۔"اسکا ہاتھ چھوڑتے انہوں نے اپنا ہاتھ کھینچا تھا جس پر اسنے خفگی سے انھیں دیکھتے ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔بادل نخواستہ وہ بھی سارہ سے ذرا فاصلے پر بیٹھ گیا تھا۔وہ کتنی دیر اسے خاموش حسرت بھری نظروں سے نہارتی رہی تھیں۔بی بی جان ان سے باتیں کرتی رہی تھیں مگر طلال کے ہونٹوں کا قفل نہیں ٹوٹا تھا۔

"مجھے معاف کر دینا طلال۔"برستی آنکھوں کے ساتھ وہ فقط یہی کہنے کی ہمت جتا پائی تھیں۔وہ کسی بت کی مانند بیٹھا رہا تھا۔بی بی جان نے افسوس سے اسے دیکھا۔

"تم کیوں معافی مانگ رہی ہو سارہ۔تم ماں ہو اسکی۔تمہاری وجہ سے آج اسکا وجود ہے ۔تمہارے کسی احسان کا بدلہ یہ نہیں چکا سکتا۔مائیں بیٹوں سے معافیاں نہیں مانگا کرتیں۔" نرم سی آواز میں وہ سارہ کی ڈھارس بڑھا رہی تھیں۔طلال نے شکوہ کناں نظروں سے انھیں دیکھا تھا جس کا کوئی نوٹس نہیں لیا گیا تھا۔

اور پھر وہ وہاں سے اٹھ گیا تھا۔کچھ دیر بعد سارہ بھی چلی گئیں تو مقدس بی بی جان کے کمرے میں آئی تھی۔

"طلال واپس آیا؟"انکے پوچھنے پر اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"مقدس تم یہاں آؤ بیٹا۔" اپنے پاس بیڈ پر اشارہ کیا۔ وہ چپ چاپ انکے پاس بیٹھ گئی۔

"میں جانتی ہوں بیٹا۔ یہ بات تمہیں اس طرح پتہ نہیں چلنی چاہیے تھی۔ میں نے کتنی بار طلال سے کہا وہ تمہیں بتا دے مگر وہ ہر بار ٹال جاتا تھا۔" وہ شرمسار ہو رہی تھیں۔

"کوئی بات نہیں بی بی جان۔" دھیمی آواز میں کہتے وہ دل گرفتہ لگتی تھی۔ وہ تو شیز اکمال کا رونا رو رہی تھی یہاں تو اور ہی قصہ شروع ہو گیا تھا۔

"طلال حسان اور سارہ کا بیٹا ہے۔ میں حسان کی پہلی بیوی ہوں۔ ان دونوں کی علیحدگی کے بعد طلال میرے پاس آ گیا تھا۔"

"پر آپ دونوں کو دیکھ کر کبھی لگا ہی نہیں کہ طلال آپ کے بیٹے نہیں ہیں۔" وہ اپنی خوش گواریت بھری حیرانگی کا اظہار کر رہی تھی۔ بی بی جان مسکرائی تھیں۔

"وہ میرے لئے سگی اولاد سے بڑھ کر ثابت ہوا ہے۔" انکے چہرے پر ممتا کا نور تھا۔ مقدس کے چہرے پر بھی ہلکی سی مسکان نمودار ہوئی تھی۔

رات کو وہ دیر سے واپس آیا تھا۔ وہ کمرے میں تھی جب وہ تھکا تھکا سا اندر داخل ہوا تھا۔

"کہاں چلے گئے تھے؟"

کپڑے تہہ کرتے وہ سرسری سا پوچھ رہی تھی۔ وہ چلتا ہوا اسکے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"آج کوئی سوال نہیں پوچھو گی؟" اسکی اندرونی انتشار کے سبھی نشان چہرے کے خدوخال میں کھلے ہوئے تھے۔ مقدس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

Copyright by New Era Magazine

"نہیں آج کوئی سوال نہیں پوچھوں گی۔ کسی نے مجھ سے کہا ہے جس دن اسے لگا میرا اس پر یقین پختہ ہو گیا ہے وہ خود مجھے خود سے جڑے سارے سچ بتا دے گا۔ میں اس وقت کا انتظار کروں گی۔" دھیمی سی آواز میں کہتے اس نے اسکے الجھے بالوں کو سنوارنے کی کوشش کی تھی۔

بنا کچھ کہے تشکر آمیز نظروں سے اسے دیکھتے طلال نے اسے اپنے حصار میں لیا تھا۔ مقدس نے نم ہوتی آنکھوں کے ساتھ بڑی مشکل سے پلکیں جھپکا کر آنسوؤں کو بہنے سے روکا تھا۔ پتہ نہیں کیسے مگر اس کی چپ کے پیچھے چھپا ملال اسے افسردہ کر رہا تھا۔

....

زندگی کی کتاب کے اوراق تیزی سے پلٹتے جا رہے تھے۔ طلال حسان کی زندگی کا محور صحیح معنوں میں بی بی جان بن گئی تھیں۔ حسان احمد سے اسکے تعلقات اتنے سالوں میں بھی سرد مہری کی تہہ میں لپٹے رہے تھے۔ بی بی جان کی لاکھ کوششوں کے باوجود اسکے دل کی گرہیں باپ کے کردار کو لے کر کھل نہیں سکی تھیں۔ سارہ کو وہ سرے سے اپنی زندگی سے نکال چکا تھا۔ اور حسان وہ اپنی زندگی میں مگن بہت حد تک خود ہی اسکی زندگی سے نکل چکا تھا۔ اسکی زندگی میں بہت سی خلائیں تھیں، بہت سی کمیاں مگر پھر بھی بی بی جان کا ایک سہارا ہی اسے کافی ثابت ہوا تھا۔ ڈوبتے کو تنکے کے سہارے جیسا۔ وہ انکے ساتھ خوش تھا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ انہیں کے ساتھ تو خوش تھا۔ اس کی زندگی بس ایک اسی کردار تک سمٹ کر رہ گئی تھی۔ وہ

Copyright by New Era Magazine

دوست نہیں بناتا تھا، وہ کسی سے زیادہ بات نہیں کرتا تھا، کسی کو اپنے قریب آنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اسکے چہرے پر سجے بیزاری کے تاثرات اسکی طرف بڑھنے والے ہر قدم کو روک دیا کرتے تھے۔ دنیا کی نظروں میں وہ ایک مکمل، خوش باش اور آسودگی بھری زندگی بسر کرنے والا شخص تھا جسے خود پر غرور اس قدر تھا کہ کسی کو اپنے سامنے کچھ گردانتا ہی نہ تھا۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ اپنے روڈ اور سخت رویے کو اس نے اپنی زندگی کے فلوز کو چھپانے کے لئے ایک حفاظتی شیلڈ کے طور پر اپنالیا تھا۔ وہ جانتا تھا دنیا ہمدردی کی آڑ میں ہماری کمزوریوں کو کھوج کر وقت آنے پر اسے ہمارے ہی خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کرتی ہے۔ اور اسے اپنی کمزوریاں کسی دوسرے پر عیاں کرنے سے ڈر لگتا تھا۔ وہ بہادر نہیں تھا اس معاملے میں ہاں وہ مانتا تھا وہ کمزور تھا اسکا ڈر اسے اپنے آپ کو دنیا کی نگاہ میں سرد مہر اور خود پسند تو ظاہر کر سکتا تھا مگر کسی آنکھ کو اپنی ذاتی زندگی میں جھانکنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔

اسکی لگی لپٹی زندگی میں سب ٹھیک تھا اس وقت تک جب تک شیز اکمال نام کا اضافہ اسکے ادر گرد کے لوگوں میں نہیں ہوا تھا۔ وہ یونیورسٹی میں اس سے ملا تھا۔ وہ بزنس سٹوڈنٹ تھا اور شیز اکمال بھی اسی کے ڈیپارٹمنٹ سے تھی۔ وہ بلا کی حسین تھی۔ اس پر مستزاد اسے اپنی خوبصورتی کا پورا پورا احساس بھی تھا۔ جس کی وجہ سے اسکے انداز و اطوار سے ایک عجب شان بے نیازی جھلکتی تھی۔ بولڈ، پر اعتماد اور خود سے محبت کی انتہا لئے شیز اکمال اپنے سامنے کسی اور کو کچھ سمجھتی بھی نہیں تھی۔ لڑکے لڑکیاں اسکے آگے پیچھے ایک جھمگھٹے کی صورت منڈلاتے رہتے تھے اور وہ کسی راج کماری کی طرح اپنی خوب صورتی کو لبوں پر دل نشین

Copyright by New Era Magazine

مسکان لئے کیش کروایا کرتی تھی۔وہ میٹھی چھری تھی اک نگاہ سے سامنے والے کو گھائل کرنے والی۔اسکی اسائنمنٹس نوٹس زیادہ تر اسے تیار ملا کرتے تھے۔اسے پکی پکائی کھانے کی عادت سی تھی۔

طلال کی اس سے ہیلو ہائے تب ہوئی تھی جب ایک پروجیکٹ کے لئے دونوں کو گروپ میں کام کرنا پڑا تھا۔وہ اپنے کام سے کام رکھنے والا بندہ تھا۔شیز اکمال اسکی وجاہت سے مرغوب تو تھی مگر اسکے چہرے پر سجے نو لفٹ کے سے تاثرات کے باعث اس نے کبھی اس سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ویسے بھی اپنے سامنے وہ کسی کو کیا سمجھتی تھی۔پھر چاہے وہ طلال حسان ہی کیوں نہ ہو۔

اس کے بعد سے اکثر ان کے درمیان علیک سلیک ہوتی رہی تھی۔مگر تکلف کی حد اپنی جگہ قائم تھی۔سب ٹھیک تھا جب اس دوران اک سیمینار میں بزنس مین حسان احمد کو یونیورسٹی کی جانب سے مدعو کیا گیا۔طلال حسان کے لئے وہ خوش آئند تو ہر گز نہیں تھا مگر وہ اس سیمینار کو سکپ بھی نہیں کر سکتا تھا۔اسٹیج پر روسٹر کے آگے کھڑے حسان احمد اپنی شاندار پرسنلٹی اور ورک آؤٹ کی بنا پر آج بھی اپنی عمر سے دس سال چھوٹے لگتے تھے۔طلال حسان کو اعتراف تھا اسکا باپ اس عمر میں بھی ساحر تھا۔وہاں موجود ہر ذی نفس آنکھوں میں ستائش لئے سامنے خوب صورت لب و لہجے میں بولتے جادو گر کو سن رہے تھے۔کہیں لڑکیاں تو انکی امارت اور وجاہت پر ٹھنڈی آہیں بھرتی حسرت سے انھیں دیکھ رہی تھیں۔اور ان سب میں ایک شخص تھا جو شدید کوفت کا شکار تھا۔اپنی نشست پر بیٹھا وہ بے زاری سے انکی سپیچ ختم ہونے کا منتظر تھا

Copyright by New Era Magazine

جس کے بعد پہلی فرصت میں اسے یہاں سے نکلنا تھا۔ مگر اسکے خیالات پر پانی تب پھرا جب اچانک حسان احمد نے اسکا تعارف اپنے بیٹے کی حیثیت سے کروایا۔ کہیں نظریں حیرت سے اسکی جانب اٹھی تھیں جن میں اسکے پروفیسر زاور شیز اکمال بھی شامل تھی۔ وہ جو جان بوجھ کر درمیانی نشستوں میں سے ایک پر بیٹھا تھا کہ بھیڑ میں کہیں دکھائی نہ دے۔ چہرے پر مصنوئی مسکراہٹ سجا کر باپ کو دیکھنے لگا تھا۔ سیمینار کے آخر میں ناچار اسے اپنی عزت کے لئے حسان احمد کے پاس جانا پڑا تھا۔ اپنے قد کو پہنچے بیٹے کو یوں پہلو میں کھڑا دیکھ اس وقت حسان احمد کو عجیب سا احساس طمانیت ہوا تھا۔ جہاں اسکے پروفیسر زاس سے خوشگواریت بھرا شکوہ کر رہے تھے کہ اس نے کبھی بتایا نہیں۔ چہرے پر ہلکا سا تبسم لئے وہ آگے سے کچھ کہہ رہا تھا۔

دنیاداری کے لئے اسے حسان کے ساتھ ہی نکلنا پڑا تھا۔ وہ انھیں گاڑی تک چھوڑنے آیا تھا۔ یونیورسٹی انتظامیہ بھی انھیں سی آف کرنے آئی تھی۔ جن کے جانے کے بعد گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے انہوں نے تعجب سے اس سے استفسار کیا تھا۔

"تم نے کسی کو بتایا کیوں نہیں طلال کہ تم میرے بیٹے ہو۔" وہ الجھے ہوئے لگتے تھے۔ جیسے اندر دی گئی اسکی تاویلیں ان کے لئے ناقابل یقین تھیں۔ وہ خموشی سے سپاٹ پن لئے انھیں دیکھتا رہا۔ کچھ دیر پہلے کی سب کے سامنے چہرے پر چھائی نرمی اب مفقود ہو کر رہ گئی تھی۔

"آپ کا حوالہ میرے لئے قابل فخر کبھی نہیں رہا جو میں سر اٹھا کر سب کو بتاتا پھروں۔" بے تاثر سی آواز میں کہتا وہ یہ دیکھے بنا مڑ گیا تھا کہ اسکے ان الفاظ نے انکے چہرے کی چمک ماند کر دی تھی۔ وہ کندھے جھکے تو وہ ان لمحوں میں اپنی عمر سے زیادہ بڑے معلوم ہونے لگے تھے۔ چند

Copyright by New Era Magazine

لفظوں کا کھیل، اک بیگانہ سا لب ولہجہ اور وہ شخص کہیں سال طے کر گیا تھا۔ دور جاتے طلال کی پشت کو دیکھتے آنکھوں پر گلاسز چڑھاتے وہ جھک کر گاڑی میں بیٹھے تو چہرہ سیاہی مائل ہو رہا تھا ۔گاڑی آگے بڑھنے کی آواز پر طلال نے مڑ کر دیکھا تھا۔ پھر نخوت سے سر جھٹک دیا۔ پتہ نہیں وہ انھیں دیکھ کر اتنا کٹھور اور بے مروت کیوں بن جایا کرتا تھا کہ بی بی جان کے پڑھائے سبھی نرمی اور حسن اخلاق کے سبق بھول جایا کرتا تھا۔

. . . .

اس دن کے بعد سے شیز اکمال کی اس میں دلچپسی یک دم بڑھ سی گئی تھی۔ وہ اکثر اس کے پاس پہنچ جاتی اور پھر اس کے بے زاری بھرے انداز جان بوجھ کر نظر انداز کرتی اس سے باتیں کرنے لگتی۔ وہ لاکھ بے مروت سہی مگر وہ عورتوں کی عزت کرتا تھا۔ ایک دوبار ڈھکے چھپے الفاظ میں اس نے اسے منع کیا تھا مگر وہ بھی ایسی مستقل مزاج ثابت ہوئی تھی کہ اگلے دن پھر سے مسکراتی ہوئی پہنچ آتی۔ طلال پہلے پہل تو اس سے کھچا کھچا رہتا تھا پھر آہستہ آہستہ جب اسے باز آتے نہ دیکھا تو وہ خود ہی تھوڑا نرم پڑ گیا تھا۔ اب وہ اسے ڈانٹتا نہیں تھا۔ اسکی اکثر باتوں کا چھوٹا موٹا جواب بھی دے دیا کرتا تھا۔ ویسے بھی یونی ختم ہونے میں چند ہی ماہ باقی تھے۔ اس کے بعد کون سا شیز اکمال نے اسکی زندگی میں رہنا تھا مگر یہ اسکی خام خیالی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

اسے دھچکا تو تب لگا جب ویلنٹائن ڈے پر کیفے ٹیریا میں سٹوڈنٹس کے ہجوم میں اس نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اسے فلاورز دیتے ہوئے اظہار محبت کیا تھا۔وہاں موجود ہر فرد کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

سامنے کھڑے ایک ہاتھ میں اپنا جنرل تھامے دوسرا ہاتھ کندھے پر لٹکتے بیگ کو تھامے کھڑے طلال کے چودہ طبق روشن ہوئے تھے۔ پھیلی آنکھوں میں بہت سارا اشتعال اور بے یقینی لئے وہ سامنے بیٹھی شیز اکمال کو دیکھ رہا تھا۔ جس کے چہرے پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں نرم سا پر اعتماد تاثر سجا تھا جیسے وہ اسے انکار کر ہی نہیں سکتا۔اس نے ایک نظر ارد گرد موجود ہجوم پر ڈالی تھی اور پھر ہونٹوں کو بڑی مشکل سے کھینچ کر مسکراہٹ کو چہرے کا ساتھی کرتے اسکے ہاتھ سے فلورز کا بکے لیا تھا۔ کیفیٹریا کی فضا شور و غل سے گونج اٹھی تھی۔

"یہ کیا حرکت تھی۔" کچھ دیر بعد وہ اسے قدرے سنسان ایریا میں لا کر کھڑا کرتے غصے سے پوچھ رہا تھا۔وہ جو ابھی بھی خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی۔الجھن زدہ سی اسکی جانب دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب؟" اسکے ہونٹوں کی مسکان سمٹی۔

"تم نے اتنے بڑے کراؤڈ میں اتنی غیر معقول حرکت کی ہے۔اگر وہاں سب کے سامنے میں نہ کر دیتا تو تمہاری کیا عزت رہ جاتی؟" تپے ہوئے چہرے کے ساتھ وہ دونوں ہاتھ اپنی کمر پر رکھے مشتعل لگتا تھا۔

"لیکن تم منع کرتے ہی کیوں؟" اسکا یقین قابل دید تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"میں نے کب تمہیں ایسا کوئی اشارہ دیا ہے جو تم نے اتنا بڑا قدم اٹھالیا۔"

"طلال۔۔۔"

"میری بات سنو شیز اکمال۔لڑکی جتنی بھی بولڈ اور کانفیڈینٹ کیوں نہ ہو اسکی نسوانیت کا وقار ریجیکشن کے بعد مجروع ہو جاتا ہے۔مرد ذات سو دفع بھی بھرے مجمع میں رد کر دیا جائے کچھ دن کی بات ہوتی ہے پھر لوگ بھول بھال جاتے ہیں مگر عورت کا رد کیا جانا زمانہ صدیوں تک یاد رکھتا ہے۔میں تم میں انٹرسٹڈ نہیں ہوں۔اور مجھے واقع ہی سمجھ نہیں آرہا تم نے کیا سوچ کر بھرے مجمع میں ایسی حرکت کر دی۔میں چاہتا تو وہیں انکار کر دیتا مگر اس طرح تم تماشا بن جاتی جو کم از کم میری تربیت مجھے اجازت نہیں دیتی۔اس لئے میں نے چپ چاپ تمہارا مان رکھ لیا مگر تم کسی غلط فہمی کا شکار مت ہونا۔میں نے وہاں جو بھی کیا تمہاری سیلف ریسپیکٹ کے لئے کیا ۔کچھ ماہ کی بات ہے پھر یونی ختم تو سب کے تعلق واسطے بھی ختم۔"ایک ہاتھ اٹھا کر وہ دو ٹوک قطعی انداز میں اسے بہت کچھ سمجھا رہا تھا یا باور کروا رہا تھا۔مگر اسکا لہجہ ہر طرح کی رعایت سے پاک تھا۔شیز اکمال کا حسین چہرہ احساس اہانت سے گلابی مائل ہوا تھا۔وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ابھی ابھی جو اس نے کہا اسے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔اسکی خوشی لمحوں میں فنا ہوئی تھی۔اب بے چینی تھی،دکھ تھا اور سب سے بڑھ کر رد کیے جانے کا غصہ تھا۔

"تم۔۔۔۔تم غلط کر رہے ہو طلال۔تمہیں کس نے یہ حق دیا یوں میرے جذبات کا مذاق اڑاؤ اگر انکار ہی کرنا تھا تو سب کے سامنے کر دیتے۔اب یوں مجھے ڈی گریڈ کرنے کی کیا تک بنتی ہے؟ سمجھتے کیا ہو خود کو تم۔"ہذیانی انداز میں وہ دبی دبی آواز میں چینخی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"ڈی گریڈ نہیں کر رہا میں تمہیں۔ بس سمجھا رہا ہوں۔ باقی تم نے ڈی گریڈ تو خود کو خود کیا ہے ۔لڑکی کو اپنی عزت کا خیال خود رکھنا چاہیے۔" تمسخر اڑاتی نظروں سے اسے دیکھتے دونوں ہاتھ جیبوں میں اڑسے اب کی بار اس نے بھی کوئی لگی لپٹی نہیں رکھی تھی۔

"کیا لڑکی لڑکی لگا رکھی ہے تم نے۔ تم لڑکے جو مرضی کرتے پھرو کوئی مسئلہ نہیں۔ اور جہاں ہم لڑکیاں ایک ذرا سا پسندیدگی کا اظہار کر دیں تم دقیانوسی سوچ کے حامل مرد ہمیں جج کرنا شروع کر دیتے ہو۔ کیا سٹینڈرڈ سیٹ کر رکھے ہیں تم لوگوں نے۔ واہ۔" سر جھٹک کر کہتی وہ آنکھوں میں اس قدر سبکی پر پانی لئے گہرے سانس لیتی ہانپ رہی تھی۔

"تم جیسی لڑکیوں کو سمجھانا پتھر سے سر پھوڑنے کے مترادف ہے۔ خیر تم میری ذمہ داری نہیں ہو جو تمہیں میں سمجھاتا پھروں۔ بس میں یہ کہنا چاہتا ہوں کم از کم مجھ سے سوفٹ کی دوری پر رہو۔"

تاسف سے سر ہلاتا وہ قطعی انداز اپنائے کہتا آگے بڑھ گیا تھا۔

"آخر کیا کمی ہے مجھ میں؟" اسکی عقب سے آتی آواز پر وہ رکا۔

"خوب صورت ھوں۔ پڑھی لکھی ہوں، پہنے اوڑھنے کا سلیقہ ہے، پر اعتماد ہوں، تمہارے قدم سے قدم ملا کر چل سکتی ہوں۔ ایک مرد کو اور کیا چاہیے ہوتا ہے اپنی جیون ساتھی میں۔" اسکے لہجے میں غرور بول رہا تھا۔ پتہ نہیں وہ اسے کیا جتانا چاہ رہی تھی۔ وہ مڑا۔

"حیا کی کمی ہے تم میں۔ عورت میں دنیا کی ہر خوبی ہو ایک حیا سے نابلد ہو تو میرے نزدیک اسکی دوسری ہر خوبی بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ طلال حسان کو زندگی میں کبھی بھی کسی عورت نے

Copyright by New Era Magazine

اپنی طرف متوجہ کیا نا تو وہ سب کوالٹیز جو تم نے اس میں ہوں گنوائی وہ اس میں ہوں یا نہ ہوں وہ حیا دار ضرور ہو گی۔"

اسکے الفاظ شیز اکمال کے منہ پر طماچے کی مانند پڑے تھے۔وہ بلبلا اٹھی تھی۔

"مجھے ترس آرہا ہے تم پر طلال حسان۔اتنے تعلیم یافتہ ہو کر بھی وہی ٹپیکل مردوں والی سوچ ہے تمہاری۔خود چاہے جہاں مرضی منہ کالا کرتے پھرو بیوی باحیا چاہیے۔"دونوں بازو سینے پر باندھے وہ طنز کر رہی تھی۔

"مجھے فخر ہے اپنے دقیانوسی ہونے پر۔اور میری بیوی کم از کم اس معاملے میں خوش قسمت ہو گی۔اگر وہ حیادار ہو گی تو میں تمہیں یقین دلاتا ھوں شیز اکمال اسکے حصے میں بھی ایک باحیا مرد ہو گا۔تم اس کی فکر مت کرو۔تم اپنے لئے کوئی دوسرا شکار ڈھونڈو۔ تمہیں کیا لگتا ہے کیا مجھے نہیں پتہ سیمینار کے بعد سے تمہاری توجہ کا مرکز میں یک دم کیوں بن گیا تھا۔تم اپنے لئے کوئی اور بڑی آسامی تلاش کرو۔ تمہیں پکی پکائی کھانے کی عادت ہے مگر جان رکھو طلال حسان تمہاری پہنچ سے باہر کی شے ہے۔"

سبھی لحاظ بالائے طاق رکھتے وہ تمسخر اڑاتے ہوئے مسکرا کر اسے کہہ رہا تھا۔بی بی جان اسے یوں دیکھتی تو کتنی نالاں ہو تیں۔مگر اسے اس حد تک لانے والی بھی تو وہ خود تھی۔

"بہت غرور ہے نا تمہیں اپنے آپ پر۔تمہارا یہی غرور میں نے خاک میں نہ ملایا تو میرا نام بھی شیز اکمال نہیں۔"

Copyright by New Era Magazine

غم و غصے سے پیچ و تاپ کھاتے ہوئے وہ چلائی تھی۔ طلال نے ایک ترحم آمیز نگاہ اس پر ڈالی تھی اور وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

اس دن کے بعد سے اس نے شیز اکمال کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ واپس یونی آئی ہی نہیں تھی۔ اس کے یوں منظر عام سے گم ہونے پر بہت سی چہ میگوئیاں بھی ہوئی تھیں مگر اس نے ہر طرف سے کان لپیٹ کر ساری توجہ اپنے ایگزامز پر مرکوز کر لی تھی۔ طلال حسان کے لئے وہ باب ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا تھا۔ مگر ایسا صرف اسے لگتا تھا۔ زندگی کی کتاب میں ماضی کے پنوں پر سلگتی راگ غیر محسوس انداز میں مستقبل کے اوراق کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا کرتی ہے۔

....

یونی کے بعد طلال حسان مسلسل اسے بزنس جوائن کرنے کو کہہ رہے تھے۔ بی بی جان بھی یہی چاہتی تھیں۔ مگر وہ ابھی اس سب جھنجھٹ میں پڑنے کا متقاضی نہیں تھا۔ جس سے راہ فرار کا سب سے آسان طریقہ یہی تھا وہ ہائر اسٹڈیز کے لئے ایبروڈ چلا جاتا۔ اور اس نے ایسا ہی کیا تھا۔ وہ وقتی فرار چاہتا تھا۔ ایک بات تو طے تھی اسے اپنے باپ کے ساتھ کام نہیں کرنا تھا۔ لندن میں اس کے پاس دو سال تھے وہ آرام سے اپنے فیوچر کو پلان کر سکتا تھا۔ اور وہ ایسا ہی کر رہا تھا۔ کچھ ماہ بعد اسے حسان احمد کی ایک دن کال موصول ہوئی تھی جس میں وہ اسے اپنی شادی کی اطلاع دے رہے تھے۔ طلال کا ری ایکشن بالکل سپاٹ رہا تھا۔ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا وہ

Copyright by New Era Magazine

اپنی نجی زندگی میں کیا کرتے ہیں اور کیا نہیں۔ویسے بھی اس نے انکے بارے میں اتنا کچھ سن رکھا تھا کہ اب اسے انکی طرف سے ملنے والی کسی بھی نئ خبر پر حیرت نہیں ہوتی تھی۔

وہیں اسکی ملاقات لیلیٰ اور اسکی فیملی سے ہوئی تھی۔شیز اوالے واقعے کے بعد وہ اس قدر محتاط ہو گیا تھا کہ وہ ہر کسی سے بات کرتے وقت پہلے سے زیادہ ریزرو ہو چکا تھا۔

. . . .

دو سال کے بعد جب وہ واپس آیا تھا تو اسکے وہم گمان میں بھی نہیں تھا آگے اتنا بڑا سرپرائز اسکا منتظر ہو گا۔بی بی جان اس کے آنے کے بعد مسلسل اسے فورس کر رہی تھیں وہ جا کر حسان احمد سے خود مل کر آئے۔مگر وہ ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا۔آخر تیسرے دن انکی ناراضگی سے مرغوب ہو کر اسے جانا ہی پڑا تھا۔گھر جا کر اپنے باپ کی نئ مسز سے ملنے کا اسکا کوئی ارادہ نہیں تھا تبھی اس نے آفس کا انتخاب کیا تھا۔مگر وہاں حسان احمد کے آفس روم میں شیز اکمال کو دیکھ کر اسکے پاؤں کے نیچے سے زمین سرک گئ تھی۔

"طلال یہ شیزا ہے۔اور شیزا یہ میرا بیٹا طلال۔"

اپنے پہلو میں شان تمکنت سے کھڑی سیاہ ساڑھی میں ملبوس شیزا کو وہ مسکراتے ہوئے ہونق بنے طلال سے متعارف کروا رہے تھے۔

"اوہ مائے گاڈ۔حسان طلال آپکا بیٹا ہے۔یہ میرا یونی فیلو تھا۔آپ اکثر نام لیتے رہتے تھے مگر میرا دھیان کبھی اس طلال کی جانب گیا ہی نہیں۔"آگے آئے بال جھٹک کر وہ حیرت بھری

Copyright by New Era Magazine

خوش گواریت سے کہہ رہی تھی۔اور اس کمال ایکٹنگ پر طلال اپنا غصہ بمشکل ضبط کر پایا تھا۔ مگر باپ کے سامنے وہ کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

"کیسا لگا یہ سرپرائز طلال حسان۔"

آفس سے نکلتے کوریڈور میں وہ اسے اپنی منتظر ملی تھی۔وہ بنا کچھ کہے آگے بڑھ جانا چاہتا تھا مگر اس نے اسے روک لیا تھا۔

"حد سے بھی زیادہ گرا ہوا۔میں غلط تھا مجھے لگتا تھا تم میں حیا کی کمی ہے مگر تم میں تو غیرت بھی مر چکی ہے اخلاقیات کا جنازہ اٹھ چکا ہے اس کے بعد بچتا ہی کیا ہے جو چاہے کرتی پھرو ۔"ارد گرد نگاہ دوڑا کر وہ اطمینان سے کہتا اسے سلگا چکا تھا۔کچھ دیر وہ بول ہی نہیں پائی تھی۔

"تم جو مرضی ہے کہو۔ مگر مات تو تمہیں ہو چکی ہے۔تم نے مجھے ریجیکٹ کیا تھا نا مگر دیکھو میں تمہارے باپ کی بیوی بن کر کھڑی ہوں۔تم نے کہا تھا میں تمہارے قابل نہیں مگر دیکھو میں تمہارے باپ کے معیار پر پوری اتری ہوں اسکی عزت بنی تمہارے سامنے کھڑی ہوں اور افسوس تم کچھ کر ہی نہیں پائے۔"سنبھل کر وہ اپنے بالوں کی لٹ انگلی کے گرد لپیٹتی اس پر طنز کر رہی تھی۔سلیولیس بازو کے ساتھ سیاہ چھوٹے سے بلاؤز میں سلک کی ساڑھی اسکے وجود کی خوب صورتی ڈھانپنے کے بجائے اسے اور بھی دلکشی سے نواز رہی تھی۔

"میرے باپ کا معیار اتنا بلند ہوتا تو تم انکی بیوی نہ ہوتی۔مجھے کوئی افسوس نہیں ہے۔یہاں ہر ایک کو وہی ملتا ہے جس کا وہ مستحق ہوتا ہے۔دو کرداری لحاظ سے کرپٹ لوگ ایک دوسرے کی ہمراہی کو اپنے لیے باعث خوشی جان رہے ہیں مجھے اس بات پر ہنسی بھی آ رہی ہے اور ترس

Copyright by New Era Magazine

بھی۔مبارک ہو تم نے اپنے لئے ایک اپنے جیسا ہی مرد منتخب کیا ہے جس کا اندازہ تمہیں جلد ہو جائے گا۔اپنے باپ کے لئے میں صرف اتنا کہوں گا کہ انکے دوسروں کی زندگیوں میں کھودے گڑھے اب انکے خود کے آگے آچکے ہیں تمہاری صورت میں۔چلتا ہوں شیز اکمال۔"

اسکا دھواں ہوتا چہرہ سکون سے دیکھتا وہ وہاں سے گزر گیا تھا۔

کچھ دن بعد وہ ایک بار پھر حسان احمد کے آفس میں موجود تھا۔وہ چاہتا تھا شیز اکمال کچھ دیر کے لئے باہر چلی جائے مگر حسان احمد نے کہا تھا اسے جو کہنا ہے وہ اسی کے سامنے کہہ سکتا ہے۔طلال نے صبر کا کڑوا گھونٹ پیتے اسکی موجودگی میں ہی ان کو ساری بات بتائی تھی۔وہ اپنی ایڈورٹائزنگ ایجنسی لاؤنچ کرنا چاہتا ہے جس کے بارے میں وہ بتا رہا تھا۔اس سے کچھ فاصلے پر صوفے پر تھری پیس لیڈیز سٹائلش سوٹ میں میک اپ سے مزین چہرہ لئے شیز اکمال ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھی خاموشی سے سب سن رہی تھی۔

"تمہیں اس سب کی کیا ضرورت ہے طلال۔یہ سب کچھ بھی تو تمہارا ہی ہے۔مجھے اس وقت تمہاری ضرورت ہے۔"

"میں فیصلہ کر چکا ہوں پاپا۔میں اپنا الگ سے بزنس کرنا چاہتا ہوں۔"کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے وہ پختہ ارادہ کر چکا تھا۔ساری توجہ سامنے بیٹھے حسان احمد پر مرکوز کیے وہ شیز اکمال کو سرے سے نظر انداز کیے ہوئے تھا۔

"تم سمجھ نہیں رہے طلال۔تمہیں ابھی کچھ اندازہ نہیں ہے بزنس کا۔تم اپنا سارا سرمایہ ڈبو دو گے۔"وہ جھنجھلائے ہوئے لگتے تھے۔

Copyright by New Era Magazine

"اسکی فکر مت کریں آپ۔میں آپ سے کچھ نہیں لے رہا۔بی بی جان مجھے انوسٹمنٹ کے لئے رقم دیں گی۔آپ کی ذمہ داری تو میں کبھی بھی نہیں رہا۔"ناچاہتے ہوئے بھی وہ تلخ ہو رہا تھا ۔حسان احمد کو شیز اکمال کے سامنے خجل ہونا پڑا تھا۔

"ٹھیک ہے جو مرضی میں آئے وہ کرو مگر جب سب ڈبو دو گے تب میرے پاس مت آنا۔"انکا غصہ بھی اکثر اسکی ضد پر عود آیا کرتا تھا۔طلال اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"میں پہلے بھی کب آپ کے پاس آیا ہوں جو مستقبل میں آپ کو ایسے خدشات ستار ہے ہیں ۔بے فکر رہیں آپ وہ اور باپ ہوتے ہیں جن کے بچے اپنی مشکلات میں انکی طرف اس یقین سے دیکھتے ہیں کہ وہ انھیں اس کرائسس سے نکال لیں گے۔"اپنی جیکٹ ٹھیک کرتا وہ بھینچے ہوئے لب و لہجے میں انھیں جتارہا تھا جب شیز اکمال اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا کررہے ہیں آپ دونوں۔حسان آرام سے غصہ مت کریں آپ۔اور طلال تم بیٹھو ہم بات کرلیتے ہیں۔"آگے بڑھتی وہ حسان احمد کو بڑے ناز سے سمجھا رہی تھی۔طلال کے قریب پہنچ کر اس نے اپنا ہاتھ اسکے بازو پر رکھتے مسکرا کر یوں کہا تھا جیسے انکے آپسی تعلقات بہت مثالی ہوں۔طلال نے ایک جتاتی نگاہ اس کے ہاتھ پر ڈالی تھی پھر ایک قہر آلود نظر اسکے چہرے پر ڈالتے اپنا بازو جھٹک کر اسکا ہاتھ دور کیا تھا۔

"تم اس سب سے دور رہو۔"انگلی اٹھا کر وہ اسے ہر لحاظ کو بالائے طاق رکھ وارن کررہا تھا ۔ماتھے پر بل لئے حسان احمد بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

Copyright by New Era Magazine

"بہت ہو گیا طلال۔ تمہاری سب بد تمیزیاں میں اپنی ذات کی حد تک تو برداشت کر سکتا ہوں مگر شیزا سے اگر تم نے آئندہ اس طرح بات کی تو اچھا نہیں ہو گا۔" اپنی جگہ چھوڑتے ان دونوں کے قریب آتے وہ سخت لہجے میں اسے باور کروا رہے تھے۔

"کوئی بات نہیں حسان وہ غصے میں ہے۔ ہو جاتا ہے ایسا۔" حسان احمد کے بازو پر ہاتھ رکھے وہ دلگرفتہ سے انداز میں گلوگیر لہجے کے ساتھ کہہ رہی تھی۔

"دیکھا تم نے۔ کتنی اچھی ہے یہ۔ ابھی بھی کتنا خیال ہے اسے۔" اسکی پر نم آنکھوں کو دیکھتے وہ اسے جتا رہے تھے جو اس کی اداکاری پر اندر ہی اندر ضبط کی کڑی منزلیں طے کر رہا تھا۔

"خوب جانتا ہوں اسکی اچھائی کو میں۔ اور میری خواہش ہے کہ جلد آپ بھی اسکی سبھی اچھائیاں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ میں بتاؤں آپ کو اس بار آپ کو اپنے جیسا کوئی ٹکرایا ہے۔ آپ دونوں ایک جیسے ہیں خود غرض، اپنی ذات کے گنبد میں قید خود کے لئے جینے والے، کردار سے عاری لوگ ۔" وہ زہر خند لہجے میں کہتا چلا گیا تھا۔

"طلال۔" حسان کا ہاتھ ہوا میں اٹھا تھا جسے شیزا نے تھام لیا تھا۔

"نکل جاؤ یہاں سے۔" مٹھی بھینچ کر وہ دہاڑے تھے۔ انکے پیچھے کھڑی شیزا نے کمینی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔ گہرے سانس لیتا ایک نفرت بھری نگاہ اس پر ڈال کر وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں حسان آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔" انکا بازو سہلاتے وہ فکرمندی سے کہہ رہی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"میں بہت اکیلا ہو گیا ہوں شیزا۔ میرا ایٹا تک میرا اپنا نہیں ہے۔" شکست خوردہ انداز میں وہ چل کر اپنی نشست پر بیٹھے تھے۔

"میں ہوں نا آپ کے ساتھ حسان آپ فکر مت کریں۔" انکے پاس کھڑی کندھے پر ہاتھ رکھتے وہ انکی دل جوئی کر رھی تھی۔

. . . .

اسی رات طلال کو اپنے موبائل پر ان نون نمبر سے کال موصول ہوئی تھی۔ وہ سونے کی تیاری میں تھا۔ لیٹے ہوئے ہی موبائل کان سے لگایا تھا۔

"ہیلو"

"تھینک یو طلال حسان۔ تم نے میری آدھی مشکل تو خود ہی آسان کر دی۔ میں اتنے دنوں سے سوچ رہی تھی آخر تمہیں کس طرح بزنس سے دور رکھا جائے مگر تم نے تو خود ہی میرے لئے راہ کھلی چھوڑ دی ہے۔"

اسکی چھنکتی آواز سے اسکی خوشی کا اندازہ ہو رہا تھا۔ طلال پہچان چکا تھا دوسری طرف کون ہے۔

"ایسی راہیں تمہیں بھی مبارک شیزا کمال۔ اسی بکواس کے لئے کال کی ہے کیا۔" وہ بہت کمپوز ہو کر بات کر رہا تھا۔

"تم محسن ہو میرے شکریہ کہنا تو بنتا تھا۔" اس نے جیسے حظ اٹھایا تھا۔

"آئندہ کال کرنے کی زحمت مت کرنا۔" متنفر سے لہجے میں کہتا وہ کال کاٹ چکا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

اس کے بعد وہ اپنے بزنس کو لے کر آئندہ چند ماہ اس قدر بزی رہا تھا کہ حسان اور شیزا دونوں ہی اس کے ذہن سے محو ہو چکے تھے۔ان دنوں وہ لاؤنچنگ کے فائنل مراحل میں تھا جب بی بی جان کے ریگولر چیک اپ کے لئے وہ ڈاکٹر کے پاس لے کر گیا تھا۔وہاں سے اس نے حسان احمد کو نکلتے دیکھا تھا۔ڈاکٹر فیصل ہارٹ اسپیشلسٹ تھے۔ساتھ ہی حسان احمد کے قریبی دوست بھی تھے۔اسے یہی لگا شاید وہ ملنے آئے ہوں گے۔بی بی جان کے چیک اپ کے لئے لے جایا گیا تھا اور وہ وہیں ڈاکٹر فیصل کے آفس میں بیٹھا انتظار کر رہا تھا جب انکے ٹیبل پر غیر ارادی نگاہ ایک فائل پر پڑی تھی جس پر حسان احمد کا نام اسکی توجہ کا مرکز بن گیا تھا۔

ڈاکٹر فیصل واپس آئے تھے۔بی بی جان انکے ساتھ نہیں تھیں۔

"سب ٹھیک ہے انکل۔"

"ہاں ہاں سب بالکل ٹھیک ہے۔" تسلی آمیز انداز میں مسکراتے وہ سامنے اپنی چیئر پر بیٹھے تھے ۔

"اور یہ کیا ہے؟" فائل سامنے کرتے وہ استفار کر رہا تھا۔ڈاکٹر فیصل ٹھٹکے۔پھر انہوں نے سچ بتا ہی دیا تھا۔

"میں کافی ٹائم سے حسان سے کہہ رہا ہوں اسے کم از کم تمہیں بتا دینا چاہیے۔مگر وہ میری بات نہیں سن رہا۔اسکی حالت ٹھیک نہیں ہے۔اسے بائی پاس کی ارجنٹ ضرورت ہے۔مگر آج کل اسکے بزنس کے کچھ مسائل ہیں جن کی وجہ سے وہ اپنی صحت کو داؤ پر لگا رہا ہے۔تم سمجھاؤ اسے

Copyright by New Era Magazine

طلال۔"وہ خود متفکر دکھائی دیتے تھے۔اور وہ انکے ڈاکٹر تھے انکی پریشانی نے طلال کو بھی فکر مند کیا تھا۔بی بی جان کی آمد پر موضوع گفتگو بدل دیا گیا تھا۔

اسے لگتا تھا حسان احمد سے اسکی جذباتی وابستگی نہ ہونے کے برابر ہے۔اسے کوئی فرق نہیں پڑتا انکی زندگی میں جو ہوتا ہے اس کے لئے سب لا معنی ہے۔مگر جب سے انکی بیماری کا سنا تھا وہ بے کلی کا شکار تھا۔ماں باپ سے لاکھ گلے شکوے صحیح مگر خون اپنا اثر دکھاتا ہے۔اسے بھی انکی فکر تھی۔اگلی صبح وہ انکے آفس پہنچ چکا تھا۔اس دن کی منہ ماری کے بعد اس کی ان سے بات چیت بند تھی۔مگر فلحال وہ یہ بھی بھول گیا تھا اسے کسی بھی طرح انھیں بائی پاس کے لئے قائل کرنا تھا۔

آفس روم میں حسان کی جگہ شیزا کمال کو پا کر وہ جی بھر کر بدمزہ ہوا تھا۔جو اسے دیکھ کر چیئر کی پشت سے ٹیک لگائے بڑی ادا سے مسکرائی تھی۔

"پاپا کہاں ہیں؟"ناچار اسے اس سے پوچھنا پڑا تھا۔

"آج تو بڑے لوگ آئے ہیں۔پہلے پتہ ہوتا تو کوئی خاص ویلکم کیا جاتا۔"اپنی نشست چھوڑتی وہ اسکی طرف آئی تھی۔

"پاپا کہاں ہیں؟"دانتوں پر دانت جمائے وہ اپنا سوال دوہرا رہا تھا۔

"وہ بزنس کلائنٹ سے ملنے گئے ہیں۔تم چھوڑو انھیں مجھے تم سے کوئی ضروری بات کرنی تھی۔"ہائی ہیلز پر ٹخنوں سے اوپر آتے ٹراؤزر اور چست ڈریس شرٹ میں کھلے بالوں کے ساتھ وہ چلتی پھرتی قیامت لگتی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews
Copyright by New Era Magazine

"کب تک واپس آئیں گے۔" اسکی بات کو سرے سے نظر انداز کیے وہ موبائل سکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھا جہاں حسان کے نمبر پر کال تو جا رہی تھی مگر وہ ریسیو نہیں کر رہے تھے۔

"طلال آئی ایم سوری۔ میں شرمندہ ہوں اپنے کیے پر۔ میں نے یہ سب بس اس ضد میں کر دیا جو تمہارے انکار نے مجھے دلائی تھی۔ میں آج بھی صرف اور صرف تم ہی سے محبت۔۔۔" اسکا ہاتھ تھامے وہ جذباتی انداز میں کہہ رہی تھی جب اک زناٹے دار تھپڑ پوری شدت سے اسکے گال کی خبر لے گیا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر اس سے چند قدم دور ہوئی تھی۔ بکھرے بالوں اور چہرے پر رکھے ہاتھ کے ساتھ وہ ششدر سی اسے دیکھ رہی تھی۔

"اور کتنا گرو گی تم شیز اکمال۔ پہلے مجھ سے محبت کے دعوے اور شادی میرے باپ سے کر لی۔ اب میرے باپ کے نکاح میں ہوتے ہوئے تمہارے دل میں میری محبت پھر سے جاگ اٹھی۔۔۔۔ اتنی پستی میں گر کیسے سکتی ہو تم۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا ایک دفع پھر کہہ رہا ہوں اپنے اندر کی غلاظت کے ساتھ مجھ سے دور رہو۔ ورنہ اس بار میں بہت برا پیش آؤں گا۔" کراہت بھری نظروں سے اسے دیکھتا وہ اپنی بات مکمل کرتا سرعت سے وہاں سے نکل گیا تھا۔

اسی شام حسان احمد گھر آئے تھے اور بی جان کے سامنے خوب گرج کر گے تھے۔

Copyright by New Era Magazine

"تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی طلال شیز اپر ہاتھ اٹھانے کی؟" باپ بیٹا ایک دوسرے کے سامنے تن کر کھڑے ہو گئے تھے۔بی بی جان پریشانی سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں کہ ساری صورتحال سے وہ یکسر لا علم تھیں۔

"میں نے تھپڑ مارا یہ تو بتا دیا اس نے آپ کو۔کیوں مارا یہ نہیں بتایا؟" تیز آواز میں وہ بھی دوبدو بولا تھا۔بی بی جان بے یقینی سے اسکا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔

"سب بتا چکی ہے وہ مجھے۔تم جس بات کو وجہ بنا کر اب اس سے یہ سب برتاؤ کر رہے ہو میں سب جانتا ہوں۔مگر تمہیں زیب نہیں دیتی یہ سب حرکتیں۔مت بھولو کہ تمہارے باپ کی بیوی ہے وہ۔تمہاری ماں کی حیثیت رکھتی ہے۔"ماتھے کی ابھری رگوں کے ساتھ وہ شدید طیش کے عالم میں چلائے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کیا بتایا ہے میں بھی تو سنوں۔" اپنی بحث میں وہ تیسرے فریق کو بالکل بھول چکے تھے جو خوفزدہ نظروں سے اب بھی ان دونوں کو ہی دیکھ رہی تھیں۔

"تم نے اسے پرپوز کیا تھا جس کے لئے اس نے نہ کر دیا تھا۔اسی لئے اب تم اس سے اتنی خار کھاتے ہو۔" یہ کہتے ہوئے انکی سرخ رنگت کچھ اور بھی سرخی مائل ہوئی تھی۔طلال کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔بھینچی ہوئی مٹھیاں کھولے پہلی بار اس نے بی بی جان کی طرف رخ موڑ کر دیکھا تھا جو خود انگشت بدیداں تھیں۔

"یہ بکواس کی ہے اس نے آپ سے؟اور آپ نے مان لیا۔خیر میں کوئی صفائی نہیں دے رہا۔آپ کی آنکھوں پر اندھے اعتماد کی پٹی تو وہ باندھ چکی ہے اس کو اب وقت خود ہی کھولے گا

Copyright by New Era Magazine

۔مگر ایک بات سن لیں آپ بھی۔اس جیسی عورت پر میں تھوکنا بھی پسند نہ کروں پروپوز کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔"غصے میں کھولتے وہ آنکھوں میں چنگاریاں لئے کہہ رہا تھا۔

"طلال۔"حسان احمد آنکھوں میں لہو لئے اسکی جانب بڑھے تھے جب بی بی جان ان دونوں کے درمیان آکھڑی ہوئی تھیں۔

"رکو حسان۔میں بات کرتی ہوں طلال سے۔"طلال کے آگے تن کر کھڑے ہوتے وہ ہاتھ اٹھا کر حسان احمد کو روک گئی تھیں۔

"آپ کیا بات کریں گی بی بی۔یہ تربیت کی ہے آپ نے اسکی۔رشتوں کا کوئی پاس تک نہیں ہے اسکی نگاہوں میں۔باپ کو باپ تو پہلے بھی نہیں سمجھتا تھا۔مگر کم از کم اتنا تو خیال کرتا کہ وہ عورت ذات ہے عورت بھی وہ جو اس کے باپ کی عزت ہے۔"

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حسان احمد پہلی باریوں فاطمہ پر چلائے تھے۔وہ چپ رہی تھیں مگر پیچھے کھڑا طلال چپ نہیں رہ سکا تھا۔

"آپ کو کوئی حق نہیں ہے میری بی بی جان سے اس طرح بات کرنے کا۔آپ انکی تربیت پر سوال اٹھا رہے ہیں؟میں انکی ذمہ داری نہیں تھا۔میری تربیت کرنا آپ کا فرض تھا اپنے گریبان میں جھانکیں پھر کسی اور پر انگلی اٹھایئے گا۔"

وہ پوری قوت سے چلایا تھا۔حسان احمد نے جتاتی نگاہ فاطمہ بی بی پر ڈالی تھی۔

"طلال اب بس ایک لفظ بھی تمہارے منہ سے نہ سنوں میں۔"ایک تادیبی نگاہ پیچھے مڑ کر اس پر ڈالی تھی جو تیز ہوئے تنفس اور سرخ ہوئے چہرے کے ساتھ ضبط کرتے چپ کر گیا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"میں اسکے منہ نہیں لگنا چاہتا۔آپ سے کہہ رہا ہوں اسے اپنی زبان میں سمجھا لیں۔آئندہ یہ میرے آفس کی طرف نہ آئے ورنہ بہت برا ہو گا ۔"

انگلی اٹھا کر وارننگ دیتے وہ تن فن کرتے وہاں سے نکل گئے تھے۔

"کیا ہے یہ سب طلال؟"انکے جانے کے بعد وہ پر شکوہ نظروں سے اسے دیکھتی اسکی جانب مڑی تھیں۔

"بیٹھیں آپ میں سب بتاتا ہوں آپ کو۔"ایک گہرا سانس خارج کرتے طلال نے انکا ہاتھ تھام کر انھیں اپنے سامنے بٹھایا تھا۔اور پھر انھیں شروع سے آخر تک سب بتا دیا۔جس کے بعد وہ خود بھی پریشان ہو گئی تھیں۔

"تمہیں حسان کو سب بتا دینا چاہیے تھا۔اس طرح تو وہ پتہ نہیں کیا کیا کہتی رہے گی اسے اور وہ آنکھ بند کر کے یقین کرتا جائے گا۔"

"مجھے کوئی پرواہ نہیں بی بی جان۔کوئی کیا کہتا ہے کیا سوچتا ہے مجھے رتی برابر فرق نہیں پڑتا ۔آپ کو یقین ہے نا مجھ پر۔"

دھیمی آواز میں انکے ہاتھ پر دباؤ ڈالے وہ پوچھ رہا تھا۔

"تم میرے بیٹے ہو۔تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں میں بچے۔تمہارے کردار کی گواہی مجھے تم سے بھی نہیں چاہیے۔"اسکا گال نرمی سے تھپتھپائے وہ مسکرائی تھیں۔طلال کے دل کا ہر بوجھ ہلکا ہوتا چلا گیا۔

Copyright by New Era Magazine

"تھینک یو بی بی جان۔ میں بس آپکا بیٹا ہوں۔" انکے گلے لگتا وہ کسی بچے کی طرح انھیں بتا رہا تھا جو باقی کی پوری دنیا سے ناراضگی مول لے بیٹھا ہو۔

. . . .

اگلے کچھ دن تک سکون رہا تھا۔ وہ ہر چیز سے بالائے طاق پوری توجہ صرف اور صرف اپنی کمپنی لاؤنچنگ پر کیے ہوئے تھے۔ حسان احمد سے اس دن کے بعد اسکی کوئی بات نہیں ہوئی تھی اور اپنے بزی شیڈول میں وہ انکی بیماری کو بھی یکسر نظر انداز کیے ہوئے تھا۔ ویسے بھی اس دن وہ جس غصے میں اس پر چلا کر گئے تھے وہ اور بھی ان سے متنفر ہو چکا تھا۔

اس رات اچانک اسکا موبائل بجا تھا وہ نیند سے بیدار ہوا تھا۔ ساڑھے دس بجے کے وقت اسے ایک ان نون نمبر سے کال آ رہی تھی۔ سوئی جاگی سی کیفیت میں وہ کال ریسیو کر چکا تھا دوسری طرف روتی شیز اکمال تھی جو اسے حسان کی اچانک طبیعت بگڑنے کی اطلاع دے رہی تھی۔ وہ بے تحاشا روتی خوفزدہ لگتی تھی۔ اسکی ساری نیند بھگ سے اڑی تھی۔ تیزی سے بستر چھوڑتا وہ اسے جلد از جلد وہاں پہنچنے کی یقین دہانی کروا رہا تھا۔ وہ اسے بار بار تاکید کر رہا تھا وہ سرونٹس میں سے کسی کو بلا کر کسی طرح انھیں ہوسپٹل تک لے آئے مگر وہ صرف روئے جا رہی تھی ۔جوتے پہن کر وہ تیزی سے کمرے سے نکلا تھا سیڑھیاں اتر کر نیچے آتے وہ ایک پل کے لئے رکا تھا۔ ایک نظر بی بی جان کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا پھر جلدی سے آگے بڑھ گیا ۔آدھے گھنٹے کا راستہ اس نے تیرہ منٹ میں طے کیا تھا۔ گیٹ پر چوکیدار تک نہیں تھا۔ اسے

Copyright by New Era Magazine

حیرت ہوئی تھی۔ بیل پر شیزا خود باہر آئی تھی۔ بکھرے بالوں الجھے حلیے اور بے تحاشہ رونے سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ وہ سامنے کھڑی تھی۔

"پاپا کہاں ہیں؟"

"اندر بیڈروم میں۔"

وہ بھاگتا ہوا اندر کی جانب بڑھا تھا۔ بیڈروم میں آکر اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔ خالی بکھرا ہوا بیڈروم اسکا منہ چڑا رہا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل کی ہر شے زمین بوس ہو چکی تھی۔ بیڈ شیٹ کی حالت ابتر تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہاں دو لوگوں کے درمیان زور آزمائی کی گئی ہو۔ چند لمحے لگے تھے اسے سارا کھیل سمجھنے میں۔ اور پہلا جو احساس جاگا تھا وہ خود پر بے پناہ غصے کا تھا۔ وہ اتنی آسانی سے ٹریپ کیسے ہو سکتا تھا۔ سرعت سے مڑ تا وہ کمرے سے باہر نکلنا چاہ رہا تھا جب شیزا کمال نے آکر اسکا راستہ معدوم کر دیا تھا۔

"چہ چہ چہ کتنا ذہین سمجھتے تھے نا تم خود کو مگر نکلے سرے سے بیوقوف ہو۔ میرے چند آنسوؤں پر یقین کر بیٹھے تم۔" اسکی آنکھیں ابھی بھی بہہ رہی تھیں۔ شاید اس نے گلیسرین کا استعمال کیا تھا۔ مگر اسکے چہرے پر کمینگی بھری شاطر مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ طلال نے بڑی مشکل سے اپنے اندر ابلتے غصے کے وبال کو دبایا تھا۔

"ہر بار میں یہ سوچتا ہوں کہ اب اس سے زیادہ تم اور کتنی پستی میں گرو گی۔ یہ آخری حد ہے مگر ہر بار تم مجھے غلط ثابت کر دیتی ہو اور......اور بھی نیچے پاتال میں جا گرتی ہو۔ خیر مجھے اس بار کوئی شاک نہیں لگا۔ تم سے میں کچھ بھی توقع کر سکتا ہوں۔"

Copyright by New Era Magazine

وہ پر سکون لگتا تھا۔بس اسے جلد از جلد یہاں سے نکلنا تھا۔اب جب وہ اسکا پورا پلان سمجھ ہی چکا تھا تو مزید وہاں رکنا سراسر حماقت ہوتی۔

"ابھی گیا ہی کیا ہے۔اصل تماشا تو اب لگے گا۔یاد ہے طلال تم نے میرے کریکٹر پر انگلی اٹھائی تھی۔تم نے کہا تھا میں تمہارے لائق نہیں ہوں۔آج میں تم سے تمہارا وہی کریکٹر سرٹیفیکیٹ چھین لوں گی۔بڑا غرور ہے نا تمہیں خود پر۔آج کے بعد تم اپنے باپ تک کی نظروں میں گر جاؤں گے۔پھر سکون ملے گا مجھے۔"

آنکھوں سے نکلتے آنسوؤں کو پوروں پر چنتے وہ جلتی آنکھوں کے ساتھ بے ہنگم سے انداز میں ہنسی تھی۔

طلال کو اس پر غصے کے ساتھ ساتھ ترس بھی آیا تھا۔اپنی ضد اور انا میں وہ اپنی نسوانیت تک کو داؤ پر لگائے ہوئے تھی۔

"تمہیں کسی اچھے سائیکالوجسٹ کی ضرورت ہے۔پہلی فرصت میں جاؤ اور اپنا علاج کرواؤ۔اب آگے سے ہٹو مجھے جانا ہے۔"اس بار وہ غرایا تھا۔ساتھ ہی اسے سخت نظروں سے گھورا تھا جو دروازے کے بیچ و بیچ کھڑی تھی۔

"میری فکر مت کرو۔عنقریب تمہیں بھی ڈپریشن سے نکلنے کے لئے کاؤنسلنگ کی ضرورت پڑنے والی ہے۔اور اتنی جلدی بھی کیا ہے تمہیں اتنی محنت کی ہے میں نے کچھ دیر تو رکو۔میرا پلان کامیاب تو ہونے دو۔اتنے دنوں سے کتنے منصوبے بنائے ہیں اور پھر خود ہی انھیں غیر فعال قرار دیتی رہی ہوں۔مجھے ایک پرفیکٹ پلان چاہیے تھا۔ایک ہی وار میں تمہیں چاروں

Copyright by New Era Magazine

شا نے چت کرنا تھا۔اور پھر مجھے یہی راہ سجھائی دی۔یہ مشکل تو تھا مگر نا ممکن نہیں تھا۔مگر تمہاری جذباتیت اور باپ کے لئے سوئی ہوئی محبت کے جاگ اٹھنے نے تو اسے بہت آسان بنادیا "۔

"تم ہٹتی ہو یا۔۔۔" بھینچے ہوئے جبڑوں کے ساتھ اسکی آنکھوں سے نکلتے شعلے سامنے والے کو بھسم کرنے کی طاقت رکھتے تھے۔مگر سامنے کھڑی ہستی بھی اپنے نام کی ایک تھی۔جیت کے نشے میں مدہوش وہ بنا ڈرے نفی میں سر ہلاتے اسے اور طیش دلا گئی تھی۔بنا سوچ سمجھے طلال نے اسے پوری قوت سے بازو سے پکڑ کر پیچھے کی جانب دھکیلا تھا۔لڑکھڑا کر پیچھے ہوتے وہ سر کے بل گری تھی۔اسکا سر پوری شدت سے ماربل سے ٹکرایا تھا۔سر سے اٹھتی نا قابل برداشت ٹھیس نے اسے کراہنے پر مجبور کر دیا تھا۔تیزی سے اندر داخل ہوتے حسان احمد نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا جو کچھ دیر پہلے ہی شیز ا کی کال پر اپنا بزنس ڈنر چھوڑ کر اٹھ آئے تھے۔اسکی بات بھی تو کچھ ایسی تھی۔وہ کتنی خوش تھی یہ بتاتے ہوئے کہ طلال گھر آیا ہے اس نے اسے کھڑکی سے آتے دیکھا ہے۔ہو سکتا ہے وہ معافی مانگنے اور انہیں منانے آیا ہو ۔اور وہ بھی دل میں خوش گمانیاں لئے اٹھ بھاگے تھے۔مگر اب سامنے غیر ہوئی حالت کے ساتھ درد سے روتی بلکتی شیز ا تو کوئی اور ہی کہانی سنا رہی تھی۔

"طلال۔۔۔۔۔" وہ حلق کے بل پوری قوت سے چلائے تھے۔انکی دھاڑ پر وہ جو عجلت سے آگے بڑھنے کو تھا اپنی جگہ تھم سا گیا۔بے قصور ہوتے ہوئے بھی اسکے چہرے کا رنگ فق پڑا تھا ۔حسان احمد تیر کی تیزی سے نیچے گری کراہتی شیز ا تک پہنچے تھے۔جواب انکے سہارے اٹھ کر

Copyright by New Era Magazine

بیٹھ رہی تھی۔آنکھوں سے آنسو متواتر بہہ رہے تھے اور چہرے پر درد کی تحریر صاف رقم نظر آ رہی تھی۔اسکی اجڑی حالت اور طلال کا غیض و جلال بھرا جارحانہ انداز انھیں وہی افسانہ سنا رہا تھا جو شیزا چاہتی تھی۔

"حسان۔۔۔" دکھتے سر کو چھوڑ کر اب وہ انھیں دیکھتے بلبلائی تھی اور پھر بلند آواز میں روتی چلی گئی۔حسان احمد نے اپنے بازو پر دھرے اسکے سر کو تھپتھپاتے خون آلود نظروں سے بت بنے طلال کو دیکھا تھا۔جو انکے دیکھنے پر ہوش میں آیا تھا۔

"پاپا میری بات سنیں۔یہ سب پری پلانڈ تھا۔شیزا مجھے ٹریپ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔آپ اسکی کسی بات کا یقین مت کیجئے گا۔اس نے خود مجھے کال کر کے بلایا ہے آپ کی طبیعت خراب ہونے کا بہانہ بنا کر۔"

اس نے ساری عمر اپنے باپ کو اس قابل نہیں سمجھا تھا کہ اس سے کوئی بات کرے کجا کہ یوں وضاحتیں دینا۔وقت اور حالات نے اسے کس نہج پر لا کھڑا کیا تھا جہاں وہ اپنے کردار کا آئینہ اس شخص کی نگاہوں میں پاش پاش ہونے سے بچانا چاہتا تھا جسے خود ساری عمر ایک بد کردار شخص جانتے اور مانتے گزار دی تھی۔

اسکی بات پر شیزا نے زور زور سے سر نفی میں ہلاتے اپنا رونا جاری رکھا تھا بلکہ اس میں کچھ اور بھی تیزی آ گئی تھی۔اور تاریخ گواہ ہے کہ مرد ہمیشہ عورت کے آنسوؤں سے پگھل جایا کرتا ہے۔یہ آنکھوں سے گرتا نمکین پانی مرد کی عقل کا پردہ یوں دھندلا کرتا ہے کہ وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے لائق رہتا ہی نہیں ہے۔

Copyright by New Era Magazine

"یہ جھوٹ بول رہا ہے حسان۔ میں نے کوئی کال نہیں کی۔ یہ خود آیا ہے۔۔۔ یہ مجھ سے بدلا لے رہا ہے۔ آپ نہیں جانتے کتنا گرا ہوا ہے یہ۔ میں نے تو اسے آپ کا بیٹا سمجھ کر گھر میں داخل ہونے دیا تھا مگر اس نے اپنے اور میرے رشتے کے تقدس کا پاس بھی نہیں رکھا۔۔۔۔۔۔ شکر ہے آپ وقت پر آگئے ورنہ۔۔۔ میں آپ کا سامنا کرنے کے قابل بھی نہ رہتی۔"

آنسوؤں کے بیچ وہ بمشکل بول پارہی تھی۔ حسان احمد نے بھینچے ہوئے جبڑوں کے ساتھ اسکی بات سنی تھی۔

"بکواس بند کرو میں تمہیں جان سے مار دوں گا غلیظ عورت۔" تیر کی سی تیزی سے طلال شعلہ بار نگاہوں سے اسے گھورتا اسکی طرف لپکا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس تک پہنچ پاتا حسان احمد یک دم اٹھ کر کھڑے ہوئے تھے اور اسے پوری قوت سے دھکا دیا تھا۔ وہ جو اپنی ہی دھن میں آگے بڑھ رہا تھا لڑکھڑا کر کہیں قدم پیچھے ہوا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو اس وقت؟" سرسراتی آواز میں غضب کی تپش لئے وہ دھیمی آواز اور اجنبی لہجے میں پوچھ رہے تھے۔

"بتایا تو ہے آپ کو۔ اسی نے مجھے کال کی تھی آپ کی طبیعت بگڑنے کا کہہ کر بلایا ہے مجھے۔" وہی رک کر وہ انکو توجیہ پیش کر رہا تھا جسے اس کام سے سخت چڑ تھی۔

"تمہیں کب سے میری اتنی فکر ہونے لگی کہ ایک فون کال پر یوں آدھی رات کو بھاگے چلے آئے؟" وہ طنز کر رہے تھے۔ آنکھوں سے جھلکتی بے یقینی نے طلال کی سانسوں کی روانی میں

Copyright by New Era Magazine

خلل ڈالا تھا۔ شیز اکمال نے مسرور دل کے ساتھ بر ستی آنکھیں اٹھا کر سامنے لگا تماشہ دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ حسان کی پشت کے اس پار نظر آتا طلال کا چہرہ بے بسی بھرے غصے کا شکار ہونے لگا تھا۔

"آپ کو اپنے بیٹے پر یقین نہیں ہے۔" اسکی آواز میں کچھ ٹوٹنے کی چھنک سی تھی۔

"مجھے تم پر پورا یقین ہے طلال۔ تم ضد اور نفرت میں کسی بھی حد تک جا سکتے ہو۔ تم نے ساری عمر مجھ سے نفرت کرتے گزار دی اور اب شیز اتمہاری دشمنی کا شکار بن گئی۔ تم نے ساری زندگی مجھے خود سے دور رکھا اسی وجہ سے نا کہ تمہاری نظر میں، میں ایک کریکٹر لیس مرد تھا۔ مجھ سے بعض رکھتے رکھتے تم خود کیا بن گئے ہو طلال؟ تم تو مجھ سے بھی بد تر ثابت ہوئے ۔ تم نے رشتوں کے مان تک کو پامال کر دیا۔ جو بھی تھا جیسا بھی تھا میں تمہارا باپ تھا اور شیز ا تمہارے باپ کی بیوی تھی طلال۔ یہ ہے تمہارا وہ کردار جس کا تمہیں بڑا زعم تھا۔ یہ ہے وہ تربیت جو بی بی نے تمہیں دی اور جس پر تم اتراتے پھرتے تھے ۔"

انکے لفظوں میں جو زہر تھا اس نے اسکے پورے وجود کو نیل و نیل کر دیا تھا۔ حسان کے پر جلال چہرے پر دکھ کا سایہ سا لہرایا تھا۔

"میرا دل کر رہا ہے میں تمیں جان سے مار دوں۔ مگر میں خود میں اتنی ہمت بھی نہیں پا رہا۔ تم میرے بیٹے تھے طلال۔ دور تھے یا پاس مگر میرے لئے اہم تھے۔ میں تمہیں بتا نہیں پایا کبھی مگر میرے لئے تم خاص تھے۔ میری اکلوتی اولاد تھے تم۔ میں تمہیں دیکھ کر خوش ہوا کرتا تھا ۔ تم بھلے مجھ سے اکھڑے اکھڑے رہتے تھے مگر تمہاری تربیت اچھے ہاتھوں میں ہوئی یہ بات

Copyright by New Era Magazine

مجھے سکون دیا کرتی تھی مگر آج تمہاری ذات سے ملا یہ واحد سکون بھی چھین لیا تم نے مجھ سے ۔دفع ہو جاؤ یہاں سے اس سے پہلے کہ میں اپنا آپہ کھودوں اور کچھ بہت غلط ہو جائے تم میری آنکھوں سے بہت دور چلے جاؤ۔"

نم آنکھوں اور ساخت لہجے سے کہتے انکی آواز بھی بھرائی ہوئی لگتی تھی۔طلال نے دنگ ہوئی حالت سے انکو دیکھا تھا۔وہ پہلی بات یوں اس سے اپنی لگاوٹ کا اظہار کر رہے تھے مگر کس وقت پر کر رہے تھے اسکے دل میں کسک پیدا ہوئی تھی۔پیچھے بیٹھی شیز اکمال کہیں منظر سے غائب ہو گئی تھی۔

"پاپا۔۔۔"

"میں نے کہا نکل جاؤ یہاں سے۔نکلو۔"پوری قوت سے چلاتے انہوں نے سرعت سے آگے بڑھ کر اسے دھکا دیا تھا۔

"یہ جھوٹ بول رہی ہے۔"کمزور سی آواز میں وہ اتنا ہی کہہ سکا تھا۔اس نے ساری زندگی خود کو یہی سمجھایا تھا سامنے کھڑا شخص اسکے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا۔مگر آج ان لمحوں میں ان آنکھوں میں تیرتا دکھ اور افسوس بھرا پانی اس کو بے کل کر رہا تھا۔

"مزید ایک لفظ نہیں۔میں نے کہا نکل جاؤ یہاں سے۔"وہ اسے ایک اور دھکا پیچھے کی جانب دیتے چلائے تھے۔اس نے جواب میں کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔ہر دھکے کے ساتھ وہ لڑکھڑاتا ہوا اور پیچھے ہوتا جا رہا تھا۔

"میں آپ جیسا نہیں ہوں۔نہ میری تربیت میں کوئی کھوٹ باقی رہی ہے۔"

Copyright by New Era Magazine

مدھم آواز میں اس نے وہ دکھ کم کرنا چاہا تھا جسکا شکار اسکا باپ ہو رہا تھا۔اسے اس بیمار دل کی پرواہ تھی جو اس وقت حد درجہ رنجیدہ ہوا تھا۔

اسکی پشت دروازے سے لگی تھی۔حسان احمد نے غم و غصے کی ملی جلی کیفیت میں اسے دیکھا تھا ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھولتے وہ حقارت سے منہ موڑ چکے تھے۔

"میں کہیں نہیں جا رہا جب تک آپ میری بات کا یقین نہیں کر لیتے۔"زور سے سر کو نفی میں ہلاتا وہ ضدی لہجے میں بول رہا تھا۔حسان احمد کا ضبط جواب دے گیا تھا۔انکا ہاتھ اٹھا تھا اور پوری شدت سے اسکے گال پر اپنی چھاپ چھوڑتا چلا گیا۔

"تمہیں سمجھ نہیں آ رہی میری بات۔میں نے کہا نکلو یہاں سے۔مجھے نہ تو کچھ کہنا ہے اور نہ ہی سننا۔مجھے کوئی انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور مت کرو۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اسکا گریبان پکڑ کر وہ اسے باہر دھکیل چکے تھے۔ایک آخری کراہیت بھری نگاہ اس پر ڈالی گئی تھی۔دروازہ ٹھاہ کی آواز کے ساتھ بند ہوا تھا۔اور اسی وقت آسمان پر بجلی سی کوندی تھی، بادل زور سے گرجے تھے۔طلال حسان کو ان لمحوں باہر برستی موسلادھار بارش کی بھی پرواہ نہیں رہی تھی جو اسے چند ہی پلوں میں پورے کا پورا بھگا چکی تھی۔

چہرے پر بہتے بارش کے پانی میں چند نمکین قطرے بھی شامل ہوتے چلے گئے تھے۔گہرے سانس لیتے وہ جو چند قدموں کے فاصلے پر کھڑا تھا دروازے کے قریب ہوا۔اسکے ہاتھ زور زور سے دروازہ پیٹ رہے تھے۔

Copyright by New Era Magazine

"میں آپ جیسا نہیں ہوں پاپا۔سنا آپ نے۔۔۔نہیں ہوں آپ جیسا۔میں نے اپنی کوئی حد پار نہیں کی۔میں نے کچھ ایسا نہیں کیا جس سے میرے کردار پر انگلی اٹھے۔میں نے ساری زندگی خود کو یہ بار بار جتایا ہے کہ مجھے آپ جیسا نہیں بننا۔آپ جیسا نہیں ہوں میں سنا آپ نے۔"اسکی صاف شفاف ہتھیلیاں اس قدر شدت سے دروازہ پیٹنے پر سرخ پڑ گئی تھیں۔حلق کے بل چلاتے ہوئے اسکے گلے میں خراشیں پڑ گئی تھیں۔وہ جانتا تھا اس گھر کی ساؤنڈ پروف دیواریں اسکی آواز کا گلا گھونٹ دیں گی مگر وہ پاگلوں کی طرح پھر بھی چلا رہا تھا۔تب تک چلاتا رہا تھا جب تک اچانک سے کہیں سے وارد ہونے والے واچ مین نے آکر اسے زبردستی وہاں سے پیچھے نہیں ہٹایا تھا۔ایک جھٹکے سے اس کی گرفت سے خود کو آزاد کرواتا وہ تیز رفتاری سے بیرونی دروازہ عبور کر گیا تھا۔اسکی گاڑی ابھی بھی باہر روڈ پر کھڑی تھی۔ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے اس نے زور سے اپنا ہاتھ اسٹیرنگ پر مارا تھا۔ماتھے پر چپکے بالوں کو دونوں ہاتھوں میں سختی سے جکڑے پیچھے کرتے اس نے گاڑی سٹارٹ کی تھی۔بارش اب بھی برس رہی تھی۔اور ایک طوفان وہ اپنے اندر لئے پھر رہا تھا۔

....

دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوئی تھیں۔کمرے میں گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔دیوار پر ہاتھ مار کر لائٹس جلاتے انہوں نے تیزی سے نگاہ بستر کی جانب کی تھی اور پھر انکی نظریں وہیں تھم سی گئی تھیں۔دل جیسے کسی گہری کھائی میں گرتا چلا گیا۔وہ بے چینی بے وجہ تو نہیں تھی۔اسکی تکلیف ہمیشہ اس تک آنے سے پہلے انھیں اپنا پتہ بتا دیا کرتی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

منظر ایک بار پھر سے وہی تھا۔فرق صرف یہ تھا اب وہ نو سال کا بچہ نہیں تھا وہ چوبیس سالہ جوان جہان مرد تھا مگر آج بھی ویسے ہی اکڑوں حالت میں بیٹھا تھا۔اسکا چہرہ آج بھی جھکا تھا ۔انکے آنے اور لائٹ جلنے پر بھی اس نے سر نہیں اٹھایا تھا۔گود میں دھرے دائیں ہاتھ پر سرخ سیال مادہ جما ہوا لگتا تھا۔بی بی جان کا دل کسی نے مٹھی میں لے کر بے دردی سے بھینچ ڈالا تھا ۔وہ اسکی جانب بڑھی تھیں۔اسکے پہلو میں گرے ٹوٹے گلاس کے ٹکڑے انکے جوتے کے نیچے آتے مدھم سا احتجاج کر گئے تھے۔

"طلال۔۔۔۔" اسکے سیاہ بکھرے بالوں سے ڈھکے سر پر ہاتھ رکھتے جھک کر وہ بغور اسکا چہرہ دیکھنے کی سعی کر رہی تھیں۔اس نے چہرہ اٹھایا تھا۔سرخ ستا ہوا چہرہ،لال انگارہ ہوئی آنکھیں اور چہرے پر سوکھے آنسوؤں کے نشان۔وہ متوحش نہ ہوتیں تو کیا ہوتیں۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟" ڈوبتے دل کے ساتھ اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما تو پتہ چلا جیسے دہکتی آگ کو چھو لیا ہو۔وہ خالی خالی نظروں سے انھیں دیکھ رہا تھا جو اب اسکا زخمی ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے چہرے پر درد کے تاثرات لئے جانچ رہی تھیں۔اسکے ہاتھ میں کانچ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ابھی بھی پیوست تھے۔زخم گہرا لگتا تھا۔

"یہ کیا کیا تم نے؟ادھر دیکھو میری طرف۔کچھ پوچھ رہی ہوں تم سے۔" وہ صدمے بھری آواز میں اس پر خفا ہو رہی تھیں۔جب وہ بنا کچھ بھی کہے انکے گلے لگتا انھیں اور بھی پریشان کر گیا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"طلال۔ کیوں ماں کو یوں تنگ کر رہے ہو بچے۔ کچھ بتاؤ تو سہی۔ یہ چوٹ کیسے لگی اور تم ایسے کیوں بیٹھے ہو۔" اسکی پشت سہلاتے وہ بے بس ہوئی تھیں۔

"پاپا کو لگتا ہے میں ان جیسا ہوں۔ آپ جا کر بتائیں انھیں میں ان جیسا نہیں ہوں۔ میں بد کردار نہیں ہوں۔ میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔" اسکی زکام زدہ سی مدھم آواز اور مبہم انداز انھیں کچھ بھی سمجھنے نہیں دے رہا تھا۔

"آپ کو یقین ہے نا مجھ پر؟۔ کیا آپ کو بھی لگتا ہے میں خائن ہوں۔ مجھے رشتوں کے تقدس کا خیال نہیں ہے۔ کیا آپ کو بھی لگتا ہے بی بی جان میں اپنے باپ کے نکاح میں لی گئی عورت پر بری نگاہ رکھ سکتا ہوں؟"

وہ شاید رو رہا تھا۔ اسکے لفظوں نے انھیں دنگ کر کے رکھ دیا تھا۔ کتنی دیر تو وہ کچھ بولنے کی پوزیشن میں بھی نہیں رہی تھیں۔

"میری طرف دیکھو طلال۔ کیا کہا ہے حسان نے تم سے؟ مجھے پوری بات بتاؤ۔" اسے زبردستی خود سے الگ کرتے اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ مستحکم لب و لہجے میں پوچھ رہی تھیں ۔ بھیگی پلکوں کی جنبش رک سی گئی تھی۔ ساکت وجود کے ساتھ صرف اسکے لب ہلتے محسوس ہو رہے تھے۔ کسی روبوٹ کی طرح وہ انھیں سب بتاتا چلا گیا تھا۔ وہ کب کا خاموش ہو گیا تھا ۔ مگر بی بی جان نے جواب میں ایک لفظ تک نہ کہا تھا۔ وہ خموش نظروں سے اسکا چہرہ دیکھتی رہی تھیں۔ اور انکی خاموشی نے اس کے اندر ایک ہیجان سا برپا کر دیا تھا۔ وہ تیر کی تیزی سے

Copyright by New Era Magazine

انکے پاس سے اٹھا تھا۔بی بی جان حیران وپریشان سی اسے دیکھ رہی تھیں جواب اپنی وارڈروب کی درازیں کھنگال رہا تھا۔اپنالاکر کھول کر دیکھتا وہ بے بس سا لگ رہا تھا۔

"تم جو ڈھونڈ رہے ہو وہ یہاں نہیں ہے۔میں نے تمہاری پسٹل یہاں سے نکال لی تھی۔"ان کی مطمئین آواز پر اس نے چہرہ اٹھا کر لب کھولتے ایک گہرا سانس خارج کیا تھا۔کچھ دیر بعد وہ پلٹا تھا اور سست روی سے چلتا واپس اپنی جگہ بیٹھا۔

"میں اسے مار دینا چاہتا ہوں۔"سر سراتی آواز میں کہتا وہ کچھ بھی کر گزرنے کا تہیہ کیے بیٹھا تھا۔

"تم ایسا کچھ نہیں کروگے۔سنا تم نے طلال۔کچھ نہیں کروگے تم۔"اسکا کندھا زور سے پکڑتے انہوں نے اسکا رخ اپنی جانب موڑا تھا۔لہجے میں سختی اور ناگواری کے ساتھ ساتھ ایک خوف کی کیفیت بھی تھی۔وہ ساکت بیٹھا نیچے قالین کو گھورتا رہا تھا۔

"اللہ پر چھوڑدو سب۔وہ بہتر منصف ہے۔"انکی بات پر اس نے پوری شدت سے سر کو نفی میں ہلایا تھا۔

"ہوگا مگر میرے لئے نہیں ہے۔میرے لئے تو وہ میرا اللہ ہی نہیں ہے۔"کہتے ہوئے اسکی آواز میں ناراضگی تھی۔بی بی جان نے دہل کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

"نہ کیا کرو ایسی باتیں۔مجھے خوف آتا ہے۔"وہ چپ رہا تھا۔

"اٹھو ہم ہوسپٹل جارہے ہیں۔بخار سے تپ رہے ہو تم اور یہ زخم۔اس کے لئے میں تمہیں معاف نہیں کروں گی۔"

Copyright by New Era Magazine

بہت دیر بعد انکی آواز گونجی تھی۔ وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھنے کا کہہ رہی تھیں۔ آواز میں ناراضگی نمایاں تھیں۔ طلال نے پلکیں اٹھائی تھیں۔ ان نظروں میں کہیں سوال مچل رہے تھے۔ بی بی جان گہری سانس بھر کر رہ گئیں۔ اور پھر انہوں نے کہا تھا۔

"تمہاری غلطی ہے۔" وہ بے یقینی سے انھیں دیکھنے لگا۔ یہ وہ کہہ رہی تھیں؟ بجھی آنکھوں میں جلتا آس کا آخری دیا ٹمٹمانے لگا تھا۔

"یہ تمہاری غلطی ہے طلال تم وہاں اکیلے گئے۔ نہیں جانا چاہیے تھا۔ مجھے ساتھ لے جاتے نہیں تو بتا کر چلے جاتے۔ تمہاری جلد بازی نے تمہیں پھنسایا ہے۔ تم کم از کم حسان کے نمبر پر ایک کال ہی کر لیتے۔ تم جانتے تھے وہ عورت کیسی ہے۔ اتنی بے وقوفی کی امید نہیں تھی تم سے۔ تمہاری جذباتیت نے اس عورت کو شہ دی ورنہ یہ سب نہ ہوتا۔"

وہ اسے سرزنش کر رہی تھیں، غصہ ہو رہی تھیں اور طلال حسان کے چہرے پر چھائے حزن کے بادلوں میں تبسم کی کرن نمودار ہوئی تھی۔ جسم سے نکلتی جان میں اب جان سی آتی جا رہی تھی۔ زندگی میں کوئی ایک ایسا ہوتا ہے جس کا ساتھ، یقین اور اعتماد زندگی موت کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ اور اس کی زندگی میں وہ ایک ہستی فاطمہ تھیں۔

"عجیب بات ہے نا بی بی جان آپ کو یقین آگیا مجھ پر مگر میرے سگے باپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں تھا۔ آپ صحیح کہتی ہیں میری غلطی ہے۔ پر آپ کو بتاؤں بی بی جان مجھے کل رات پہلی بار احساس ہوا اگر پاپا کو کچھ ہوا تو مجھے کتنی تکلیف ہو گی۔ میں نے ساری عمران سے اختلاف کیا ہے

Copyright by New Era Magazine

،مجھے وہ اچھے بھی نہیں لگتے مگر پھر بھی انکی بیماری کا سن کر میں خود کو روک نہیں پایا۔"تیز ہوتے تنفس کو قابو کرنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ بول رہا تھا۔

"ماں باپ سے محبت اک فطری امر ہے۔ تمہیں تکلیف ہوئی یہ اچنبھے کی بات نہیں ہے،نہ ہوئی ہوتی یہ لمحہ فکریہ ہوتا۔اپنا بویا سب کاٹتے ہیں طلال۔اس جہان نہیں تو اس جہان مگر ہمارا کیا سامنے آ کر رہتا ہے۔میں تمہیں بتاؤں حسان کو کس بات نے تم پر یقین کرنے سے روکا ؟۔۔۔۔اسکی اپنی فطرت نے۔اسے لگا ہو گا اس کا کیا آج اس کے سامنے آ کھڑا ہوا ہے سود سمیت اور بھی بھیانک روپ اختیار کر کے۔اسے اپنے کیے پر کبھی کوئی ملامت نہیں ہوئی مگر تمہیں اپنے ہی جوتوں میں پاؤں ڈالے کھڑے دیکھ کر اسے دکھ ہوا جانتے ہو کیوں؟ باپ برا بھی ہو تو کبھی نہیں چاہتا بیٹا اس برائی کے نقش قدم پر چلتا اسکے گناہوں کی گٹھری کے ساتھ اپنی پوٹلی لا رکھے۔وہ احساس ندامت اسکے کندھے جھکا دیتا ہے۔"وہ سانس لینے کو رکی تھیں ۔طلال کے جلتے دل پر وہ الفاظ آج بھی کسی مرہم کی سی تاثیر رکھتے تھے۔

"رہی میں۔۔۔تو میں تمہیں جانتی ہوں۔تم میرے بیٹے ہو؟اور تم کیا ہو یہ مجھے کسی اور سے جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔مجھے پتہ ہے میرا بیٹا کیا کر سکتا ہے اور کیا نہیں۔اب اٹھو ورنہ ایک آدھ تھپڑ آج کھا ہی لو گے مجھ سے۔"اسکے سامنے سے اٹھتے وہ اسکا ہاتھ کھینچ کر اسے کھڑا کر رہی تھیں۔اس بار وہ شرافت سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔کمرے سے باہر نکلتے ہوئے وہ مسلسل اسے ڈانٹ رہی تھیں۔مقصد صرف اسکا دھیان بٹانا تھا اور طلال حسان نے ہر زہریلی سوچ کو

Copyright by New Era Magazine

جھٹک کر انکی کوشش کو کامیاب بنانے کی سعی کی تھی۔اسکے روم کی گلاس ونڈو سے باہر پھیلتا ملگجا سا اجالا رات کی تاریکی کو نگلنے کی تیاری کر رہا تھا۔

. . . .

اس رات کو گزرے آج پانچویں رات تھی۔زخم گہرا ہونے کے باعث اسکے ہاتھ پر ٹانکے آئے تھے۔بخار اتر چکا تھا مگر بی بی جان اسے ایک پل کے لئے بھی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیا کرتی تھیں۔وہ ایک مشکل دور سے گزر رہا تھا۔وہ جانتی تھیں اور اسے اس سے نکالنا کیسے ہے انھیں یہ بھی معلوم تھا۔

اسے نیند نہیں آتی تھی۔ڈاکٹر نے اس کے لئے نیند آور گولیاں تجویز کی تھیں۔مگر وہ بھی اپنا اثر بڑی مشکل سے دکھاتی تھیں۔اسے سوتا جان کر بی بی جان کمرے سے باہر نکلی تھیں۔کچھ ہی دیر بعد وہ بیدار ہو چکا تھا۔خالی الذہنی سے چھت کی سیلنگ کو گھورتے اسکی آنکھوں میں دبے دبے غصے کے ہلکورے اب بھی دکھائی دیتے تھے۔موبائل کی بیپ پر اس نے اسکے انہماک کو توڑا تھا۔ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھایا۔ماتھے پر پڑے بل کچھ اور بھی گہرے ہوئے تھے۔وہ اٹھ کر بیٹھا تھا۔حسان احمد کی کال؟؟؟وہ بھی اس وقت۔اسکا غصہ کچھ اور بڑھا تھا۔ہونٹ بھینچ کر اس نے کال کاٹی تھی۔موبائل کی سکریں ویران ہوئی تھی مگر اگلے ہی چند پلوں میں وہ پھر سے جگمگا رہی تھی۔اس نے کال کاٹی۔اک بار۔۔۔۔دوسری اور پھر سہ بار۔بلا آخر اس نے موبائل ہی پاور آف کر دیا تھا۔بستر پر اوندھے منہ گرتے اس کا وجود اشتعال کی آگ میں بری طرح سلگ رہا تھا۔اچھی خاصی ٹھنڈ میں بھی وہ پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔لحاف اتار کر پرے پھینکتے

Copyright by New Era Magazine

اس نے بیڈ سائیڈ پر رکھا پانی کا گلاس ایک ہی سانس میں پورا حلق سے نیچے انڈیل دیا تھا۔ شرٹ اتار کر اے سی آن کرتے وہ یوں ہی سرہانے میں منہ دیے لیٹ گیا تھا۔ نجانے کس پہر نیند کا غلبہ طاری ہوا تھا۔ جس کے بعد اسکی آنکھ صبح پانچ بجے کھلی تھی۔ پچھلی پانچ راتوں میں وہ اتنی دیر آج سویا تھا۔ اسکا پورا جسم ٹھنڈا پڑ رہا تھا۔ کمرے میں خنکی سی پھیلی ہوئی تھی۔ اے سی بند کرتے اس نے شرٹ پہنی تھی۔ بی بی جان اگر آ جاتی تو اسے اچھی خاصی سننی پڑتی۔ لحاف اوڑھ کر اسکی نظر موبائل پر گئی تھی۔

موبائل آن کیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں اسے ڈاکٹر فیصل کا میسج ریسیو ہوا تھا۔

"حسان کی حالت تشویشناک ہے۔ تم ہوسپٹل آ جاؤ۔"

اس تحریر کو اس نے کہیں بار پڑھا تھا۔ اور پھر وہ ساری خفگی ساری ناراضگی بھول بیٹھا تھا۔ تیز تیز انگلیاں چلاتے ڈاکٹر فیصل کا نمبر ڈائل کیا تھا مگر وہ کال ریسیو نہیں کر رہے تھے۔

بستر سے نکلتے ہوئے اس نے پاؤں میں جوتے ڈالے تھے۔ تیزی سے سیڑھیاں اترتا وہ نیچے آیا تھا۔ بی بی جان کے کمرے کا دروازہ ابھی بند تھا۔ راضیہ ابھی ابھی کچن میں داخل ہوئی تھی۔

"میں کچھ دیر تک واپس آتا ہوں۔ بی بی جان کو بتا دینا۔"

باہر کی طرف بڑھتے اس نے مطلع کیا تھا۔

جس گھڑی وہ ہوسپٹل کی پارکنگ میں گاڑی کھڑی کر رہا تھا۔ آسمان سے گرے سیاہی کے پردے مدھم پڑ رہے تھے۔

Copyright by New Era Magazine

ریسیپشن سے انفولیتا وہ آگے بڑھا تھا۔اسکا رخ آئی سی یو کی جانب تھا۔جب اس نے ڈاکٹر فیصل کو اندر سے نکلتا دیکھا۔وہ بھی اسے دیکھ چکے تھے۔اس کے قدم روکنے پر وہ خود ہی اسکی طرف بڑھے تھے۔اسکے قریب آتے اسکا شانہ تھپتھپایا تھا۔

"کل رات زندگی میں پہلی بار حسان کو بچوں کی طرح بلکتے دیکھا تھا میں نے۔مجھے ہمیشہ وہ بڑا بے حس اور خود غرض سا لگتا تھا مگر رات انتہائی تکلیف کے عالم میں،میں نے اسے تمہارے لئے گڑگڑاتے دیکھا ہے۔اسے تم سے بہت محبت تھی طلال بس اسے بتانا نہیں آیا،جتانا نہیں آیا۔اور جب وہ تمہیں بتانا چاہتا تھا تب تم سننے کو تیار نہیں ہوئے۔"وہ دلگرفتہ سے بول رہے تھے۔آنکھوں کے کونے نم سے لگتے تھے۔طلال کچھ بول ہی نہ سکا۔کچھ اجنبی سا احساس تھا جو اس کے گرد گھیرا تنگ کرتا جا رہا تھا۔اتنا تنگ کے سانس اٹک رہی تھی۔وہ یک ٹک بنا پلکیں جھپکائے انھیں دیکھ رہا تھا۔

"تم نے دیر کر دی آنے میں زیادہ نہیں بس دس منٹ کی دیر۔کاش تم دس منٹ پہلے آ جاتے۔اس نے بھی شاید تمہارے آنے کی امید چھوڑ دی تھی۔وہ چلا گیا ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔میں پیپر ورک کلئیر کرواتا ہوں۔"

اسکا شانہ تھپک کر وہ آگے بڑھ گئے تھے اور وہ بت بنا وہیں کھڑا رہا تھا۔قدم اٹھنے کو تیار نہیں تھے۔آنکھوں کی پتلیاں پھیلتی چلی گئیں۔اسے یاد آیا تھا اس نے کال کاٹ دی تھی۔ایک بار نہیں چار بار اور آخر اس نے موبائل بند کر دیا تھا۔رابطہ ختم ہوا تھا مگر اسے کیا پتہ تھا وہاں

Copyright by New Era Magazine

سانسیں ختم ہورہی تھیں۔دکھ بڑا تھا یا کسک بڑی تھی۔فیصلہ مشکل تھا۔مگروہ دونوں مل کر اسے نیم جان کر گئے تھے۔

. . . .

میت آبائی گھر لائی گئی تھی۔شیز اکمال نہیں آئی تھی وہ منظر سے غائب تھی۔گھر کے ملازموں سے پتہ چلا تھا اسی صبح ان دونوں میں کسی بات کو لے کر جھگڑا ہوا تھا۔جس کے بعد شیز اکمال کو دھکے دے کر حسان نے گھر سے نکالا تھا مگر طلال کو اب کسی بات میں کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔اسکا اپنا افسوس ہی حد سے سوا تھا۔اگلے کہیں دن تک گھر کی فضا سوگوار رہی تھی۔بی بی جان اس کے سامنے رویا بھی نہیں کرتی تھیں۔اور طلال اسے جیسے چپ سی لگ گئی تھی۔
بزنس لاس میں میں جا رہا تھا۔بینک سے لان لیا گیا تھا یہاں تک کہ انکا بنگلہ بھی گروی رکھا ہوا تھا۔ سبھی خساروں کی بھرپائی کے بعد انکی چھوڑی وصیت کے مطابق اس میں شیز اکمال کے لئے کچھ نہیں رکھا گیا تھا۔وکیل کے مطابق اپنی موت کی صبح انہوں نے طلاق کے پیپرز تیار کرنے کو کہا تھا۔تو یقیناً وہ ساری سچائی جان گئے تھے۔
شیز اکمال جتنا کچھ سمیٹ چکی تھی وہ لے کر دبئی شفٹ ہو گئی تھی۔وہاں کتنے سالوں تک ایک بزنس مین کے ساتھ اسکے روابط رہے تھے۔اسکے بارے میں اکثر خبریں طلال تک پہنچتی رہتی تھیں۔اسکا گھولا زہر چاہ کر بھی طلال کی رگوں سے نکل نہیں پایا تھا۔

. . . .

Copyright by New Era Magazine

. . . .

گھر کی فضا بوجھل سی رہنے لگی تھی۔ طلال بی بی جان سے زیادہ دیر ناراض نہیں رہ سکتا تھا حالانکہ وہ سارہ والی بات پر خفا ہوا تھا۔ وہ اب زیادہ تر سارہ کے بارے میں باتیں کیا کرتی تھیں جو وہ چپ چاپ سن لیا کرتا تھا۔ سارہ بی بی جان سے رابطے میں تھیں اور انہوں نے وعدہ کیا تھا وہ طلال کے دل میں موجود رنجش کو ختم کرنے کی پوری کوشش کریں گی۔

وہ اسٹڈی روم میں تھا جب اسے سارہ کی کال موصول ہوئی تھی۔ انکی آواز سنتے ہی اسے تیوری چڑھی تھی۔

"کیوں کال کی ہے؟" بنا لگی لپٹی رکھے وہ انتہائی روکھے انداز میں پوچھ رہا تھا کہ کچھ دیر تک دوسری جانب خاموشی چھا گئی تھی۔

"تم سے بات کرنے کے لئے۔" انکی آواز میں جھجک سی تھی۔

"ضرورت نہیں ہے۔ جیسے اتنے سال آپ کو توفیق نہیں ہوئی اب بھی یہ زحمت گوارہ مت کریں۔ اور آئندہ برائے مہربانی مجھے کال مت کیجئے گا۔" تیز آواز میں جلد بازی سے کہتا وہ کھٹاک سے کال کاٹ چکا تھا۔ ماتھے پر بلوں کا ڈیرہ جم چکا تھا۔ اگلے چند لمحوں میں وہ بی بی جان کے کمرے میں کھڑا تھا۔

"آپ نے میرا نمبر دیا ہے انھیں؟"

آنکھیں موند کر لیٹی بی بی جان کو اسکے خفا لب و لہجے پر قطعی کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی۔

"ہاں۔" آنکھیں کھول کر یک لفظی جواب دیا۔

Copyright by New Era Magazine

"لیکن کیوں؟" وہ مزید خفا ہوا تھا۔ ماتھے کی سلوٹیں گہری ہوئی تھیں۔

"وہ تمہاری ماں ہے۔" انکے اطمینان میں رتی برابر فرق نہیں آیا تھا۔ وہ کندھے جھٹک کر استہزائیہ مسکرایا۔

"جیسے آپ کے کہنے سے میں مان لوں گا۔" نگاہیں موڑ کر وہ بے نیازی سے کہہ رہا تھا۔ ضدی انداز لئے جو انکے لئے کم از کم مختص نہیں تھا۔

"اور جیسے تمہارے نہ ماننے سے یہ حقیقت بدل جائے گی۔" اسی کے انداز میں جواب لوٹایا گیا تھا۔ اسکی آنکھوں میں خفگی کے رنگ کچھ اور گہرے ہوئے تھے۔

"اب آپ ایسے کریں گی میرے ساتھ؟"۔ وہیں دروازے کے پاس کھڑا وہ شکایت کر رہا تھا۔

"اور تم جو میرے ساتھ کر رہے ہو وہ کیا ہے؟ ماں کی اتنی سی بات نہیں مان سکتے۔" انہوں نے بھی جذباتی داؤ کھیلا تھا۔

"ہاں تو میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں کہ میری ماں صرف آپ ہیں۔ آپ ہی نہیں سمجھ رہیں بس۔" وہ لفظ پکڑنے میں ماہر تھا۔ بی بی جان نے تاسف سے اسے دیکھا۔

"کہنے سے جو سچ ہے وہ بدل نہیں جائے گا۔ میں غاصب نہیں بن سکتی۔ جو بھی ہے بھلے میں تمہیں کتنی ہی محبت کر لوں مگر یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ تمہاری سگی ماں سارہ ہی ہے۔ تم پر پہلا حق بھی اسی کا ہے۔" وہ جانتی تھیں یہ بات اسے تکلیف دے گی مگر یہ ضروری تھا تا کہ وہ اور خود کو اور سارہ کو تکلیف نہ دے۔

Copyright by New Era Magazine

"تو اب آپ سگی سوتیلی کے سبق پڑھائیں گی مجھے۔ٹھیک ہے۔کر لیں آپ بھی میرے ساتھ ایسا۔مگر یہ بھی سن لیں میں نے انھیں صاف صاف کہہ دیا ہے آئندہ مجھے کال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اور اگر ان میں ذرا سی بھی اخلاقی حس باقی ہوئی نا تو آئندہ وہ ایسا بالکل نہیں کریں گی۔"ہٹ دھرمی سے کہتا وہ واپس مڑا تھا۔بی بی جان نے اسکی پشت کو افسوس بھری نظروں سے دیکھا تھا۔

دروازہ بند کرتے وہ برے موڈ میں کمرے سے نکلا تھا۔اسی طرف آتی مقدس نے اس کے تنے ہوئے چہرے کو دیکھ کر اپنے قدم روکے تھے۔اسے نظر انداز کرتے وہ تیزی سے آگے کی جانب بڑھ گیا تھا۔قدموں کا رخ باہر کی جانب جاتی راہداری کی جانب تھا۔

"کہاں جا رہے ہیں؟"وہ اسکی پشت دیکھتی پوچھے بنا نہ رہ سکی تھی۔وہ رکا اور اسکی جانب مڑا۔

"بھاڑ میں جا رہا ہوں۔تم نے ساتھ چلنا ہے؟"شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھتے اس کے منہ سے بھی انگارے ہی نکلے تھے۔مقدس نے خفیف سے انداز میں اسے گھورا تھا۔

"نہیں آپ جائیں۔میرا ٹیسٹ اتنا برا نہیں کہ ایسی ویسی جگہوں پر جاتی پھروں۔"کندھے اچکا کر پر سکون انداز میں اسے جواب دیتے وہ آخر میں مسکرائی تھی۔ایک چڑانے والی مسکان۔وہ سر جھٹک کر کچھ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔

اسکے نظروں سے اوجھل ہو جانے پر وہ بی بی جان کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"طلال کو کیا ہوا؟موڈ آف لگ رہا تھا؟"بستر پر دراز ہوتیں بی بی جان کو دیکھتے اس نے کہا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"کچھ نہیں ہوا۔ تمہارے شوہر کو موڈ آف کے دورے پڑتے رہتے ہیں۔ کچھ ہی دیر میں ٹھیک ہو جائے گا۔" بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے وہ مسکرا رہی تھیں۔ مقدس بھی بے فکری سے مسکراتی انکے سامنے آبیٹھی تھی۔

"سچی بی بی جان۔ ایسے ہی انگارے چباتے رہتے ہیں۔ آنکھوں سے شعلے اور کانوں سے دھواں بیک وقت نکل رہا ہوتا ہے۔ مجھے تو ایسے لگتا ہے جیسے کوئی چلتا پھرتا پریشر ککر ہو جو کسی بھی وقت پھٹنے کو تیار ہو۔" ہنستے ہوئے وہ بڑے مزے سے تبصرہ کر رہی تھی۔ بی بی جان بھی محظوظ ہوتے متبسم سی اسے دیکھ رہی تھیں۔ اور وہ دونوں انجان تھیں پریشر ککر دروازے کے فریم میں کھڑا سرخ چہرے، اس کے بے دریغ تبصرے پر دھواں نکلتے کانوں اور شعلہ بار آنکھوں کے ساتھ اسے گھور رہا تھا۔ بی بی جان کی نظر اس پر پڑی تھی اور اسے دیکھ کر انھوں نے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔ کچھ خفگی دکھانا لازمی تھا۔ انکے یوں بدلتے تاثرات پر نظروں کے تعاقب میں وہ بھی مڑی تھی۔ اور سامنے اسے دیکھ کر اسکے چہرے پر سے ہنسی، بے فکری کے ساتھ رخصت ہوئی تھی۔ وہ ابھی بھی اسے گھور رہا تھا۔ اس کو برہم نگاہوں سے دیکھ کر اس نے بی بی جان کو پر شکوہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"میں آپ کو یہ بتانے آیا تھا کہ میں آپ سے خفا نہیں ہوں مگر اب میں ہوں۔ اور تم ۔۔۔۔" ان سے شکایت کرتا وہ ایک بار پھر اسکی جانب نظریں گھما چکا تھا جن میں بڑی واضح وارننگ تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"تمہیں تواب میں پریشر ککر بن کر دکھاؤں گا ان فیکٹ پھٹ کر دکھاؤں گا۔" کہتا ہوا وہ وہاں سے تن فن کرتا باہر نکل گیا تھا۔ موڈ پہلے سے ہی بگڑا ہوا تھا اسکی نادر تشبیہ نے جلتی پر تیل چھڑکنے کا کام کیا تھا۔ اپنے پیچھے ان دونوں کے ایک اور قہقہے نے اسے جی جان سے جلایا تھا۔

"اس دھمکی کو میں سرحد پار کی گیدڑ بھبھکی سمجھوں یا مجھے جوابی کارروائی کے لئے تیار رہنا چاہیے۔" ہنسی روک کر وہ پر سوچ نظروں سے انھیں دیکھ رہی تھی۔ انداز میں شرارت نمایاں تھی۔

"میرے خیال میں پہلی رائے زیادہ مستند ہے۔ وہ خود سے منسلک عورتوں کے لئے اپنی ضدیں تیاگ دیتا ہے۔" مسکراتے ہوئے انکی آنکھیں کسی امید سے منور چمکی تھیں۔

....

رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ عشاء کی نماز پڑھ کر بی بی جان اپنے بستر پر بیڈ کراؤن سے تکیہ سیٹ کیے، ٹانگوں پر کمبل ڈالے نیم دراز سی لیٹی ہوئی تھیں۔ ہاتھ میں تسبیح لئے آنکھوں کو موندے ان کے لب آہستہ آہستہ ہلتے محسوس ہوتے تھے۔ کمرے کا دروازہ کھلا تھا ابھی کچھ دیر پہلے وہ خفا ہو کر گیا تھا مگر اب مقدس سے انکے بی پی ہائی ہونے کا سن کر رہ نہیں پایا تھا۔ اپنی مخصوص بنا چاپ کیے چال کے ساتھ وہ اندر داخل ہوتا کمرے کا دروازہ بند کرتا ان تک آیا تھا۔ اسکی موجودگی پا کر بی بی جان کے ہونٹوں پر بڑی روح پرور مسکراہٹ در آئی تھی مگر وہ اپنے اذکار میں یوں ہی پلکوں کو موندے مشغول رہیں۔ ان کے پیروں کے قریب جگہ بناتا آرام سے بیٹھا تھا۔ کتنی دیر گزری تھی وہ بچپن کے جیسے ٹکٹکی باندھے ان کا پر نور چہرہ دیکھتا رہا۔ سفید دو

Copyright by New Era Magazine

پٹے میں ان کا سانولا رنگ اک الوہی سی چمک لئے ہوئے تھا جیسے کوئی نور ہو اور وہ انکے چہرے کے ایک ایک نقش سے چھلکتا ہو۔ یہ کوئی عام نور نہیں تھا یہ خوبصورتی کی چکا چوند بھی نہیں تھی یہ وہ روشنی تھی جو اللہ ّ صرف اپنے خاص الخاص بندوں کو عطا کرتا ہے۔اس کا خوب صورت چہرے، تیکھے نین نقوش اور میدے سی سفید رنگت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔اگر ایسا ہوتا تو کیا بلال حبشی کا سیاہ چہرہ نورانی ہوتا؟۔ہر چیز کا اک اصل ہوتا ہے اور اسے اسی جانب لوٹنا ہوتا ہے۔انسان کا بھی ایک اصل ہے اور وہ رب باری تعالیٰ کی ذات برکات ہے۔جب انسان کی روح اپنے اصل کی طرف مائل ہو جائے تو اس کو بھی اللہ ّ کے نور سے کچھ حصہ عطا کر دیا جاتا ہے۔طلال کے دل میں ایک کسک سی پیدا ہوئی تھی۔اندر کوئی حسرت تھی جو انھیں یوں اپنے اصل کی جانب متوجہ دیکھ کر اک غبار کی صورت دھار گئی تھی۔

ملتے ہونٹوں کی جنبش رکی تھی۔ تھوڑا آگے ہو کر بند آنکھوں سے ہی اس کے وجود کے گرد کوئی مضبوط حصار باندھا گیا تھا۔آنکھیں کھلی تھیں اور سامنے بیٹھے شخص کے چہرے کے تاثرات بھی یک دم بدل گئے تھے۔کچھ دیر پہلے کی خلش اس چہرے پر ڈھونڈنے سے نہ ملتی تھی۔وہاں اک سکون تھا،اک گہرا سکون جو اپنے نیچے ہر شور کو چھپا گیا تھا۔

"اب کیسی طبیعت ہے؟ "

"طبیعت ماشاءاللہ بھلی چنگی ہے۔تم یوں ہی پریشان ہو جاتے ہو طلال۔اب اس عمر میں بی پی بھی کیا کرے اوپر نیچے ہو ہی جاتا ہے۔"وہ مسکرائی تھیں۔

Copyright by New Era Magazine

"کیا عمر عمر کرتی رہتی ہیں آپ بھی بی بی جان۔کیا ہوا آپ کی عمر کی ؟۔ہالی وڈ دیکھیں کبھی آپ ۔آپ کی عمر کی خواتین تو ابھی ہیر وئنز کا رول پلے کر رہی ہوتی ہیں۔" ایک گھٹنا موڑ کر اوپر رکھتے وہ ایک ہاتھ ان کے پیروں پر سے گزار کر بیڈ پر رکھتا اس پر وزن ڈالے بیٹھا تھا۔

"ہاں اب اس عمر میں ماں کو تم ہولی وڈ دکھاؤ گے کیا؟" تسبیح کو سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ خفیف سا ہنسی تھیں۔

" بالکل دکھاؤں گا بس آپ ایک بار اجازت تو دیں سیدھا فلائٹ پکڑ کر ماں بیٹا امریکہ لینڈ کریں گے۔ساتھ میں آپ کی بورنگ سی بہو کو بھی لے چلیں گے۔" شرارت سے مسکراتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"میری بہو بہت پیاری ہے اتنی پیاری کہ جہاں بھی ہوتی ہے خاموشی میں بھی رونق لگائے رکھتی ہے۔اسے دیکھتی ہوں تو دل سے شکر کی صدا ہی نکلتی ہے۔اللہ نے میرے طلال کو نوازا تو کیا خوب سے خوب تر نوازا۔" وہ کہہ رہی تھیں اور طلال نے بے آرام ہوتے ذرا برابر پہلو بدلا تھا۔بی بی جان کی ساری توجہ اسی پر تھی۔

"میں اپنے بیٹے سے کچھ کہوں تو مانے گا؟ "

اور وہ الرٹ ہو کر بیٹھا تھا۔یہ لمحے بہت کم آتے تھے اسکی زندگی میں۔ مگر جب بھی آتے تھے دل کی اداسیاں بڑھنے لگتی تھیں۔ سینے پر دھرا بوجھ کچھ اور بھی سانسیں بوجھل کرنے لگتا تھا۔ وہ انکے کچھ کہنے سے پہلے ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔کچھ دیر بعد وہ کہنیوں تک فولڈ کی ہوئی سلیوز کے ساتھ گیلے چہرے اور بازوؤں کے ساتھ باہر نکلا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی۔بی بی جان نے اسے دیکھا تھا۔وہ چلتا ہوا انکے قریب آکر بیٹھا تھا ۔انکے بڑھے ہاتھ سے رومال لے کر سر پر باندھا تھا۔

"کون سی سورت سناؤں؟"اسکی آواز بہت دھیمی ہو رہی تھی۔

"سورۃ رحمٰن۔ "

انکے کہنے کی دیر تھی۔اس نے سر ہلایا تھا۔ایک گہرا سانس خارج کرتے بے ترتیب ہوئی دل کی دھڑکنوں کو سنبھالا تھا۔کمرے میں کچھ دیر کے لیے خاموشی چھائی رہی تھی جیسے اس نے خود سے پوچھا ہو کیا وہ یہ کرلے گا اور پھر اسکی آواز گونجی تھی۔آنکھیں موندے وہ بہت خوبصورت بھاری آواز اور دلکش لہجے میں بہت سکون سے ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کر رہا تھا۔آواز نہ تو بہت دھیمی تھی نہ ہی بہت اونچی تھی۔بی بی جان پر نم آنکھوں سے اس کا بائیں رخ سے چہرہ دیکھ رہی تھیں۔آنکھیں بند کیے وہ بنا کسی دقت کے بنا ایک لفظ بھی بھولے تلاوت کر رہا تھا۔ یہ بھی تو اللہؐ کی ایک عنایت ہی تھی۔وہ قرآن دوہراتا نہیں تھا مگر پھر بھی اسے لفظ بہ لفظ یاد تھا ۔بی بی جان جانتی تھیں وہ نہیں پڑھتا۔اسی لئے وہ بہت کم ہی سہی مگر اسے کوئی نہ کوئی سورت سنانے کا ضرور کہا کرتی تھیں۔یہ انکی طرف سے کی گئی کوشش تھی وہ چاہتی تھیں۔جو قرآن اس کے سینے میں حفظ ہے وہ اسے یاد رہے۔

دودھ کا گلاس لے کر آہستگی سے دروازہ کھولتی کمرے میں داخل ہوتی مقدس کے قدم اس آواز نے وہی جکڑ لئے تھے۔آنکھیں کھولے وہ سامنے بیٹھے شخص کو دیکھ رہی تھی۔بے یقینی

Copyright by New Era Magazine

تھی کہ آنکھوں دیکھے کو جھٹلا رہی تھی،اور خوش الحانی تھی جو سماعتوں کو مشکوک بنا رہی تھی
۔اسکی آواز خوب صورت تھی مگر قرات کرتے وقت اور بھی جادوئی لگتی تھی۔

کمرے میں موجود دو نفوس اسکی موجودگی سے یکسر انجان تھے۔وہ اب آخری آیات پڑھ رہا تھا جس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں بھی کھول دی تھی مگر چہرہ نہیں اٹھایا تھا۔ نظریں زمین پر گڑھی ہوئی تھیں۔اسکے خاموش ہونے پر بی بی جان نے بھی اپنی بند آنکھیں کھولی تھیں۔

"تمہیں پتہ ہے طلال جس طرح ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتی۔اسی طرح ایک ہی دل میں شکوے اور شکر گزاری ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔بڑی پکی دشمنی ہے دونوں میں ایک دبے پاؤں بھی داخل ہو تو دوسرا تن فن کرتا دل سے نکل جاتا ہے۔"

انکی آواز پر بھی اس نے سر نہیں اٹھایا تھا۔مگر وہ کیا کہنا چاہ رہی تھیں وہ اچھے سے سمجھ رہا تھا
۔گلے میں کچھ بری طرح اٹکا تھا۔

"اب تو بہت سال ہو گئے ہیں بیٹا۔اب تو اپنی خود ساختہ ناراضگی چھوڑ دو۔بھلا مالک سے بھی کوئی ناراض ہوتا ہے۔مجھے ڈر لگتا ہے طلال۔تم جانتے ہو میں جب بھی کچھ مانگنے کے لئے ہاتھ اٹھاتی ہوں تو میری ساری دعاؤں کا رخ تمہاری طرف مڑ جاتا ہے۔زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے پتہ نہیں کب سانسیں ٹوٹ جائیں مگر اپنی آنکھیں بند ہونے سے پہلے میں تمہیں پر سکون دیکھنا چاہتی ہوں طلال۔وہ سکون جو تم خود تک پہنچنے نہیں دیتے۔میرا دل چاہتا ہے اللہ کچھ ایسا کر دے کہ تمہارا دل پھر جائے اسکی طرف۔تم بھلے انکار کرو مگر یہ دل اب بھی اسی کا ہے
۔اس کی اس سے بڑھ کر دلیل کیا ہو گی کہ اس میں اس نے اب تک اپنا کلام محفوظ کر رکھا ہے

Copyright by New Era Magazine

۔وہ کلام جس کا بوجھ اٹھانے سے پہاڑوں نے انکار کر دیا تھا۔تمہارا دل اب بھی لپکتا ہے اس کی طرف مگر تم نے جو شکووں کے ڈھیر لگا رکھے ہیں نا یہ راستہ روک لیتے ہیں اسکا۔"

انکی گلو گیر آواز کمرے میں آہستگی سے گونج رہی تھی۔ کتنی حسرت تھی اس میں۔طلال کے دل کو کچھ ہوا تھا۔دروازے کی ناپ پر ہاتھ رکھے دم سادھے کھڑی مقدس کے ہاتھ میں پکڑا نیم گرم دودھ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ مگر اس کے قدم وہاں سے نہ آگے جانے کو تیار ہو پا رہے تھے نہ پیچھے مڑنے پر۔شاید کہ آج یہ گتھی بھی سلجھ جائے۔

"اللہّ کو میرا خیال کرنا چاہیے تھا بی جان۔اسے دیکھنا چاہیے تھا۔پرواہ کرنی چاہیے تھی اس معصوم دل کی جو بڑی آس لے کر اس کے سامنے اپنے خالی ہاتھ اٹھائے کھڑا ہوا تھا۔جس کا ایمان بس ایک ہی بات پر تھا کہ وہ سچے دل سے مانگے گا تو اللہّ اسے دے دیں گے۔ مگر اللہّ نے تو اسکی بات سن کر بھی ان سنی کر دی تھی۔تب اس بچے کو یہی لگا تھا اللہّ اس سے پیار نہیں کرتا ورنہ بچوں کے صاف شفاف دل سے نکلی دعائیں تو وہ رد نہیں کرتا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ کہیں سے بھی بتیس سالہ باشعور مرد نہیں لگتا تھا۔بی بی جان کو یوں لگا تھا جیسے انکے سامنے نو سالہ طلال بیٹھا ہو۔اتنے سالوں بعد وہ کچھ کہنے پر آمادہ ہوا تھا تو وہی بول رہا تھا جو اس نو سالہ بچے کی سوچیں تھیں۔وہ بڑا ہوا تھا مگر اس کے اندر کا وہ خفا بچہ اب بھی خفا تھا۔جسے اس نے بڑا ہونے نہیں دیا تھا۔

"وہ بچہ مانے یا نا مانے اللہّ کو وہ اب بھی بہت پیارا ہے۔اللہّ اس سے اب بھی بہت پیار کرتا ہے"۔

Copyright by New Era Magazine

انکی بات پر وہ بڑے زخمی سے انداز میں مسکرایا تھا۔رخ موڑ کر آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر انھیں مسلا تھا مگر جس نمی کو وہ چھپانا چاہتا تھا وہ نمی بی بی جان کی نظروں سے مخفی نہیں رہ سکی تھی۔

"آپ دعا کریں بی بی جان مجھے اس بات پر یقین آ جائے۔میرا یقین تو پہلے ہی ڈگمگا رہا تھا اور دس سال پہلے جو ہوا اس کے بعد مجھے اب اس بات پر رتی برابر یقین نہیں رہا۔"

کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا مقدس بھی چونک کر ہوش میں آئی تھی اور سرعت سے وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

پھر انکے بجھے چہرے کی جانب دیکھا تھا۔تو احساس ندامت ہونے لگا۔انکے پاس نیچے زمین پر دو زانوں ہو کر بیٹھتا وہ انکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے چکا تھا۔

"ایم سوری بی بی جان۔مجھے پتہ ہے آپ کو اس موضوع سے ہمیشہ تکلیف پہنچتی ہے اسی لئے تو میں نہیں چاہتا یہ بات آپ کے سامنے کروں۔"

وہ نرمی سے انکا چہرہ دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔بی بی جان کی نظریں اسکے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ سے نکالتے ہوئے اسکا دایاں گال محبت سے چھوا تھا۔

"تم دیکھنا طلال جس دن اللّٰہ نے تمہارے دل کو اپنی طرف کھینچا نا اس دن تمہاری ساری تاویلیں بے کار جائیں گی۔سارے گلے شکوے اپنی موت آپ مر جائیں گے۔یہ انسان ہے طلال جو خود پر ظلم کرتا ہے اللّٰہ بڑی غیرت والا ہے اس نے ظلم کو خود پر حرام قرار دیا ہے ورنہ کون تھا جو اسے روک سکتا وہ جس کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے۔جس سے کوئی پوچھ گچھ کرنے والا نہیں مگر وہ پھر بھی بڑا رحیم ہے بچے ۔وہ ظالم نہیں ہے وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔"

Copyright by New Era Magazine

وہ اسے سختی سے ٹوکتی نہیں تھیں۔وہ اس پر غصہ بھی نہیں ہوتی تھیں۔بس جب بھی وہ کوئی ایسی بات کرتا تھا انکی دعاؤں کا دورانیہ بڑھ جایا کرتا تھا۔

انکا نحیف جھریوں سے بھرا ہاتھ تھام کر اس نے چوما تھا۔پھر وہاں سے اٹھتا کمرے سے نکل آیا ۔دل کی بے چینی کو وہ کوئی نام نہیں دے پا رہا تھا۔یہ ہمیشہ سے ہی تو ہوتا تھا۔ہر ایسی نشت کے اختتام پر وہ اپنا سکون کھو دیتا تھا۔روح کا سکون۔

.... وہاں

سے اٹھ کر وہ سیدھا ٹیرس پر آیا تھا۔رات کی تاریکی میں جب آسمان پر تیرتا چاند سرمئی بادلوں کے نرغے میں گھرا مندپڑ رہا تھا وہ وہاں اسی آسمان کے نیچے گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔دل کی دھڑکن میں ایک طغیانی سی آئی ہوئی تھی۔اور ایسا ہمیشہ ہوتا تھا۔

"آپ اللّہ کو نہیں جانتے۔"اپنی پشت پر سنائی دیتی آواز پر وہ چونکے بنا نہیں رہ سکا تھا مگر پھر بھی ساکت کھڑا رہا۔آنکھیں میچی تھیں ایک بے بسی کے عالم میں۔اس وقت نہیں۔۔۔۔کم از کم اس وقت اسے اس کا سامنا نہیں کرنا تھا جب وہ خود سے بھی چھپتا پھر رہا تھا۔

"آپ بدگمان ہیں اللّہ سے۔"کچھ دیر بعد وہ آواز پھر سنائی دی تھی۔اس بار بھی اس کے نمک کے مجسمے میں ڈھلے وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی۔

"ایسا ہی ہوتا ہے۔جب ہم کسی سے خود ساختہ دوری بنالیں،کسی کے بارے میں ٹھیک سے جانتے نہ ہوں تو آسان ہو جاتا ہے اس تیسرے فرد کے لئے کہ وہ آئے اور ہمیں ورغلا کر اسکے خلاف کر دے۔جب کوئی بار بار ہمارا ہمدرد بن کر ہمارے کانوں میں سرگوشیاں کرے گا تو

Copyright by New Era Magazine

ہمیں وہی سچا لگنے لگے گا۔وہ سر گوشیاں آہستہ آہستہ ہمارے دل میں اترنے لگتی ہیں اور پھر ایک وقت آتا ہے ہم وہی سوچنے لگتے ہیں وہی بولنے لگتے ہیں جو وہ تیسرا فریق ہم سے چاہتا ہے ۔کیوں کہ ہم اس پہلے فریق سے رجوع ہی نہیں کرتے۔اس سے بات نہیں کرتے کہ آیا جو مجھے سنایا جارہا ہے وہ صحیح ہے یاغلط۔اور جانتے ہیں اللہّ اور انسان کے درمیاں یہ تیسرا فریق کون ہوتا ہے طلال ؟۔۔۔"آسمانی روش بتارہی تھی وہ آج زمین کو بھگانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ایسے میں ان سرد ہواؤں کے دوش پر سوار اسکی آواز بھی بھیگی بھیگی معلوم ہوتی تھی۔

"وہ شیطان ہوتا ہے۔"آواز ایک بار پھر اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی اور بے ساختہ اس کے وجود میں اک سرد لہر پھیلتی اسے جھرجھری لینے پر مجبور کر گئی تھی۔

"اور آپ شیطان کو بھی نہیں جانتے۔"پر وثوق انداز میں ایک اور تبصرہ کیا گیا تھا اسکی ذات کے بارے میں۔اور بے ترتیب سانسوں کے درمیان،الجھی دھڑکنوں اور شل ہوتے ذہن کے ساتھ طلال حسان نے یہ دو نام زیر لب دوہرائے تھے۔اللہّ،شیطان۔تو کیا وہ واقع ہی ان دو ناموں سے ناواقف تھا۔مگر ایسے کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟وہ جانتا تو تھا اللہّ وہ ہے جس نے سب کو پیدا کیا ہے۔اور شیطان وہ ہے جس نے اللہّ کی نافرمانی کی تھی۔کیا اتنا کافی نہیں تھا؟۔اسکی سوچوں کا ارتکاز ایک بار پھر ٹوٹا تھا۔وہ اپنی نرم آواز میں پھر سے بول رہی تھی اور چاند سیاہ بدلیوں سے نکلنے کو نبرد آزما تھا۔

"کیسے سوچ لیا آپ نے اللہّ آپ کو نہیں جانتا۔اللہّ آپ کی نہیں سنتا اللہّ آپ سے پیار نہیں کرتا؟"نمک کا مجسمہ پگھلا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"تم کچھ نہیں جانتی مقدس۔"

"میں کیا نہیں جانتی طلال کہ آپ نے بچپن میں رو کر اللّٰہ سے مانگا کہ آپ کے ماں باپ کی صلح ہو جائے اور وہ نہیں ہو پائی۔ یا میں یہ نہیں جانتی کہ آپ نے اپنی ماما کے جانے کے بعد کس قید تنہائی میں وہ چند ماہ کاٹے۔ یا پھر یہ کہ آپ کے دل میں اللّٰہ کے لئے شکوے پنپنے لگے اور آپ نے دعا مانگنا چھوڑ دی۔ یا پھر یہ کہ آپ نے بی بی جان کی خوشی کے لئے قرآن پاک حفظ کیا۔ یا میں نہیں جانتی کہ آپ کی زندگی میں شیز اکمال کے آنے سے ایک نیا طوفان آگیا جو پچھلی بار سے بھی زیادہ برا ثابت ہوا۔ جس نے آپ سے وہ چھین لیا جس سے آپ ہمیشہ ڈرتے تھے۔ آپکا کردار آپکی نیک نامی۔ اور آپ کے پاپا نے آپ کو کہا تھا کہ ان میں اور آپ میں کیا فرق ہے بلکہ آپ ان سے بھی بدتر ہیں۔ یا میں یہ نہیں جانتی کہ آپ کو اس بات کا شدت سے پچھتاوا ہے کہ اپنے آخری وقت میں آپ کے پاپا آپ کو پکارتے رہے مگر آپ نے انکی پکار ان سنی کر دی۔ کیا کچھ اور بھی باقی ہے طلال حسان جو میں آپ کے بارے میں نہیں جانتی؟۔۔۔۔بی بی جان سب بتا چکی ہیں مجھے"

بولتے ہوئے وہ ہر لمحے اسکے قریب آرہی تھی جو نمک کے مجسمے سے پتھر کے مجسمے میں بدل گیا تھا۔ مدھم آواز میں بولنے والی وہ لڑکی اب اس کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔ اسکی پتھرائی آنکھوں کے سامنے اس کا روشن چہرہ تھا۔ وہ یہ نہیں پوچھنا چاہتا تھا اسے کیسے معلوم ہوا۔ وہ کب سے جانتی تھی یہ بات بھی اہم نہیں تھی۔ وہ سب جان کر بھی اپنا یقین اس پر قائم رکھے اس

Copyright by New Era Magazine

کے سامنے کھڑی تھی یہ اہم تھا۔اور طلال حسان کی پتھر ہوئی آنکھوں میں نمی کا پہلا احساس جاگنے کو بے تاب ہوا تھا۔

"آپ نے ابھی سورت الرحمٰن کی تلاوت کی ہے۔جانتے ہیں اس میں اللہ کیا کہہ رہا ہے۔اپنی نعمتیں گنوا رہا ہے جو وہ اپنے بندوں پر کیے ہوئے ہے۔اپنی عظمت اور بڑائی بیان کر رہا ہے ۔اپنی کبریائی کا خود اعتراف کر رہا ہے۔اس سورت کی پہلی چار آیات میں اللہ انسان پر اپنی تین بڑی نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔ تین سب سر بڑی نعمتیں جو رحمٰن نے عطا کی ہیں۔رحمٰن اس نام میں تو اللہ نے اتنی وسعت رکھی ہے کہ اس کا احاطہ کرنا بھی ناممکن ہے۔واقع ہی کتنی مہربان ہو گی وہ ذات جو سب کے عیبوں کو جاننے کے بعد،دلوں کے حال معلوم ہونے کے باوجود سب کو نواز رہا ہوتا ہے سب کو۔۔۔۔وہ نہیں دیکھتا کون کس مذہب کا ہے، کتنا گناہ گار ہے یا کتنا نافرمان۔اسکی رحمت ان سب باتوں سے مبرا ہے وہ بات بات پر پکڑ نہیں لیتا۔مہلت دیتا جاتا ہے ۔ایسا رحمٰن جب بندے پر اپنے احسان گنواتا ہے تو جانتے ہیں سب سے پہلے کیا تذکرہ کرتا ہے؟علم قرآن کا۔وہ علم جو ہر کسی کے لئے تھا تمام بنی نوع انسان کے لئے۔ مگر اس سے مستفید وہی ہوتے ہیں جو اللہ کے چنے ہوئے ہیں جو اسکی رحمت کے سائے میں ہیں۔اور آپ طلال ان میں سے ایک ہیں۔آپ کے سینے میں پورا کا پورا قرآن سما گیا تو وہ کون تھا جس نے یہ کیا؟جس نے آپ کے نہ دوہرانے کے باوجود آپ کو بھولنے نہیں دیا۔جو خوابوں میں بھی آپ کو اس کی طرف متوجہ کرتا رہتا ہے۔یہ قرآن سب سے بڑی نعمت ہے جو آپ کے پاس

Copyright by New Era Magazine

ہے۔اور آپ کہتے ہیں آپ کو اللہ کے پیار پر یقین نہیں رہا ۔آگے اللہ فرماتا ہے اس نے انسان کو خلق کیا۔لیکن اللہ نے صرف انسان کو تو نہیں بنایا۔زمین و آسمان بنائے ہیں، کہکشائیں بنائی ہیں فرشتے و جنات پیدا کیے ہیں لیکن یہاں وہ صرف انسانی تخلیق کی بات کیوں کر رہا ہے ۔جانتے ہیں کیوں؟۔۔۔کیوں کہ انسان اسکی تمام مخلوقات میں سے سب سے چوٹی کی مخلوق ہے۔اللہ کی تخلیق کا کلائمکس،ایک شاہکار۔جسے اللہ نے علم دیا اور اپنے علم کی بنا پر وہ فرشتوں کے لئے لائق سجود بنا دیا گیا۔وہ فرشتے جو پاک ہیں جو کوئی گناہ نہیں کرتے جو کوئی نافرمانی نہیں کرتے وہ آدم کو سجدہ کر رہے ہیں جس کے اندر اللہ نے خیر و شر کا مادہ ایک ساتھ رکھا ہے جو ہر وقت ایک دوسرے سے ٹکراتا رہتا ہے۔تصادم کی اس کیفیت میں کبھی ایک غالب آجاتا ہے تو کبھی دوسرا۔اور اللہ جانتا ہے انسان سے گناہ سرزد ہوں گے۔وہ اللہ کی قدر اس طرح نہیں کر پائے گا جس طرح کرنے کا حق ہے۔مگر پھر بھی وہ اپنے بندے سے بے پناہ محبت کر رہا ہے ۔وہ اپنی عبادت میں اپنی اطاعت میں ہر وقت مشغول رہنے والے فرشتوں سے اسکو سجدہ کروا رہا ہے۔کیا یہ اللہ کی محبت کی انتہا نہیں ہے؟چوتھی آیت میں اللہ فرماتا ہے کہ اس نے انسان کو بیان کا علم سکھایا۔بولنے کا علم یہ انسانی خصوصیت ہے جو اسے حیوانوں سے ممتاز بناتی ہے۔بہت سے حیوانات ہیں جن کی بینائی انسانوں سے بھی اعلیٰ درجے کی ہے وہ اندھیرے میں بھی دیکھ سکنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔انسان نہیں دیکھ سکتا اسے روشنی کی ضرورت پڑتی ہے ۔بہت سے حیوان ہیں جنکی قوت سماعت بہت اچھی ہے جیسے کہ گھوڑا وہ سننے کی حس بلا کی رکھتا ہے۔بہت سے ہیں جو سونگھنے کی حس میں کمال رکھتے ہیں مگر وہ بول نہیں سکتے۔یہ خصوصیت

Copyright by New Era Magazine

ہے جو انسان کو حیوان ناطق بناتی ہے۔بولنے والا حیوان۔اور اپنی اس خوبی کا بہترین استعمال کلام پاک پڑھنے سے بڑھ کر کیا ہو گا؟اسے پڑھانے اور سیکھانے سے زیادہ بہتر صرف ہو سکتا ہے بھلا۔لیکن یہاں بیان سے ایک اور معنی بھی اخذ کیا جاتا ہے وہ ہے انسان کی مورال سینس ۔اسکی اخلاقی حس جو اسے اچھائی اور برائی میں فرق کرنا سکھاتی ہے۔انسان کتنی ہی جہالت کا شکار ہو کتنا ہی قرآن سے دور کیوں نہ ہو۔وہ وجود خداوند سے بھلے انکاری ہو۔وہ ثواب و گناہ کے فلسفے کو مانے یا نا مانے وہ مسلمان ہو یا کافر مگر وہ جانتا ہے قتل کرنا غلط ہے۔بدکاری غلط ہے کسی کو دھوکہ دینا غلط ہے جھوٹ بولنا غلط ہے تو وہ کون ہے جو اس کے اندر اسکی نافرمانی کے باوجود یہ حس رکھے ہوئے ہے تا کہ وہ ظلم کرنے والوں میں سے نہ ہو جائے۔وہ اللہ ہے جسے انسان جانتا تک نہیں ہے۔"ہموار لہجے میں بنار کے بنا اٹکے وہ بولتی جا رہی تھی جواب چپ ہوئی اک گہرا سانس اندر کھینچتی گالوں پر بہہ جانے والے آنسو صاف کر رہی تھی۔وہ جان بوجھ کر اسکا چہرہ دیکھنے سے احتراز برت رہی تھی کیوں کہ بنا دیکھے بھی وہ جانتی تھی وہ سنہری رنگت والا دمکتا چہرہ سفید لٹھے کی مانند سفید پڑتا جا رہا ہے۔اسکے منہ سے نکلنے والے ہر لفظ کے ساتھ اس کے خدوخال میں تغیر برپا ہو رہا ہے۔وہ آنکھیں جو پتھر ہوئی جاتی تھیں اب ان میں سے پانی بہنے لگا تھا وہ پانی جو دلوں کی میل صاف کر دیتا ہے۔جو منظر کی دھندلاہٹ کو شفاف بنا دیتا ہے ۔جو دل پر پڑی گرد کو بٹھا دیتا ہے۔

"ہم ایسے اللہ کو نہیں پہچانتے۔اسکے بارے میں نہیں جانتے۔انسان کو کہا جائے کہ وہ دو منٹ کے لئے کھڑا ہو جائے اور بتائے کہ اللہ کون ہے؟صرف دو منٹ بنار کے بولنا ہے ایک بھی

Copyright by New Era Magazine

فقرہ دوہرائے بغیر۔ وہ سوچ میں پڑ جائے گا۔ اسکے لفظ کھونے لگیں گے۔ وہ اللہ جو انسان سے بے پناہ پیار کرتا ہے اور جو انسان سے بھی چاہتا ہے کہ وہ اسے سب سے زیادہ پیار کرے۔ وہ اللہ کو جانتا ہی نہیں ہے تو پیار کیسے کرے گا؟ اور اگر وہ اللہ کو نہیں جانتا جو اسکا سب سے بڑا مددگار ہے سب سے بڑا دوست ہے تو وہ شیطان کو کیسے جانے گا جو اسکا بدترین دشمن ہے۔ ایسا دشمن جو کسی کو نہیں چھوڑتا۔ جنگ میں بھی عورتوں اور بچوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے مگر وہ ایسا دشمن ہے جو سب سے ایک جتنی بے پناہ نفرت کرتا ہے۔ کیوں؟ کیوں کہ انسان نے اس سے اسکی گلوری چھین لی۔ اسکی ساری عزت خاک میں مل گئی۔ وہ جو اللہ کا سب سے عبادت گزار تھا وہ دھتکار دیا گیا۔ حالانکہ یہ اسکے اپنے غرور کا شاخسانہ تھا۔ وہ غرور جو اللہ کی چادر ہے اور جسے جو کھینچنے کی کوشش کرے گا وہ تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ مگر وہ اس بات سے انکاری ہے وہ تو مورد الزام انسان کو ٹھہراتا ہے کہ اسکی وجہ سے اللہ نے اسے مردود قرار دے دیا۔ اور وہ کینہ پرور ہے ۔ اسکا دل بغض و عناد سے اس قدر بھر گیا ہے کہ وہ ایک بچے تک کو اللہ کے خلاف یہ کہہ کر ورغلانے سے باز نہیں آتا کہ اللہ تم سے پیار نہیں کرتا۔ اللہ تمہاری دعائیں نہیں سنتا۔ اللہ تمہیں نظر انداز کر رہا ہے۔ کیا ایسے ہو سکتا ہے طلال وہ اللہ جو ایک پتہ گرنے سے بھی غافل نہیں ہوتا وہ اپنے بندے کے گرنے سے کیسے غافل ہو سکتا ہے۔ کیسے مان لیا آپ نے کہ آپ گرے اور اسے پتہ نہیں چلا۔ یا اس نے ان دیکھا کر دیا۔ وہ جو سیاہ رات میں سیاہ پتھر کے نیچے موجود سیاہ چیونٹی کا بھی علم رکھے ہوئے ہے وہ آپ سے لا علم کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ آپ کے دل سے بے خبر کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر آپ کی زندگی میں کوئی شگاف ہے تو آپ کی بہتری کے لئے

Copyright by New Era Magazine

ہے۔ہم انسان ہیں ناں ہمیں عادت ہوتی ہے بنا سوچے سمجھے سوال کرنے کی۔سوال کرنا ہماری فطرت میں ہے اس سے تو موسیٰ بھی خود کو بچا نہیں پائے تھے۔خضر کے منع کرنے کے باوجود سوال کرتے رہے تھے۔ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں اللّٰہ نے ایسا کیوں کیا میرے ساتھ ؟۔کاش ایسا نہ ہوا ہوتا۔لیکن روز محشر جب اللّٰہ ایسے سب سوالوں کے جواب دیں گے تب انسان شرمسار ہوگا۔تب اسے پتہ چلے گا یہ شگاف جو اللّٰہ نے میری زندگی میں رکھا یہ تو مجھے محفوظ کرنے کے لئے تھا بالکل ویسے ہی جیسے خضر نے ایک غریب مچھیرے کی کشتی میں شگاف کر دیا تھا تاکہ بادشاہ اسے عیب دار جان کر اس نے چھین نہ لے۔مگر ہم سمجھ نہیں پاتے "۔

اسکے ہاتھوں کی لغزش اسکی آنکھوں سے مخفی نہیں رہ سکی تھی۔وہ اسکا چہرہ اب بھی نہیں دیکھ رہی تھی۔مگر اسکا ہاتھ اس نے اپنے ہاتھوں میں لے کر دبایا تھا۔کوئی دلاسہ تھا۔کوئی تسلی تھی اس لمس میں۔پلکوں پر اٹکے موتی اس کے نا چاہنے کے باوجود وہ باڑ پھلانگ آئے تھے۔اسکا جھکا چہرہ کچھ اور بھی جھک گیا تھا۔یوں جیسے اسکی ٹھوڑی اسکے سینے کو چھونے لگی تھی۔وہ اللّٰہ ہے جس کے سامنے رونے میں خفت محسوس نہیں ہوتی۔مقدس کے سامنے یوں آنسوؤں کے بہنے پر وہ خجل ہوا تھا۔اور یہ بات سامنے کھڑی مقدس اچھے سے جانتی تھی اسی لئے تو اسکا چہرہ دیکھنے سے اب تک گریز برت رہی تھی۔آسمان سے گرنے والی ننھی سی بوند اسکے گال پر آکر ٹھہری تھی۔سر اٹھا کر آسمان کو گیلی آنکھوں اور مسکراتے لبوں سے دیکھا۔

Copyright by New Era Magazine

"بارش برسنے کو تیار ہے۔اب زمین تیار ہو گی۔اللہ اسے نرم کرے گا اپنی رحمت کی بارش سے۔انسان اس پر محنت کرے گا۔اور پھر اس کے بطن سے نفع بخش رزق نکلے گا۔"

وہ سرسری سے انداز میں خود کلامی کر رہی تھی۔سامنے کھڑے طلال حسان نے بھاری دل کے ساتھ چہرہ اٹھا کر اسکی جانب دیکھا تھا جو آنکھیں موندے نرم پھوار کو اپنے چہرے پر پڑتا محسوس کر رہی تھی۔بوجھل دل کے باوجود وہ مسکرایا تھا۔اسکے منہ سے نکلے الفاظ اس کے لئے کوئی خفیہ پیغام کی سی حیثیت رکھتے تھے۔پہلی بار اسے اپنے دل کی بے سکونی اچھی لگی تھی۔وہ اس سے فرار حاصل کرنے کی چاہ نہیں رکھتا تھا۔وہ اسے اپنے اندر زندہ رکھنا چاہتا تھا۔وہ جان گیا تھا یہ روح کی کرلاہٹ ہے۔جو اپنی غذا مانگ رہی ہے۔انسانی جسم مٹی سے بنا ہے اسکی ساری ضرورتیں مٹی سے یعنی کہ زمین سے پوری کی جاتی ہیں۔خوراک،لباس اشیائے ضروریات سب کا بندوبست زمین میں رکھا گیا ہے۔کیوں کہ جسم کا اصل مٹی ہے اور انسان کے جسم کو جانا بھی مٹی ہی میں ہے۔پھر آتی ہے روح۔روح کا تعلق آسمان سے ہے۔وہ عالمِ امر سے تعلق رکھتی ہے جہاں کن کہا جاتا ہے اور فیکون ہو جاتا ہے۔وہ آسمان سے اتری ہے اور اسے لوٹ کر جانا بھی وہیں ہے۔اور اسکی خوراک کا انتظام بھی آسمانوں کے پرے جو جہاں ہے وہاں رکھا گیا ہے۔جہاں ہدایت کے فیصلے ہوتے ہیں۔جہاں سے کتاب ھدایت اتاری گئی ہے۔جو انسانی روح کو اپنے اصل سے جوڑتی ہے۔اپنے رب سے جوڑتی ہے۔وہ رب جو اسکا اصل ہے اور جسکی طرف اسے لوٹ کر جانا ہے۔

. . . .

Copyright by New Era Magazine

اگلی صبح روشن تھی بالکل ویسی روشن اور شفاف جیسی ہر برس جانے والی بارش کے بعد ہوتی ہے ۔وہ جو بارش پچھلی رات برسی تھی کسی کے سارے گلے شکوے اپنے ساتھ بہالے گئی تھی۔

اس صبح ہر روز کی طرح مقدس تلاوت کے لئے اٹھ کر باہر نہیں گئی تھی۔وہ ساری رات سویا نہیں تھا مگر پھر بھی فریش لگ رہا تھا۔وضو کر کے اسکے پہلو میں بیٹھتے وہ اسے دیکھ رہا تھا جو سامنے قرآن کھولے نیلے دوپٹے کے ہالے میں حیران چہرہ لئے خود بھی بڑی پاکیزہ لگتی تھی۔

"اللہ ّتم سے بہت پیار کرتا ہے۔تمہاری ساری دعائیں سن لیتا ہے۔وہ دل میں ہوں یا لبوں تک آئیں اس سے فرق نہیں پڑتا۔کسی نے مجھ سے کہا تھا اسکی خواہش تھی اسکی صبح اپنے شوہر کی آواز میں تلاوت سن کر ہو۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر بولتا پر سکون لگتا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بنا کچھ کہے مسکرا کر اس نے رحل میں رکھا قرآن اس کے آگے کر دیا تھا۔انگلی رکھ کر وہ اسے بتا رہی تھی وہ سورت اعراف کی ابتدائی آیات تھیں۔قرآن کو چھوتے ایک لمحے کے لئے اسکا ہاتھ کانپ اٹھا تھا مگر اگلے ہی پل اس نے خود کو مضبوط کیا تھا۔پہلا قدم دشوار ہوتا ہے اسی ایک قدم پر سب سے زیادہ ہمت مجتمع کرنی پڑتی ہے آگے کی راہیں تو پھر سہل ہو ہی جایا کرتی ہیں ۔ اس نے ابتدائی تیس آیات کی تلاوت کی تھی اور پھر مقدس کے اپنے گھٹنے پر ڈالے ہاتھ کے دباؤ پر وہ تھم گیا تھا۔اب وہ قرآن پاک اپنے سامنے کیے ذرا سا جھکی تھی۔

"میں پناہ مانگتی ہوں اللہ ّکی شیطان مردود سے۔"

Copyright by New Era Magazine

"اور بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری صورتیں بنائیں پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔" اس نے آیت نمبر گیارہ سے ترجمہ شروع کیا تھا۔ وہ رکی تھی۔ نگاہ اٹھا کر مسکراتی نظروں سے طلال کو دیکھا تھا جو پوری طرح اسی کی جانب متوجہ تھا۔

"قرآن میں جتنے بھی قصے سنائے گئے ہیں آدم اور ابلیس کا قصہ میرا فیورٹ ہے۔ اللہ ّ سورس آف سیکیورٹی ہے یہاں وہ اولاد آدم کو سیکیور کرنا چاہ رہا ہے اس کے سب سے بڑے دشمن سے۔ ابلیس بڑا عبادت گزار تھا۔ لیکن اس عبادت میں کھوٹ تھی۔ کھوٹ نہ ہوتی تو ایک سجدے کی ہی تو بات تھی۔ اللہ ّ کہہ رہا تھا کسی حیل و حجت کی گنجائش نہیں رہنی چاہیے تھی وہ اللہ ّ کو دیکھتا۔ آدم کو دیکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ لیکن اسکا غرور آڑے آ گیا۔"

وہ ایک بار پھر جھکی۔

"اللہ نے فرمایا: جب میں نے تجھے حکم دیا تھا تو تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا؟ ابلیس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا۔"

"اللہ نے فرمایا: تو یہاں سے اُتر جا، پس تیرے لئے جائز نہیں کہ تو اس مقام میں تکبر کرے، نکل جا، بیشک تو ذلت والوں میں سے ہے۔"

"اللہ ّ کس قدر غضب ناک ہوئے ہوں گے طلال یہ کہتے ہوئے۔ ایک لغزش، ایک نافرمانی اور ابلیس کی ساری عبادت ضائع ہو گئی۔ میں جب جب یہ پڑھتی ہوں تو مجھے خوف آتا ہے۔ ہم انسان تو قدم قدم پر نافرمانی کر رہے ہوتے ہیں۔ پر اللہ ّ کی محبت کا عالم دیکھیں وہ مہلت پر

Copyright by New Era Magazine

مہلت دیے جا رہا ہوتا ہے۔اور ہم ہیں کہ ایسے رب کی بات کو جھٹلا رہے ہوتے ہیں۔"اس نے رک کر جھر جھری سی لی تھی۔قرآن کے روشن صفحات پر نگاہ جمائے طلال حسان اپنا محاصرہ کرنے میں لگا تھا۔

"شیطان نے کہا: تو مجھے اس دن تک مہلت دیدے جس میں لوگ اٹھائے جائیں گے۔اللہ نے فرمایا: تجھے مہلت ہے۔"یہ پڑھتے ہوئے وہ مسکرائی تھی۔

"شیطان کس قدر شاطر ہے۔وہ انسان کو گمراہ کرتا ہے اللہّ سے بد ظن کرتا ہے یہ کہہ کر کہ اللہّ تمہاری دعائیں نہیں سنتا۔اور خود ابھی کچھ دیر پہلے اللہّ کی نافرمانی کا مرتکب ہوا ہے۔یہ جانتے ہوئے بھی کہ اللہّ مجھ پر ناراض ہے پھر بھی وہ اسی سے مانگ رہا ہے۔کیوں کہ وہ اللہّ کو جانتا ہے۔جانتا ہے کہ اللہّ عطا کرنے والا ہے۔بس وہ انسان کو یہ جاننے سے روکے رکھتا ہے۔اور اللہّ کتنا رحیم ہے وہ اسکی دعا بھی رد نہیں کر رہا"

طلال نے آنکھیں بند کر کے بھاری دل کے ساتھ زیر لب اللہّ کا نام لیا تھا۔اسکی اپنی ساری زندگی بھی تو ایسی ہی تھی۔اسکی آواز ایک بار پھر اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

"شیطان نے کہا: مجھے اِس کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر لوگوں کی تاک میں بیٹھوں گا۔"

"اللہّ جب ہدایت کا نور دور کر دے تو بدبختی ایسے ہی حاوی ہوتی ہے۔ابھی پچھلی آیت میں اللہّ نے اسکی دعا قبول کرتے اسے مہلت دی میں سوچتی ہوں ابلیس یہاں اپنے کیے کی معافی بھی تو

Copyright by New Era Magazine

مانگ سکتا تھا۔ کیا اللہ معاف نہ کرتا؟ مگر نہیں اس نے تو خود کو درست مان لیا تھا وہ جانتا تھا میرا انجام بھیانک ہے مگر پھر بھی جھکا نہیں۔ ڈرا نہیں۔ اور اگلی ہی آیت میں وہ کیا کہہ رہا ہے ؟۔ اپنے کیے کا سارا الزام اللہ پر ڈال کر خود کو بری الذمہ قرار دے دیا۔ وہ خود کو تسلی دے رہا ہے اور ساتھ ہی وارننگ کہ اللہ آدم کے لئے میں دھتکار دیا گیا ہوں تو سیدھی راہ پر اسے بھی نہیں رہنے دوں گا۔"

اسکی دھیمی آواز میں اک انجانا ساخوف تھا۔ اور خوف تو طلال کے دل میں بھی اپنے پنجے گاڑھ چکا تھا۔ اسے یاد آیا تھا کیسے وہ اپنی دعائیں قبول نہ ہونے کا الزام اللہ کو دیا کرتا تھا۔ کیسے شیز اکے لگائے الزام پر اللہ سے خفا ہوا کرتا تھا۔

"پھر ضرور میں ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے دائیں اور ان کے بائیں سے ان کے پاس آؤں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔"

اپنی آنکھوں کی نمی کو صاف کرتے وہ ذرا رک کر دوبارہ گویا ہوئی۔

"شیطان اپنے عزم کا کھلے عام اللہ سے اظہار کر رہا ہے وہ چار سمتوں کا تذکرہ کر رہا ہے آگے پیچھے اور دائیں بائیں۔ آگے سے مطلب دنیا کی زندگی کو خوبصورت بنا کر دکھائے گا۔ پیچھے سے مراد آخرت کی زندگی کے متعلق وسوسے۔ دائیں سے مراد دین کے متعلق شک و شبہات میں مبتلا کرنا اور بائیں سے اسکا اشارہ گناہوں کی جانب راغب کرنے سے ہے۔ مگر وہ اوپر اور نیچے کا ذکر کرنا بھول گیا۔ مجھے لگتا ہے ایسا اللہ نے چاہا ہو گا اسی لئے وہ بول نہیں سکا۔ اوپر تو اللہ کا عرش ہے وہاں سے تو وہ آ نہیں سکتا اور نیچے کی جانب زمین پر انسان اللہ کو سجدہ کرتا ہے وہی سجدہ جس

Copyright by New Era Magazine

سے ابلیس نے انکار کیا اسکی توفیق جب اللہ آدم کو دے دے تو پھر ابلیس کا غلبہ ایسے انسان پر اللہ کیسے ہونے دے سکتا ہے۔" یہ کہتے ہوئے اسکی آنکھیں کسی امید سے چمک اٹھی تھیں۔

"اللہ مجھے معاف کر دے گا کیا۔ میں بھی تو نافرمانی کرتا رہا ہوں، ناشکری کرتا رہا ہوں۔" وہ ویران آنکھیں لئے کسی خوف سے اسکی جانب دیکھ رہا تھا۔

"اور جب ہم سیدھی راہ پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں تو شیطان ایسے ہی سرگوشیاں کر کے ہماری راہ روکتا ہے۔" قرآن بند کرتے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پیچھے اپنی جگہ پر بیٹھے طلال کی آنکھوں میں خوف کی جگہ امید نے لے لی تھی۔ اسے اب زیادہ کچھ نہیں کرنا تھا بس ان سرگوشیوں سے کان لپیٹے رکھنے تھے۔ کام مشکل تھا مگر کوشش اسے ہر ممکن حد تک کرنی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

. . . .

لان میں بنے چبوترے کے نیچے بیٹھا وہ کتنی دیر سے موبائل ہاتھ میں لئے پر سوچ نگاہیں سکرین پر جمائے ہوئے تھا۔ سامنے نمبر کال لاگ میں پڑا تھا ایک انگلی کی ذرا سی جنبش اور سبھی فاصلے ختم۔ مگر وہ ایک ہلکی سی جنبش کے لئے بھی انگلی اٹھانا بھاری لگ رہا تھا۔ اتنا ہی بوجھل جتنا کہ اس لمحے دل۔ کتنے لمحے یوں ہی بیت گئے تھے۔ موبائل کی جلتی سکرین بھی اسکا انتظار کرتے کرتے تھک کر مایوس ہوتی پہلے مدھم ہوئی تھی اور پھر پوری تاریکی میں ڈوب گئی تھی۔ کوئی اور بھی تو تھا جو یوں ہی انتظار کی سولی پر ٹنگا پل پل بجھتا تھا مایوس ہوتا تھا۔ اور اس کے بعد اگلا مرحلہ

Copyright by New Era Magazine

کیا تھا؟ مکمل تاریکی۔ایسااندھیرا جس کے بعد کوئی آواز کوئی پکار روشنی نہیں کر پاتی۔اسکی نظروں کے سامنے سفید چادر سے ڈھکا سپید رنگت والا چہرہ گھوما تھا۔ جسکی پلکوں کی نمی اسے اس بے جان وجود کے باوجود محسوس ہوئی تھی۔تب اس نے شدت سے چاہا تھا وہ آنکھیں بس ایک بار کھل جائیں اور اسے دیکھ لیں ۔وہ لب بس ایک بار ہلیں اور اسکا نام پکار سکیں جنہوں نے بستر مرگ پر اسکے نام کی تسبیح کی تھی۔ مگر وہ نہیں سن پایا تھا۔کاش وہ سن پاتا۔اب ایک اور ایسا کاش اسے اپنی زندگی میں نہیں چاہیے تھا۔ابھی وقت تھا کل شاید یہ بھی ریت کی مانند ہاتھ سے پھسل جائے۔اسے مٹھی سختی سے بند کر لینی چاہیے۔جو لمحے بچے تھے انھیں سمیٹ لینا چاہیے تھا۔اور اس نے ایسا ہی کیا تھا۔

تیزی سے موبائل سکرین پر انگلیاں چلاتے وہ نمبر ڈائل کر کے موبائل کان سے لگا چکا تھا ۔دوسری طرف بیپ متواتر جا رہی تھی۔

"طلال یہ تم ہو؟" ایئر پیس سے وصول ہونے والی بھرائی ہوئی،کانپتی آواز کی بے قراری اس نے پوری جان سے محسوس کی تھی۔کچھ دیر تک تو وہ اس آواز میں بولتی بے یقینی اور رنج و خوشی کی ملی جلی کیفیت کے زیر اثر کچھ بھی کہنے سے گنگ رہا تھا۔گلے میں کچھ اٹک گیا تھا ۔الفاظ کہیں کھو سے گئے تھے۔

"ہیلو۔۔۔طلال؟" یہاں تک کہ دوسری طرف اسے کسی خدشے کے باعث پکارا گیا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

Copyright by New Era Magazine

"کیسی ہیں آپ؟"گلہ کھنگار کر اس نے ہمت جتائی تھی۔اور ایسا کرتے ہوئے اسے مشکل پیش آئی تھی۔اک تکلف کی دیوار سی تھی جو بیچ میں پورے قد سے کھڑی تھی، جسے گرنے میں کچھ وقت درکار تھا۔ مگر پہلی کوشش وہ بھرپور کرنا چاہتا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔ تم کیسے ہو؟"اسکی آواز سن کر انکے لہجے کی بے قراری کو یک گونہ قرار آیا تھا۔وہ بہت تیز تیز بول رہی تھیں جیسے ڈر ہو یہ لمحے جلدی بیت جائیں گے۔اور وہ پھر سے کہیں کھو جائے گا۔

"میں بھی اچھا ہوں۔" گردن کو ہلکا سا خم دیتے اس نے کہا تھا۔وہ ایک بہت رسمی سی گفتگو تھی ۔مائیں بیٹوں سے بات کرتے یوں جھجکتی تو نہیں ہیں۔نہ بیٹوں کو یوں لفظ تلاشنے پڑتے ہیں ۔ایک اور تکلیف دہ سوچ نے سارہ کو اپنی گرفت میں جکڑا تھا۔انکے لبوں سے ہلکی سی سسکی باوجود کوشش کے نکلی تھی۔

"آپ رو رہی ہیں؟"چونک کر سیدھا ہوتا وہ غیر محسوس انداز میں متفکر سا پوچھ بیٹھا تھا۔

وہ چاہ کر بھی جواب میں کچھ کہہ نہیں پا رہی تھیں۔بے بسی سے سر کو نفی میں ہلایا تھا۔

"آپ میری وجہ سے رو رہی ہیں؟" وہ بے آرام ہوتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔بہت چاہ کے باوجود وہ ایک بار بھی انھیں مما نہیں کہہ پا رہا تھا۔یہ اتنا آسان نہیں رہا تھا۔

"نہیں۔۔۔۔تمہاری وجہ سے نہیں رو رہی بیٹا۔میں تو بس۔۔۔۔" جلدی سے پرنم آواز میں کہتے رک کر انھوں نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے تھے۔

Copyright by New Era Magazine

"میں بہت خوش ہوں طلال۔اور میری خوشی کی انتہا کیا ہے میں یہ تمہیں بتا بھی نہیں پا رہی ۔یہ آنسو اس خوشی کے ہیں جس کا انتظار میں نے چوبیس سال کیا ہے بیٹا۔اب میسر آئی ہے تو یقین اور گمان کے درمیان کہیں جھول رہی ہے۔میں نے تصور میں اتنی بار تم سے باتیں کی ہیں، اتنی بار تمہیں اپنے سینے سے لگایا ہے کہ اب خیال اور حقیقت میں فرق ہی نہیں کر پا رہی ۔"بھیگی آواز کے ساتھ وہ ہولے سے ہنسی تھیں اور طلال نے اس ہنسی کی بے بسی کو پہلی بار جانا تھا۔اسے اپنی ماں پر رحم آیا تھا۔بے تحاشہ رحم۔

"اب جب میں روز آپ کو کال کروں گا تو آپ کو یقین آجائے گا۔اور بہت جلد میں آپ سے ملنے خود آؤں گا آپ کی فیملی کو کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا نا؟"ہوا کے جھونکے کے ساتھ ماتھے پر منتشر ہوتے بالوں کے ساتھ وہ سامنے پھولوں کی بنی کیاریوں پر نظر جمائے ہوئے تھا۔رنگ برنگے پھول جنکی ننھی ننھی ٹہنیاں ہوا کے ساتھ محو رقص تھیں۔

"نہیں کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔پھر کب آؤ گے مجھ سے ملنے۔کہو تو میں آجاؤں؟"بے تابی سے کہتے وہ لب ساتھ ہی مسکرائے بھی تھے۔طلال کے دل پر دھرا بھاری پتھر سرکنے لگا تھا۔آہستہ آہستہ۔سانسوں کی گھٹن کم ہوتی جارہی تھی۔

"میں خود آؤں گا اس بار آپ سے ملنے۔پچھلی بار آپ کے آنے پر ٹھیک سے ملا نہیں تھا اسکا ازالہ بھی تو کرنا ہے۔"اس کے کہنے پر انہوں نے سرعت سے سر کو نفی میں ہلایا تھا۔دل کو سکوں سا آگیا تھا وہ ان سے بات کر رہا تھا یہ ہی کم تھا کیا کہ وہ ملنے خود آنے کی بات بھی کر رہا تھا ۔

Copyright by New Era Magazine

"تم ٹھیک تھے طلال۔میں نے کچھ غلطیاں کی تھیں جن کا خمیازہ میرے ساتھ ساتھ تم نے بھی بھگتا۔میں تمہیں چھوڑ کر گئی تھی بیٹا تمہاری ناراضگی بنتی تھی۔میں نے ایک بار کال کی تھی تب تک تم فاطمہ بی بی پاس چلے گئے تھے۔میں تمہیں اپنے پاس نہیں بلا سکتی تھی۔اور حسان سے مجھے کوئی امید بھی نہیں تھی لیکن جب پتہ چلا تم فاطمہ بی بی پاس چلے گئے ہو تب دل کو صبر آگیا تھا۔وہ بہت اچھی ہیں۔میری شادی کے بعد مجھ سے ملنے بھی آئی تھیں۔تب میں بہت ڈری تھی۔وہ حسان کی پہلی اور خاندانی بیوی تھیں۔مجھے لگا وہ میری تذلیل کریں گی برا بھلا کہیں گی۔مگر ایسا کچھ نہیں ہوا۔الٹا ڈھیروں دعائیں میرے دامن میں ڈال کر چلی گئیں۔تب میں نے سوچا تھا کوئی اتنا اچھا اور اعلیٰ ظرف کیسے ہو سکتا ہے؟ مجھے خوشی ہے تم نے ایسی عورت سے تربیت پائی ہے۔وہ تمہارے لئے ہر لحاظ سے مجھ سے بہتر ماں ثابت ہوئی ہیں۔" طلال سر کو جنبش دیتے ہوئے پورے دل سے مسکرایا تھا۔

"بی بی جان کہتی ہیں روز محشر میں آپ کے نام سے پکارا جاؤں گا۔آپ دعا کیجئے گا اس دن میرا شمار روشن پیشانیوں والے گروہ میں ہو۔پھر میں اللّٰہ سے مانگ لوں گا وہ مجھے ایک بار ان کے نام سے بھی پکارے۔" اسکا چہرہ اس کالی رات میں سیاہ ہونے لگا تھا۔اللّٰہ کو نئے سرے سے جاننے کے بعد اب اسکا نام لیتے ہوئے وہ بیک وقت محبت اور خوف ایک سا محسوس کرتا تھا۔اسے خوف آتا تھا اپنی غفلت سے اور اسکی پکڑ سے۔اور اسکا دل محبت سے گداز ہوتا تھا اسکی رحمت سے،اسکے در گزر کرنے کی صفت سے۔

Copyright by New Era Magazine

"انشاءاللہ۔" سارہ نے صدق دل سے کہا تھا۔انھیں فاطمہ کے لئے طلال کی اس درجہ عقیدت و محبت دیکھ کر حسد محسوس نہیں ہوئی تھی۔وہ کر ہی نہیں سکتی تھیں۔وہ فاطمہ کا ہی بیٹا تھا جو روز محشر بھی اسکے نام سے پکارے جانے کی خواہش رکھتا تھا مگر صرف اس حالت میں جب وہ پاک بازوں میں سے ہو۔وہ اس جہاں بھی اپنی ماں کے لئے تکلیف کا باعث نہیں بننا چاہتا تھا۔وہ اس عورت پر رشک کر رہیں تھیں جس کے پاس دنیاوی زندگی میں ناکامیوں کا ایک ڈھیر تھا۔جس کے حصے میں کبھی شوہر کی محبت نہیں آئی۔جس کے حصے میں اولاد کی نعمت نہیں تھی۔جس کے پاس رشتوں کے نام پر کوئی اپنا نہیں رہا تھا۔اس فاطمہ کے لئے اللہ نے طلال کو منتخب کر دیا تھا۔اور وہ ایک رشتہ اس عورت کو غنی کر گیا تھا کیوں کہ وہ قناعت پسندوں میں سے تھی۔وہ رشک نہ کرتیں تو کیا کرتیں۔

"میں نے ایک عرصہ سوچا طلال۔یہ سب کیوں ہوا؟ کبھی میں سوچتی تھی کاش میں نے حسان سے شادی نہ کی ہوتی۔کبھی یہ خیال دل کو افسردہ کرنے لگتا کہ کاش میں نے صبر کر لیا ہوتا ۔سب دیکھ کر بھی اندھی بن جاتی تو کم از کم تم تو میرے پاس ہوتے۔فراز سے شادی کے بعد ہر وقت انکی طنز بھری باتوں اور تمسخر اڑاتی نظروں کو دیکھتی تھی تو لگتا تھا جیسے اللہ ناراض ہو گیا ہے۔اس نے اپنی رحمتوں کے سارے دروازے بند کر لئے ہیں۔اب کوئی خوشی میری تلاش میں مجھ تک کبھی نہیں پہنچ پائے گی۔میں خود کو معاف نہیں کر پا رہی تھی طلال۔اور یہ سب سے بری کیفیت ہے۔کوئی دوسرا آپ کی کوتاہیوں کو معاف نہ کرے تو دل کو کہیں نہ کہیں اک ڈھارس ہوتی ہے کبھی نہ کبھی تو معاف کر ہی دے گا۔مگر جب ہم خود کو معاف نہیں

Copyright by New Era Magazine

کرتے ناتب اندر سے اتنی بھرپور ہمارے معافی نامے کی نفی ہوتی ہے کہ ہماری غلطی سے بھی بڑے اس کے سائے بننے لگ جاتے ہیں۔ میں نے اس سائے کے نیچے ایک طویل مدت خود اذیتی میں گزاری ہے۔ جہاں مجھے یہی لگتا تھا اب بس آگے بند گلی ہے اور پیچھے تعاقب کرتے پچھتاوے۔ جو آہستہ آہستہ میری جانب بڑھ رہے ہیں اور اس اندھیری، تنگ و بند گلی میں کسی بھی وقت پورا کا پورا مجھے نگل جائیں گے۔ مگر اللہ بڑا رحیم ہے بیٹا۔ وہ نوازتے ہوئے ہماری اوقات نہیں دیکھتا۔ ہماری کم ظرفی اور کوتاہیوں کو پکڑ نہیں لیتا۔ ہر در بند ہونے کے بعد بھی ایک در کہیں نہ کہیں وہ کھول دیتا ہے۔ میرے لئے بھی کھولا گیا۔ مجھے اللہ نے دو بچوں سے نوازا۔ دل کچھ بہل سا گیا۔ مگر وہ تمہاری جگہ تو نہیں تھے طلال۔ تمہاری جگہ تو خالی رہی ہمیشہ۔" بھرائی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکراتی اس سیاہ و سرد رات میں کہیں اندر تک اترتی جا رہی تھی۔ وہ دکھ، بے بسی، ملال جو اس لب و لہجے سے پنہاں تھا اس نے طلال حسان کا دل بھی موم کیا تھا۔ وہ دل جو ایک مدت اپنی ماں کے لئے پتھر رہا تھا۔ جسے اپنی محرومیاں، اپنے ساتھ ہوئی نا انصافی و زیادتی ہی دکھائی دیتی تھی۔ پتہ نہیں انسان اتنا خود غرض کیسے ہو جاتا ہے۔ اپنا غم بڑا لگنے لگے تو دوسروں کا دکھ دکھائی دینا ممکن نہیں رہ پاتا ۔ اس گھڑی وہ اپنی ماں کا درد بھی سمجھنے لگا تھا۔

"اگر میری جگہ خالی رہی ماما تو یقین رکھیے آپ کی جگہ بھی کوئی پر نہیں کر پایا۔ بی بی جان کی اپنی جگہ ہے میری زندگی میں آپ کا اپنا الگ مقام ہے۔ کوئی اپنا خانہ چھوڑ کر دوسرے کی جگہ نہیں لے سکتا۔ میں آپ سے آج بھی بہت محبت کرتا ہوں۔ آپ آج بھی میری جنت ہیں۔ میرے

Copyright by New Era Magazine

انکاری ہونے سے یہ حقیقت بدل نہیں جاتی۔میں آپ کے ہی وجود کا حصہ ہوں ماما۔"فرط جذبات سے پر نم ہوئی آواز اور گیلا گیلا لہجہ اس کے احساسات کا ترجمان تھا۔دوریاں سمٹنے پر آئیں تو صدیوں کی پلوں میں سمٹ جاتی ہیں۔دلوں کی گنجائش کا بس سارا عمل دخل ہوتا ہے ۔جتنی لچک دکھائی جائے اتنا تعلق مضبوط ہوتے جاتے ہیں۔کچھ دیر پہلے ہی کی تو بات ہے اسے کال ملانا ہی مشکل ترین امر لگ رہا تھا اور اب وہ یوں ان سے چھوٹی چھوٹی باتیں کر رہا تھا کہ وقت گزرنے کا ادراک ہی نہ ہو پایا تھا۔پینتالیس منٹ کی کال کے دوران کہیں بار اس نے اپنی آنکھوں کی نمی کو انگلی کے پوروں پر چنا تھا۔پھر ہاتھ سامنے کرکے اس نمی کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔اسے حیرت تھی خود پر اور وہ انگشت بداں تھا اپنے احساسات پر،اپنی آنکھوں کی نمی پر۔

"طلال ایک بات کہوں؟"کال کاٹنے سے پہلے سارہ کی جھجکتی آواز اس نے سنی تھی۔

"جی بولیں۔"

"تم تھوڑی دیر کے لئے ویڈیو کال پر آؤ میں تمہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔" کتنی حسرت سے انھوں نے کہا تھا طلال دنگ رہ گیا تھا۔کچھ دیر کے لئے وہ بول بھی نہیں پایا۔جب کچھ توقف کے بعد اسے پکارا گیا۔

"طلال؟"

"جی۔۔۔میں کل کروں گا آپ کو۔ابھی نہیں کرسکتا۔"بے چارگی سے کہتے وہ جلدی جلدی بولا تھا۔

"کیوں؟"انکی کیوں پر وہ کچھ دیر خاموش رہا تھا پھر سر جھٹک کر مسکرایا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"میں اب بھی بچپن کی طرح بہت برے طریقے سے روتا ہوں ماما۔روتے ہوئے تو تب بھی کیوٹ نہیں لگتا تھا اب تو اور بھی بھیانک لگتا ہوں۔اس لیے میں نہیں چاہتا آپ میری روتی صورت دیکھیں۔ابھی تھوڑا سینٹی ہو رہا ہوں۔کل تک سنبھل جاؤں گا تو کروں گا آپ کو بے فکر رہیں آپ۔"حجل ہوتے پانی بھری آنکھوں کے ساتھ وہ ہنس کر شرارت سے کہہ رہا تھا۔

"میں انتظار کروں گی۔"وہ بھی ہلکے دل سے مسکرا دی تھیں۔

"اپنا خیال رکھیے گا۔اللّٰہ حافظ۔"

"اللّٰہ حافظ۔"

کال کٹ ہونے کے کتنی دیر بعد بھی وہ یوں ہی موبائل ہاتھ میں پکڑے جھکے کندھوں کے ساتھ بیٹھا رہا تھا چہرے اور دل میں بیک وقت بہت سارا سکون لئے۔وہ خوش تھا اور خوشی سے بڑھ کر اک سکینت تھی جو اس کے وجود پر طاری کر دی گئی تھی۔اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ پلٹا تھا اور بری طرح چونکا۔پھر خفیف سا ہو کر اسے گھورا تھا جو عین اس کے پیچھے کچھ ہی فاصلے پر دونوں بازو سینے پر باندھے اس کے دیکھنے پر بڑے دل سے مسکرائی تھی۔طلال کو خواہ مخواہ کوفت ہونے لگی تھی۔ابھی کچھ دیر پہلے وہ کتنا جذباتی ہو رہا تھا تبھی اسکی آمد بھی محسوس نہیں کر پایا تھا اور اب وہ نجانے اس کے راجہ جذبات بننے کے کون کون سے مظاہرے دیکھ چکی ہو گی۔

"تمہیں چین نہیں ہے۔بدروحوں کی طرح یہاں وہاں کہیں بھی پہنچ جاتی ہو۔"اپنی خفت مٹانے کو وہ اس پر چڑھ دوڑنا ضروری خیال کر رہا تھا۔

Copyright by New Era Magazine

"آپ کے بغیر چین نہیں آتا نا مجھے۔اس لئے جہاں آپ وہاں میں۔" کچھ اور اس کے قریب آتے وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔انداز نارمل سا ہی تھا مگر طلال کو پتہ نہیں کیوں چڑاتا محسوس ہو رہا تھا۔

"ہاں اتنے ہی میری محبت کے سوتے پھوٹ پڑے ہیں نا تمہارے دل میں۔" سر کو جھٹک کر وہ کوفت زدہ سا کہہ رہا تھا۔

"اونہوں۔یوں سڑے کریلے نہ بنے رہا کریں ابھی کچھ دیر پہلے کتنے پیارے لگ رہے تھے ۔آرام سے، پیار سے باتیں کرتے ہوئے۔اب پھر سے موڈ سوئچ کرنے کی کیا ضرورت ہے ۔" بنا برا منائے وہ بغور اسکا چہرہ دیکھتی اسے نرمی سے ٹوک رہی تھی۔طلال نے کن اکھیوں سے اسکی جانب دیکھا تھا۔

"میں بہت خوش ہوں طلال۔میں نے کہا تھا نا یہ بہت آسان ہے بس آپ ہی نے مشکل بنایا ہوا ہے۔" ہاتھ کھول کر اسکی شرٹ کے اوپری دو کھلے بٹن بند کرتی وہ واقع ہی نہال لگتی تھی ۔وہ بھی اعصاب کو ڈھیلا چھوڑتا مسکرا دیا۔اپنا آپ اس سے چھپانے کا فائدہ نہیں تھا۔وہ ہر بار اسے جان لیتی تھی۔

"خیر تو ہے کسی کو آج بڑا پیار آرہا ہے مجھ غریب پر۔" اپنے بازو اس کے گرد نرمی سے حصار کرتے وہ اب پر سکون لگتا تھا۔مقدس ہلکے سروں میں ہنسی تھی۔

"آتو رہا ہے۔مجھے اعتراف ہے کہ مقدس ضیاء کو طلال حسان ہر روپ میں پیارا لگتا ہے۔مگر جب وہ خود سے جڑی عورتوں کی محبت و تعظیم میں اپنی ضد اور اکڑ چھوڑ کر تھوڑا جھک جاتا ہے

Copyright by New Era Magazine

تب مجھے اس سے عشق ہونے لگتا ہے۔" اسکے دل کے مقام پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ اسکی حیران آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اس پر اپنے لفظوں کا سحر پھونک چکی تھی۔ جس کے مسحور کن فسوں میں جکڑا وہ حیرت وانبساط کی کہیں منازل چند سیکنڈوں میں طے کر گیا تھا۔

"یہ تم کہہ رہی ہو؟" وہ بے یقین تھا۔اور اس بے یقینی نے مقدس کو محظوظ کیا تھا۔

"میں نے کہیں پڑھا تھا انسان کی خواہش اگر شدت اختیار کر لے تو وہ کھلی آنکھوں سے خواب دیکھنے لگتا ہے۔کان وہی سننے لگتے ہیں جس کی اسے چاہت ہوتی ہے۔اب آپ سوچیں یہ خواب ہے یا حقیقت۔میں سونے چلی۔" زیر لب ہنسی دباتے وہ اسکا حصار نرمی سے اپنے گرد سے ہٹاتی واپس مڑ گئی تھی۔وہ چند سیکنڈز اسکی باتوں پر غور کرتا رہا تھا پھر اسکی چالاکی پر ہنستا ہوا اسکے پیچھے بھاگا تھا۔

. . . .

حسان احمد کی قبر پر فاتحہ خوانی کرتے وہ اپنی نگاہیں ان کی آخری آرام گاہ پر مرکوز کیے ہوئے تھا ۔ہر جمعرات کو وہ لازماً یہاں آکر ان کے لیے بخشش کی دعا کرتا تھا۔واپس مڑتے ہوئے اس کے قدم خود بخود قبرستان کے ایک کونے میں موجود قبر کی جانب اٹھے تھے۔یہ شیز اکمال کی آخری آرام گاہ تھی۔اسکی موت نے اسے لرزا کر رکھ دیا کرتا تھا۔وہ ہمیشہ گلہ کیا کرتا تھا اللّٰہ نے اسے کھلا چھوڑ رکھا ہے وہ اسکی پکڑ نہیں کرتا۔اور جب اللّٰہ نے اسکی پکڑ کی تو وہ کتنے دن تک افسردہ رہا تھا۔وہ نشے کی حالت میں دھت تھی جب ڈرائیو کرتے ہوئے کار ایکسیڈنٹ میں جان

Copyright by New Era Magazine

بحق ہوئی تھی۔انسان جس حالت میں مرتا ہے روز محشر اسی حالت میں اٹھایا جائے گا۔یہ سوچ کرا سکے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔وہ حرام حالت میں اللہّ کے روبرو لائی جائے گی۔وہ اللہّ سے اپنے لئے ھدایت مانگتا تھا اور اس سے بڑھ کر ہدایت کے بعد ملنے والی گمراہی سے پناہ مانگتا تھا۔

"میں نے تمہیں صدق دل سے معاف کیا شیز اکمال۔اللہّ بھی تمہیں معاف کرے۔"سرگوشی کی آواز میں کہتے اس نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے تھے۔جس گھڑی وہ قبرستان سے باہر نکل رہا تھا اس کا دل اور قدم کسی عجیب سی کیفیت کے باعث بوجھل ہو رہے تھے۔

"طلال کہاں رہ گئے تھے آپ۔میں نے اتنی کالز کیں آپ کو۔اب جلدی سے تیار ہو جائیں۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

گھر داخل ہوتے جو پہلا سامنا ہوا تھا وہ جھنجھلائی ہوئی مقدس سے ہی ہوا تھا۔اسے کہہ کر وہ بی بی جان کے کمرے میں گم ہو گئی تھی۔وہ ہولے سے مسکراتا ہوا ہلکے ہوتے دل کے ساتھ سر کو جھٹکتا سیڑھیاں چڑھنے لگا تھا۔

کچھ دیر بعد انکی فلائٹ تھی۔وہ عمرے کے لئے جا رہے تھے۔جہاں سے واپسی پر وہ سارہ سے ملنے بھی جانے والا تھا۔مقدس اور بی بی جان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی تھی جب اس نے خود ان سے یہ کہا تھا۔کمرے میں آکر تیار ہوتے اس کے لب ہولے سے مسکرا رہے تھے۔جب اندر آتی مقدس اسے تیار نہ دیکھ کر خفا ہوئی تھی۔

Copyright by New Era Magazine

"اللہ۔۔۔طلال آپ تو تیار ہونے میں لڑکیوں کو بھی مات دینے لگتے ہیں۔ کتنی دیر لگاتے ہیں ۔"وہ جھنجھلائی سی آگے بڑھی تھی۔وہ شرٹ کے کف لنکس بند کر رہا تھا۔مقدس اسکی شرٹ کے اوپری دو بٹن بند کرنے لگی تھی۔طلال کو اسکی اس ادا پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔اپنے دونوں بازو اسکی کمر کے گرد پھیلاتے وہ اسکا صبیح چہرہ تکنے لگا تھا۔

"اونہوں۔طلال حسان رومینس بگھارنے کا نہ تو یہ موقع ہے اور نہ ہی وقت۔"اسے گھور کر اپنے گرد سے اسکا حصار توڑا تھا۔جسے سرعت سے دوبارہ باندھ لیا گیا تھا۔مجبوراً اسے خود ہی اسکے بالوں میں برش کرنا پڑا تھا۔

"مسز طلال رومینس کے لئے شریعت کوئی موقع و محل کی پابندی عائد نہیں کرتی۔"اسکے چہرے پر پھونک مارتے وہ زیر لب مسکراہٹ روکے ہوئے تھا۔

"بس شریعت کے اپنے مطلب کے سارے باب مت پڑتے رہا کریں۔کچھ وہ بھی پڑھ لیا کریں جس میں بیوی بے چاری کے حقوق لکھے ہوں۔"اب وہ اس پر کلون سپرے کر رہی تھی ۔ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر مطمئین سی وہ ایک بار پھر اسکا حصار توڑنے کی کوشش کرنے لگی تھی ۔

"تو بیوی پر کون سا ظلم کرتا ہوں میں یار۔اتنی محبت کرتا تو ہوں وہ بھی تم سے سنبھالی نہیں جاتی ۔بوکھلا کر رہ جاتی ہو۔"معنی خیزی سے کہتے وہ اسے جز بز کر گیا تھا۔اسکا حصار توڑتی وہ ذرا فاصلے پر ہوئی۔

Copyright by New Era Magazine

"میری ہی غلطی تھی جو میں آپ کی مدد کرنے پاس چلی آئی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ جھٹ سے پٹڑی سے اتر جاتے ہیں۔ منہ بسور کر کہتے وہ خود آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوتی حجاب لینے لگی تھی۔ طلال نے ہونٹوں میں کھیلتی ہنسی کو بمشکل ضبط کیا تھا۔

"ویسے جب تم موٹی ہو جاؤ گی تب بھی اتنی ہی پیاری لگو گی کیا؟" اسکے پیچھے کھڑا وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔ ابھی تین دن پہلے ہی انھیں گڈ نیوز ملی تھی۔ مقدس نے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ اسے گھورنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ بھلا اسکی بولتی نظروں کا سامنا کرنا آسان تھا کیا۔

"میں کمرے سے ہی جا رہی ہوں۔ آپ مجھے تنگ کر رہے ہیں۔" اس نے خفگی جتائی تھی۔

"اوکے اوکے۔ اب نہیں بول رہا کچھ۔ تم آرام سے تیار ہو۔" مفاہمتی انداز میں ہاتھ اٹھاتے وہ سنجیدہ سا کہہ رہا تھا۔

"میں بی بی جان کی طرف جا رہا ہوں۔ تم بھی وہیں آ جانا۔" کہتا وہ کمرے سے نکل گیا تھا ۔ مقدس نے سکون آمیز سانس اندر کھینچی تھی۔ زندگی اسکی سنگت میں خوبصورت تھی۔ اسکا ساتھ اس کے لئے راحت کا سامان تھا۔ اس کی ہمسفری کے صدقے مقدس نے زریاب اور لیلیٰ کو بھی صدق دل سے معاف کر دیا تھا۔ زریاب کو اللہ نے بیٹی کا باپ بنایا تھا۔ اور اس کے بعد اس نے رو کر مقدس سے معافی مانگی تھی۔ وہ ضدی نہیں تھی جب زندگی نے اسے سب عطا کیا تھا تو وہ کیوں بے وجہ کی ناراضگیاں پالتی۔ طلال اسکی زندگی میں قرآن کی اس آیت کی تفسیر جیسا تھا جس میں اللہ انسان کو دلاسا دیتا ہے۔

Copyright by New Era Magazine

"ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناپسند ہو اور اس میں تمہارے لیے خیر ہو۔اور ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز پسند ہو اور اس میں تمہارے لیے شر ہو۔اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ختم شد

نوٹ

توعطاہے کوئی جیسے از قلم ام عبّاس پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہوا گر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تا کہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ(نیوایرا میگزین)

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

Copyright by New Era Magazine

ہمیں اپنی ویب نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگرآپ ہماری ویب پراپناناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کرواناچاہیں تواردو میں ٹائپ کرکے مندرجہ ذیل ذرائع کااستعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کردی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کااستعمال کر سکتے ہیں۔)

شکریہ ادارہ: نیوایرا میگزین

Copyright by New Era Magazine